گنبد خضرا کے سائے میں

محمد اخلاق قریشی

نہایت ہی محترم جناب پیرزادہ
اقبال احمد فاروقی ایم اے نگرانِ اعلیٰ
مرکزی مجلس رضا لاہور کے ذوقِ مطالعہ
کی نذر . . . .

محمد اخلاق قریشی سعیدی
داتا دربار لاہور 31-12-2009
062 9250204

گنبدِ خضریٰ کے سائے میں

Marfat.com

گنبدِ خضریٰ کے سائے میں

محمد اخلاق قریشی

فیڈو کمپیوٹرائز پرنٹنگ پریس

سرائیکی چوک، عباسیہ شاپنگ سنٹر بہاول پور۔فون 880766-0622

2005

Marfat.com

ہم کتابوں کی ....

خوبصورت، معیاری پرنٹنگ کرتے ہیں۔

تزئین و اہتمام اشاعت

بابر نثار

84235

فیڈو

ضابطہ:

اشاعت	:	۲۰۰۵ء
مطبع	:	فیڈو پرنٹنگ پریس
سرورق	:	
کمپوزنگ	:	ڈاکٹر محمد صفدر جاوید
ہدیہ	:	۲۰۰ روپے

Marfat.com

انتساب

حضور سرورِ کون و مکاں، راحت انس و جاں، سید المرسلین، خاتم الانبیاء، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے نام جو باعثِ تخلیق کون و مکاں ہیں۔

دنیا جہان کی بہار آپؐ کے دم قدم سے ہے
کائنات کا نکھار آپؐ کے دم قدم سے ہے
آپؐ کے دم قدم سے ہے مُردہ دلوں میں روشنی
وجۂ لیل و نہار آپؐ کے دم قدم سے ہے
آپؐ نہ تھے تو کچھ نہ تھا، محفلِ کائنات میں
باعثِ تخلیق کار آپؐ کے دم قدم سے ہے
کر چکیں گر ظلم ہم اپنی ہی جانوں پر حضورؐ
پھر شفاعت کا مدار آپؐ کے دم قدم سے ہے
دو لخت چودہویں کا چاند پا کے اشارہ ہو گیا
معجزۂ صد افتخار آپؐ کے دم قدم سے ہے
شاداب اس قدر ہوئی میرے خیال کی زمیں
سر سبز میرا مرغزار آپؐ کے دم قدم سے ہے

Marfat.com

صدقہ ہو خاکِ پاک کا مَیں ہوں جہاں میں معتبر
ادنیٰ سے اعلیٰ میں شمار آپؐ کے دم قدم سے ہے

آپؐ کے در کی چاکری مجھ کو نمایاں کر گئی
میری لکھائی کا نکھار آپؐ کے دم قدم سے ہے

میری متاعِ حیات یک نفس بے ثبات
اُس کا بھی دارومدار آپؐ کے دم قدم سے ہے

فدا ہوں اُمی و اَبی آپؐ پر آپؐ کی آل پر
شانِ اصحابِ کبار آپؐ کے دم قدم سے ہے

اُن کی نگاہِ ناز نے مجھ کو کیا ہے سُرخرو
اخلاؔق کا یہ کاروبار آپؐ کے دم قدم سے ہے

بندۂ مسکین و ناچیز طالب رضائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد اخلاق قریشی

567-568-C سیٹلائیٹ ٹاؤن

بہاول پور، پنجاب، پاکستان

فون: 9250204-84919

Marfat.com

فہرست

☆	مقدمہ	محمد اخلاق قریشی	۹
☆	گنبدِ خضریٰ کے سائے میں پر ایک نظر	قاضی محمد غوث ایم اے	۱۶
☆	تقریظ	پروفیسر سیّد محمد عارف	۲۳

باب اوّل

ام القریٰ میں لیل و نہار سحر و افطار ۲۶

باب دوم

شہرِ خوباں المدینہ منورہ ۴۶

باب سوم

دربارِ رسالت میں شرف یابی ۱۲۸

باب چہارم

سعادت اعتکاف مسجد نبوی ﷺ ۱۳۳

باب پنجم

عید سعید مدینہ منورہ میں (اس عید پر لاکھوں عیدیں قربان) ۱۴۳

Marfat.com

باب ششم

میرے امی لقب آقا تیری عظمت کا کیا کہنا ۱۵۷

باب ہفتم

دعوتِ اسلامی کے پہلے سالانہ جلسہ سے حضرت غزالیٔ دوراں
جنابِ سیّد احمد سعید کاظمیؒ صاحب کا خطاب دلنواز ۱۷۰

باب ہشتم

الوداع یا رسول اللہ الفراق یا نبی اللہ ﷺ ۱۹۶

باب نہم

المعجزات ۲۸۲

باب دہم

قیام مکرمہ/ واپسی ۳۳۹

Marfat.com

مقدمہ

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہِ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ رب العزت جل جلالہ واعظم شانہ واتم برہانہ کے لیے ہیں جس نے امرکن سے کل جہاں کو پیدا فرمایا جو ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ہے اور تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہے۔ جس کی ہر صفت ذاتی ازلی ابدی ہے اور درود لامحدود حضور سرورِ کائنات فخر موجودات جانِ کائنات پیارے محمد ﷺ پر جن کے لیے یہ باغ عالم لگایا گیا۔ وہ نہ ہوتے، ان کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا، نہ یہ باغ عالم لگایا جاتا نہ یہ جہاں بسایا جاتا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

سوال یہ ہے کہ آقا نامدار حبیب کبریا تاجدار عرب وعجم فخر موجودات سرورِ کائنات امام الانبیاء رحمت اللعالمین رئیس المساکین حضور پرنور حضرت محمد ﷺ بطن آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے کہاں تھے اور کب تھے؟

کسی عاشق رسول ﷺ نے کیا خوب جواب دیا ہے کہ حضور ﷺ کب تھے جب کب نہ تھا۔ جب جب کا وجود نہ تھا۔ جب تب بھی نہ تھا۔ اس وقت تھے جب آفتاب کی نورافشانیاں تھیں نہ کلیوں کی تبسم آرائیاں، مہتاب کی ضیاء باریاں تھیں نہ قوس وقزح کی رعنائیاں، چرند پرند کی پکار تھی نہ کروٹ لیل ونہار، نیلگوں آسمانی شامیانہ تھا نہ کوئی ساقی و پیمانہ، نہ مکین و مکاں نہ زمین و

Marfat.com

آسماں۔ شگفتہ غنچوں کی کیاریاں تھیں نہ مہکتے گلوں کی گلگاریاں۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت بھی تھے جب آبشاروں میں ترنم تھا نہ فضاؤں میں تبسم۔ چلتی ہوائیں تھیں نہ معطر فضائیں تھیں۔ نہ حیوانات و جنات تھے۔ کلیوں میں چٹک تھی نہ خاروں میں کھٹک نہ ستاروں میں چمک تھی نہ بہاروں میں مہک۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت بھی تھے جب موت تھی نہ حیات تھی۔ ایک اللہ جل جلالہ اور دوسری محمد ﷺ کی ذات تھی۔

اسی ذات پاک کی شان میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ اعظم شانہ نے سورہ کوثر" انا اعطینک الکوثر ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو جو کچھ عطا فرمایا بے حد و حساب عطا فرمایا۔" نازل فرمائی۔ اس آیہ کریمہ میں ایک عظیم حقیقت کا اظہار فرمایا جارہا ہے، عطاؤں کا ذکر کیا جارہا ہے، اس لیے پہلے فرمایا :"بے شک" یعنی ہم نے اپنے محبوب کو جو کچھ عطا فرمایا اس میں شک نہ کرنا۔ ہماری عطائیں تمہاری سمجھ مین آئیں یا نہ آئیں تم یقین کرنا۔ بے شک یقین ہی میں ہماری بھلائی ہے اور شک اور تردد مین ہماری تباہی۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے دیا کیونکہ جو دیا جاتا ہے لے بھی لیا جاتا ہے۔ بلکہ فرمایا ہم نے عطا فرمایا کیونکہ جو عطا کیا جاتا ہے اس کا ملک بنا دیا جاتا ہے۔ واپس نہیں لیا جاتا۔ پھر یہ نہیں فرمایا کہ میں نے عطا فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہم نے عطا فرمایا جس سے رب جلیل کی شان و عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یعنی ہم نے عطا فرمایا۔ ہم کون؟ جو آسمان و زمین کے نور ہیں۔ جو آسمان و زمین کے مالک ہیں، جو آسمان و زمین کی خالق ہیں، جو

Marfat.com

بیقراروں کو قرار عطا فرماتے ہیں، جو بے چینوں کو چین عطا فرماتے ہیں۔ جس کے دست قدرت میں غیب کے خزانے ہیں، جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔ وہی رب کریم اپنے حبیب لبیب سے فرما رہا ہے: ''بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔'' کوثر جنت کی نہر کا نام بھی ہے اس حوض کا نام بھی جس سے حضور ﷺ اپنے مسلمان امتیوں کو سیراب فرمائیں گے اور کوثر کے ایک معنی یہ بھی ہیں: ''کسی چیز کا اتنا زیادہ ہونا جس کا اندازہ نہ لگایا جاسکے'' یہی معنی زیادہ وسیع ہیں کہ اس میں نہر بھی آگئی اور حوض بھی آگیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی حمایت اور کافروں کے جواب میں (جب کہ انہوں نے آپؐ کے صاحبزادگان حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ کے وصال پر طعنہ دے کر زخموں پر نمک پاشی کی تھی) فرمایا کہ ہم نے تو اپنے محبوب کریم کو بے حد و حساب نعمتیں عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کوئی حد کوئی حساب نہیں جو نعمتیں اس نے اپنے بندوں پر فرمائیں ان کے لیے فرمادیا ہے:

''اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے۔''

جب وہ نعمتیں نہیں گنی جاسکتی جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا۔ وہ نعمتیں کس طرح گنیں جاسکتی ہیں جو اس نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو عطا فرمائیں۔ اللہ اکبر ذرا ان نعمتوں کی جھلک تو دیکھیں:

۱۔ نبوت اس شان کی عطا فرمائی کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ آپؐ اوّل بھی ہیں اور آخر بھی۔

۲۔ رسالت عطا فرمائی تو اس شان کی کہ کائنات کا کوئی گوشہ نہیں جس کے

Marfat.com

لیے آپؐ رسول بنا کر نہ بھیجے گئے ہوں۔

۳۔ کتاب عطا فرمائی تو ایسی جس میں نظر آنے والوں کو سب کچھ نظر آتا ہے۔ ہمیں کچھ نظر نہیں آتا کاش ہم کو بھی نظر آجائے۔

۴۔ محبوب بنایا تو ایسا کہ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ (آپؐ فرما دیجیے کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔)

۵۔ محترم و معظم بنایا تو ایسا کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہر آن آپ ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝

۶۔ آپؐ کی آواز پر آواز بلند کرنے سے منع فرمایا اور اعمال ضائع ہونے کی وعید فرمائی: ''اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

۷۔ آپؐ کے قدم سے آگے قدم بڑھانے سے منع فرمایا۔

۸۔ آپؐ کو علم اس شان کا عطا فرمایا کہ جو کچھ آپؐ نہ جانتے تھے سب کچھ جان گئے۔ کوئی چیز نہیں جس کو آپؐ نہ جانتے ہوں۔ (اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے)

۹۔ آپؐ کو ایسا کامل اختیار عطا فرمایا کہ جس چیز کو آپؐ حلال کر دیں حلال ہو جائے اور جس چیز کو آپ حرام کر دیں حرام ہو جائے۔ (اور جو کچھ

Marfat.com

تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔)

۱۰۔ آپؐ کو حاکم بنایا تو ایسا کہ کسی کو آپ کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں۔ (تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں۔ جی سے مان لیں۔)

۱۱۔ آپؐ کی مجلس سے کسی صحابی کو اٹھنے کا اختیار نہیں، جب تک آپؐ اس کو اجازت نہ دے دیں۔ (بے شک اللہ جانتا ہے جو تم سے چپکے سے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں۔)

۱۲۔ آپؐ کو اس شان کی اپنائیت اور عینیت عطا فرمائی کہ آپؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا اور آپؐ کے عمل کو اپنا عمل فرمایا۔

۱۳۔ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

۱۴۔ آپؐ کو اس شان کی رحمت عطا فرمائی کہ آپؐ سارے عالم کیلئے رحمت بن گئے۔ (اور ہم نے آپؐ کو دونوں عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔)

وما ارسلنک الا رحمة اللعالمین۔

۱۵۔ آپؐ کو ذکر عطا فرمایا تو اس شان کا کہ جب سے دنیا قائم ہے اور جب تک دنیا قائم رہے گی، ذکر ہوتا رہے گا اور شان بڑھتی رہے گی۔ (اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ اور بیشک آپ کی ہر آنے

Marfat.com

والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سے تمہاری حمد کریں۔)

آپ نے ملاحظہ فرمایا! عطائے ربانی کی ایک جھلک دیکھی؟ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو اتنا عطا فرمایا اور کہنے والا یہ کہے کہ وہ کچھ نہیں جانتے اور ان کو کچھ اختیار نہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یہ کیسی بڑی جرأت ہے۔ ہمیں سر کی آنکھوں سے نہیں دل کی آنکھوں سے قرآن کریم پڑھنا چاہیے کیونکہ قرآن کریم قلب مصطفیٰ ﷺ پر اُترا۔ پھر آنکھوں کے سامنے آیا۔ اس لیے فرمایا: (یعنی جن کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے کرم سے علم لدنی عطا فرمایا) قرآن پڑھنے کے باوجود اگر آپ کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تو دل والوں سے پوچھو کیونکہ ہر ایک فن کی کتاب کا حل اس فن کا ماہر ہی کر سکتا ہے، دوسرا نہیں۔ خواہ وہ ان کا کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو۔ اگر ایسا ہوتا اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی ضرورت نہ رہتی۔ غور فرمائیں انسانوں کی لکھی ہوئی کتاب کس طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس کے سمجھنے کے لیے سمجھنے والوں کے پاس بیٹھنا ضروری ہے۔ وہ سمجھنے والے جن کا ظاہر و باطن ایک ہے جو سراپا سنت ہیں جو سراپا محبت رسول ﷺ ہیں۔ ڈاکٹر اقبالؒ نے سچ کہا تھا جب قرآن پڑھو تو یوں سمجھو کہ یہ میرے دل پر نازل ہو رہا ہے یعنی قرآن کریم کا تعلق دل سے ہے۔ دل پر اترے تو سمجھ میں آجائے گا اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کریم کی صحیح سمجھ عطا فرمائے تاکہ ہم قرآن کریم میں حضور انور ﷺ کے فضائل و کمالات کا مشاہدہ کر سکیں۔ آمین۔

Marfat.com

میں نے اس سفرنامہ ''گنبد خضرا کے سائے میں'' حضور پرنور سرور کائنات ﷺ کی سیرت پاک اور ان کے معجزات کے بارے میں کچھ لکھنے کی سعی کی ہے۔ کسی غوطہ زن شمع رسالت ﷺ کے پروانے نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ اگر تمام زمین کو تختی، تمام درختوں کو قلم اور تمام سمندروں کو سیاہی بنا لیا جائے اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے پہلو لکھنے پر بیٹھ جائیں یہ تمام سیاہی تو ختم ہو سکتی ہے مگر آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ایک پہلو عظمت و بزرگی پر مفصل نوٹ تحریر نہیں کیا جا سکتا۔

میری دعا ہے کہ یہ کتاب بطفیل سرور دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ بارگاہ ربانی میں شرف قبولیت حاصل کرے اور اہلِ دل کے لیے راحت قلب و جان اور امت عامہ کے لیے راہنمائی اور حب رسول ﷺ میں اضافہ کا باعث بنے آمین۔ اللہ تعالیٰ مجھ ناچیز پرتقصیر کو اور سب مسلمان بھائیوں، بہنوں، ماؤں کو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی محبت سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ یہ سرمایہ حیات ہے اور یہی ذریعہ نجات ہے۔ یہی معرفت الٰہی کا باب ہے اور یہی مدار حسنات ہے

دل محوِ محبت ہے اسے کچھ نہیں پرواہ
آباد کرے کوئی کہ برباد کرے ہے
ہاں ساقیٔ کوثر سے صبا عرض یہ کرنا
اک رند سیہ مست بہت یاد کرے ہے

ناچیز
محمد اخلاق قریشی

Marfat.com

''گنبدِ خضریٰ کے سائے میں'' پر ایک نظر

مکہ مکرمہ زاد اللہ عظمتھا

یہ مکہ ہے۔ یہاں خدا کا پہلا گھر ایستادہ ہے۔ یہاں رحمت کے فرشتے زائرین کے پاؤں تلے اپنے پر بچھانا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ اس کے عین وسط میں ایک وہ مقام ہے جہاں طیبہ کا چاند چمکا۔ اس شہر کی قسمیں خدائے لم یزل نے اپنے کلام میں اٹھائیں اور اس کا سبب یہ بتایا کہ اس کی سرزمین نے حبیب خدا ﷺ کے قدم چومے ہیں۔ جبل نور بھی اسی کے نواح میں واقع ہے جہاں کائنات کو مہکانے والی اللہ کی پہلی وحی اتری۔ یہیں وہ ہستیاں پیدا ہوئیں جن کو مصطفیٰ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا اور جنہوں نے راہ عشق میں جفا کے مزے لوٹے۔ سبحان اللہ

یہ شہر اسلام کا مرکز ہے جس کے مطاف کے اقطابِ جہاں نے پھیرے لگائے ہیں جس کی ہر گلی کوچے میں دنیا بھر کے علماء اور اصفیاء نے عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔

یہ وہ شہر معظم ہے جہاں حجر اسود بھی ہے، رکن یمانی بھی ہے، میزابِ رحمت بھی ہے، آب زمزم بھی ہے، صفا مروہ بھی ہے، ملتزم بھی ہے، غلاف کعبہ بھی ہے، جبل رحمت بھی ہے، غار حرا بھی ہے، اسی کے آس پاس عرفات بھی ہے، منیٰ بھی ہے، مزدلفہ بھی ہے۔

Marfat.com

یہ سب کیا ہیں؟ شعائراللہ! کیونکہ یہاں اللہ کے برگزیدہ بندوں کے قدم لگے ہیں اور پھر آج تک عشاقانِ خُدا کے ہجوم میں کمی نہیں آئی۔ اس کی خاک میں اربوں کھربوں بلکہ بے شمار سجدوں کے نشان ہیں۔ اس کی فضاؤں میں اللہ اکبر کی صدائیں ہیں۔ اس کی ہواؤں میں تسبیح وتہلیل کی خوشبو رچی ہے اس کے موسموں میں تلاوت قرآن کے زمزمے ہیں۔ اس کے دنوں میں نور خدا کے جلوے ہیں۔ اس کی راتوں میں دیدار خدا و زیارت رسول ﷺ کے نظارے ہیں۔

یہاں پتہ نہیں کیا کشش ہے کہ دنیا بھر کے لوگ لاکھوں خرچ کر کے کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ خبر نہیں کہ یہاں کون سا سحر ہے کہ رُوئے زمین کے لوگ اس کے دیوانے ہیں۔ نہ یہاں مادی دنیا کی بین الاقوامی بادشاہی ہے، کہ اس کو سبب قرار دیا جائے۔ نہ یہاں تجارت کی بین الاقوامی منڈی ہے، کہ اسے علت قرار دیا جائے۔ غرضیکہ مادی دنیا کے فوائد کا کسی بھی زاویے سے جائزہ لیا جائے تو لاکھوں افراد کی آمد کا سبب وہ قرار نہیں دیے جا سکتے!

تو پھر یہ کیا ہے؟ تہذیب یورپ کے دیوانوں اور عقل و خرد کے پروانوں کو اب یہ اعتراف کر ہی لینا چاہیے کہ رب کی بندگی ہی اصل الاصول ہے، اللہ کا عشق ہی سب سے بڑی دولت ہے کہ بے قرار و مضطرب رُوحیں لبیک اللّٰھم لبیک کی صدائیں بلند کرتے ہوئے دیوانہ وار اس کی طرف لپکتی ہیں۔ لوگ اپنے جسد خاکی کو اس سرزمین کی تہ میں چھپائے جانے کو سعادت کبریٰ سمجھتے ہیں۔ اس کی عظیم عمارتیں اور جدید ترقیاں دل لبھانے کا سبب نہیں

Marfat.com

بلکہ اس کی خاک کے ذرے کائنات کیلئے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ یقیناً اسی وجہ سے علامہ اقبال کی اس کی نظم میں اللہ نے فرشتوں سے یوں خطاب کیا ہے:

ناخوش و بے زار ہوں میں مرمر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو

صاحبزادہ خورشید گیلانی لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم کے ہاتھوں تعمیر کیے گئے خانہ کعبہ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ وہ محتاج شرق و غرب نہیں کیونکہ اس کو نسبت، مشرق و مغرب سے نہیں بلکہ رب المشارق والمغارب سے ہے .... پاکستان والے مغرب کی طرف، مصر والے مشرق کی طرف، یمن والے جنوب کی طرف اور کئی دوسرے ممالک کے لوگ شمال کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں لیکن رخ سب کا بیت اللہ کی طرف ہوتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ مثابۃً للنّاس (مرکز انسانیت) ہے.......... (یہ) اس لیے کہ دنیا والوں کو اوطان اور نسل و زبان کی شیطانی چکر سے نکال کر ایک ہی سرکار کا بندہ اور ایک ہی دربار کا منگتا بنا دیا جائے تا کہ جبینِ انسانیت ہر سنگ در پر جھکنے سے بار بار خوار نہ ہو اور دامنِ آدمیت ہر ایک کے سامنے بھیک مانگنے سے شرمسار نہ ہو۔''

بندہ و صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے
تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

Marfat.com

مدینہ منورہ زاد اللہ شرفھا وتعظیمھا

ایک ایسا شہر جس کی زیارت کے لیے ہزاروں دل مچلتے ہیں۔ جس کی حاضری کے لیے لاکھوں لب بارگاہ ایزدی میں آرزوئیں پیش کرتے ہیں۔ جس کے دیدار کے لیے کروڑوں روحیں بے قرار رہتی ہیں۔ جس کے سفر کے لیے اربوں قدم بے چین رہتے ہیں۔ جس کے نظارے کے لیے کھربوں آنکھیں اشکبار رہتی ہیں۔

نعتوں میں ذکر مدینہ! باتوں میں ذکر مدینہ! دعاؤں میں ذکر مدینہ! صداؤں میں ذکر مدینہ! کتابوں میں ذکر مدینہ! خطابوں میں ذکر مدینہ! حدیثوں میں ذکر مدینہ! آیتوں میں ذکر مدینہ! تفسیروں میں ذکر مدینہ! تصویروں میں ذکر مدینہ! خوابوں میں ذکر مدینہ! خیالوں میں ذکر مدینہ! نیند میں ذکر مدینہ! اور بیداری میں بھی ذکر مدینہ۔

آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ وہاں ایک حسین گنبد ہے اور اس گنبد میں ایک تاجدار زمانہ آرام فرما ہیں۔ جس کے انوار سے زمین و آسمان چمک رہے ہیں۔ سورج چاند دمک رہے ہیں۔ عشق کے جام چھلک رہے ہیں۔ گل و گلزار مہک رہے ہیں۔ قدسی ستر ہزار جھلک رہے ہیں۔ جسم و جان ہمک رہے ہیں اور دل و دماغ کسک رہے ہیں۔ ایک ایسی ہستی! جس پر رب قدیر کی نگاہیں ہیں، عرش عظیم کے سائے ہیں۔ زمین و زماں کون و مکان، جسم و جاں، ہر شے جس کے اردگرد طواف کر رہی ہے۔

Marfat.com

بقول ریاض حسین چوہدری:

''مدینہ، شہر بے مثال پورے عالم کا مرکز نگاہ ہے۔ اس کی خلد آگیں فضاؤں میں سرور کائنات نبی رحمت ﷺ کے انفاس پاک کی خوشبو رچی ہوئی ہے جس سے یہ خطۂ جنت نظیر اب تک مرجع خلائق ہے......... شاداب اور خنک موسم جس کے نعلین پاک کی برکت سے وجود پاتے ہیں۔ خوشبوئیں جس کے طواف میں مصروف رہتی ہیں۔ صبا جس کی بلائیں لیتی ہے۔''

اللہ رے کیا مدینہ کی آبرو
خورشید بھی گیا تو وہاں سر کے بل گیا

وہ مدینہ! جس کو حضور ﷺ کا دارالہجرت، جائے سکونت اور آخری آرام گاہ ہونے کا شرف ملا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ننانوے ناموں کی طرح اس کے بھی سیرت کی کتابوں میں ننانوے نام ہیں۔ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ بھی حرم ہے۔ تمام شہروں میں افضل ترین شہر ہونے کا اعزاز بھی اسے ہی حاصل ہے۔ جس کو فتنۂ دجال اور طاعون سے محفوظ و مامون رکھا گیا۔ جس کی مٹی کو خاک شفا کا درجہ حاصل ہے۔ جس کی سکونت باعث خیر و برکت ہے۔ جس کی مصیبتوں پر صبر، شفاعت مصطفیٰ ﷺ کا اجر رکھتی ہے۔ جس کے رہنے والوں سے برائی کا ارادہ کرنے والا دوزخ میں نمک کی طرح گھل جائے گا۔ جس کی ہر نماز پہ پچاس ہزار نمازوں کا اجر ہے۔ جس کی کھجوریں دافع بلا ہیں۔ جس میں محبوب خدا کا محبوب پہاڑ اُحد کھڑا ہے۔ جس کی وادیاں جنت کی

Marfat.com

وادیاں ہیں جس کی زمین پر موت باعث شفاعت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ جس کو فدکِ بیر جھک جھک سلامِ نیاز پیش کرتا ہے۔

سارے یورپ کی خاک چھاننے کے بعد اقبال نے جب مدینہ کو دیکھا تو اس کی مٹی کی خوشبو نے اقبال کی روح کو بے قرار کر دیا اور وہ پکار اٹھی:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

بقول کسے! اے شہر خاتم الانبیا ﷺ :

تری عظمتوں اور شانوں کو سلام
تری رفعتوں اور بلندیوں کو سلام
ترے اعزازات اور انعامات کو سلام
ترے مکینوں اور باسیوں کو سلام
ترے مسکینوں اور ضعیفوں کو سلام
ترے گداؤں کی صداؤں کو سلام
ترے گلی کوچوں میں کھیلتے بچوں کو سلام
تری خاک میں مدفون خوش نصیبوں کو سلام
تری پاکیزہ ہواؤں اور معطر فضاؤں کو سلام
ترے میدانوں مرغزاروں اور پہاڑوں کو سلام

میرے بہت ہی محترم محمد اخلاق قریشی صاحب ان بندگانِ خدا میں سے ہیں۔ جن کی زبان ہر وقت ذکر و درود سے تر و تازہ رہتی ہے اور دل ہر

Marfat.com

لمحے خانہ خدا و بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے لیے دھڑکتا ہے۔ مکہ و مدینہ زادھما اللہ شرفاً کی حاضری ہی ان کے لیے سب سے بڑی سوغات ہے اور باقی ساری دنیا ان کی نظر میں لاشئے ہے۔ آج تک سچے عشاقان نے دنیا بھر کی سیر و سیاحت کو مطمح نظر اور ان کے سفرناموں کو اپنا موضوع سخن بنانے کی بجائے مکہ و مدینہ کے سفر کو اپنا مقصد حیات اور ان کے تذکروں کو اپنے قلم کی زینت بنایا ہے تاکہ بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چلیں اور قلب پریشاں کو پھر عشق خدا و عشق مصطفیٰ ﷺ سے سرشار کریں۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما

قاضی محمد غوث ایم اے
ایڈیٹر ماہنامہ زم زم بہاول پور
ناظم مدرسہ انوار القرآن الکریم
بہاول پور

۲۰ مئی ۲۰۰۵ء

84235

Marfat.com

تقریظ

محترم محمد اخلاق قریشی صاحب نے اپنے سفرنامۂ عمرہ ''رحمت کی برکھا'' کے بعد ۲رنومبر ۲۰۰۳ء سے ۸ر دسمبر ۲۰۰۳ء تک عمرے کے سفرنامے بعنوان ''گنبدِ خضریٰ کے سائے میں'' کو قلم بند کیا ہے۔ جس کے ایک ایک لفظ سے اللہ اور اس کے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کی والہانہ محبت ہویدا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو انہیں بچپن سے اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کی والہانہ محبت سے حاصل ہوا ہے۔ خصوصاً ان کو حضرت قبلہ والد صاحب پیر طریقت سیّد قاری محمد حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمہ سے جو ارادت و عقیدت تھی، ان کی صحبت نے ان کے قلب میں عشق مصطفوی ﷺ کا جذبہ بیدار کیا۔ کیا خوب کہا ہے مولانا روم نے ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

وہ زندگی بھر آڈٹ کے شعبے سے وابستہ رہے، لیکن یہ عشقِ رسول ﷺ کا زندہ معجزہ ہے کہ الفاظ خود ہاتھ باندھے ان کے جذبے کے اظہار کے لیے ان کے قلم سے نکلتے چلے جاتے ہیں اور یوں ان کا سفرنامہ، سفرنامۂ محبت کی صورت میں ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اس سفرنامے کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک ایک لمحے کی تفصیل انہوں نے قلم بند کی ہے۔ کس تاریخ کو کس

Marfat.com

وقت اور کس طرح روانہ ہوئے؟ عمرے کے ویزے کے حصول سے منزلِ مراد تک کے سفر کی تفصیلات اپنی جزویات کے ساتھ قلمبند کی ہیں کہ اس منزل کے راہی کو ان کے نقوشِ قدم پر چلتے ہوئے کوئی دشواری نہ ہو۔ مثلاً ایک جگہ وہ اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں:

جس بس میں سوار ہیں، اس سے تھوڑی دیر کیلئے باہر کام سے آئے ہیں کہ بسوں کے سیلاب میں ان کی اپنی بس غائب۔ اگر وہ اس کا نمبر یاد کر لیتے تو اس کی تلاش آسان ہو جاتی۔

گویا، مسافرانِ حرم کو یا عام مسافروں کو بظاہر معمولی اور قیمتی نصیحت ملتی ہے کہ سفر میں معمولی سی چوک سے کتنی پریشانی ہو سکتی ہے اور اگر ان معمولی باتوں کا خیال رکھا جائے تو کتنی بڑی پریشانیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ سفر ہی کے حوالے سے مجھے یاد آیا کہ مولانا روم نے ایک جگہ ایک حدیث پاک کے حوالے سے سفر کے ایک اہم پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے کہ

"استر ذہبک ذہابک و مذہبک"

(کہ چھپاؤ (دورانِ سفر) اپنا منزلِ سفر، زادِ سفر اور مذہب۔)

ذرا غور کیجئے کہ کیا عمدہ نصیحت ہے کہ جس سے ہزار پریشانیوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ عمرہ اور حج کے سفر میں جو پریشانیوں کا سامان ہو سکتا ہے، اس سفرنامے میں ان کے لیے روشنی کا سامان ملتا ہے اور سب سے بڑھ کر عشق اور ادب کا جو جذبہ اس سفرنامے سے اذہان وقلوب کو ملتا ہے وہی اس کا ماحصل ہے، انہوں نے اس سفرنامے کا انتساب ہی حضور نبی کریم ﷺ کی

Marfat.com

ذاتِ والا صفات سے کیا ہے۔اس کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے

وہ عشق انتساب جسے ہو حضور ﷺ سے
ہے معتبر بھی اور فنا ناپزیر بھی!

وہ کیفیتیں اور روحانیت کے وہ پرسرور لمحے جو دیارِ مقدسہ میں انہیں حاصل ہوئے، میری دعا ہے کہ وہ اس سفرنامے کے وسیلے سے پڑھنے والوں کے دلوں میں بھی عشق و محبت کے چراغ روشن کر دیں۔ یہی وہ جذبہ ہے جو ہماری انفرادی اور اجتماعی روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ یہی وہ عشق ہے جس کے لیے اقبال نے کہا:

عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات
عشق سے نورِ حیات عشق سے نارِ حیات

عشقِ رسول ﷺ کی تابانی اور گرمی سے خدا کرے ہمارے وطن کا ذرہ ذرہ روشن ہو جائے کہ یہی مقصودِ حیات ہے۔ اسی میں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی نجات ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد عارف
شعبۂ اُردو و اقبالیات
اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

۲۵ مئی ۲۰۰۵ء

Marfat.com

باب اوّل

اُم القریٰ میں لیل و نہار......سحر و افطار

''رحمت کی برکھا'' کی اشاعت کے بعد طبیعت افسردہ اور مضمحل رہی۔ دن رات یہ خیال دامن گیر تھا:

اک تشنۂ دیدار پہ ہو جائے کرم اور
اک بار بلا لیجئے اے شاہِ اُمم اور

سوچتا تھا کہ دیکھیں کب آقا و مولیٰ سیدِ رحمتِ دو عالم، روحِ انس و جاں، احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اس ناچیز پُرتقصیر کو اپنی حاضری کا دوبارہ شرف عطا فرماتے ہیں۔ اس مرتبہ ارادہ نہایت ہی ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا تھا کہ عمرہ اور حاضری روضہ رسول ﷺ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ہو اور اس سے بھی بڑھ کر دلی آرزو یہ کہ آخری عشرہ گنبدِ خضریٰ کے سائے تلے اعتکاف میں گزرے۔ نبی کریم ﷺ کی شفاعت میسر آئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہو۔ الحمدللہ اس خواہش عظمیٰ کی تکمیل ہوئی۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا آقا کو مانگ کر
اُٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

Marfat.com

یکم مارچ ۲۰۰۲ء کو میں نے شہر میں ایک کمیٹی ۳۰۰۰ روپے ماہوار کے حساب سے شروع کی۔ ارادہ یہی تھا کہ ڈیڑھ سال بعد جب کمیٹی مکمل ہو گی تو جو رقم مبلغ ۵۴۰۰۰ روپے ملے گی اس میں کچھ رقم مزید شامل کر کے عمرہ کی سعادت رمضان المبارک میں حاصل کروں گا۔ اگست ۲۰۰۳ء میں ۵۴۰۰۰ روپے ملے تو عثمان ٹریول ایجنسی فوارہ چوک سے رابطہ کیا۔

قصہ مختصر اہلیہ اور اپنے کے پاسپورٹ اور شناختی کارڈ جمع کرائے جب ہماری ایک بھانجی کو علم ہوا کہ ہم لوگ عمرہ کرنے کی سعادت کرنے والے ہیں تو اس نے بھی ہمارے ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا کیونکہ اس کا خاوند اعجاز خالد مدینہ منورہ میں پچھلے دس سال سے مقیم ہے اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔ لہٰذا اس کا بھی پاسپورٹ عثمان ٹریول کے پاس جمع کرا دیا اور نیا شیڈول دے دیا کہ رمضان المبارک کے پہلے ہفتے میں جانا ہے۔ اِدھر ویزہ کی منظوری آئی میں نے چھٹی کی درخواست دے دی جو جناب ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر عمران احمد صاحب نے فوراً منظور فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دین و دنیا کی حقیقی نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔

ہماری چار سیٹیں مورخہ ۲ نومبر ۲۰۰۳ء بذریعہ شاہ رکنِ عالم ایکسپریس سے بک تھیں جبکہ دو سیٹیں حاجی محمد رمضان اور اس کے بیٹے محمد رضوان قریشی کی اکانومی کلاس میں تھیں وہ ہمیں کراچی الوداع کہنے کے لیے ہمارے ساتھ تھے۔ گاڑی صبح ۹ بجے بہاول پور اسٹیشن پر پہنچی لیکن ہماری بھانجی منزہ حبیب اور اس کے بچے ڈیرہ بکھا سے اسٹیشن پر نہ پہنچ سکے۔ جب گاڑی ۹ بجکر ۲۰ منٹ پر

Marfat.com

روانہ ہونے والی تھی تو اس کی دو ٹکٹیں واپسی کر دیں۔ ہماری گاڑی ۹:۲۵ بجے کراچی پہنچی اور ہم نے خالد اور سیمی کے پاس واقع بفرزون میں قیام کیا تاہم رات کو اس کے پیچھے آنے والی ٹرین شالیمار سے منزہ حبیب مع اپنے دو بچوں کے اپنے بڑے بھائی راشد حبیب کے ساتھ کراچی پہنچ گئیں۔ میرا داماد اور بھتیجا محمد افضل قریشی بھی ان کے ساتھ رحیم یار خان سے کراچی پہنچا۔

دوسرے دن ہم عثمان ٹریول ایجنسی واقع کراچی کینٹ نزد ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ ہماری پانچ سیٹیں بذریعہ SV-3701 فلائٹ مورخہ ۶ نومبر ۲۰۰۳ء رات ۱۱ گیارہ بجے برائے جدہ کنفرم ہو گئیں۔ ۶ نومبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات ہم لوگ بفرزون میں افطاری کرنے کے بعد کراچی ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ ایئر پورٹ جا کر احرام باندھا۔ کسٹم اور امیگریشن کے مراحل سے گزرنے کے بعد جب ہوائی جہاز میں سوار ہونے کے لیے متعلقہ گیٹ پر پہنچے تو ہمیں روک لیا گیا کہ آپ پانچ افراد ہیں بورڈنگ پاس چار افراد کا جاری ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔ یہ تو کسٹم آفیسر کو چاہیے تھا کہ پانچ پاس جاری کرتا جس پر مجھے جواب ملا کہ آپ پڑھے لکھے ہیں آپ نے چار پاس کیوں قبول کیے۔ چنانچہ ہمارے لیے یہ حکم صادر ہوا کہ آپ یہ فلائٹ چھوڑ دیں یا اپنی بھانجی اور بچوں کو واپس بھیجیں اور آپ دونوں ہوائی جہاز پر سوار ہو جائیں۔ بڑی پریشانی لاحق ہوئی اِدھر ہوائی جہاز کے اُڑنے کا وقت قریب آ گیا۔ خدا بھلا کرے وہاں کھڑی ہوئی ایک لیڈی آفیسر کا جس نے مفید مشورہ دیا کہ ایک زائد بورڈنگ پاس جاری کیا

Marfat.com

جائے اور ایک آفیسر خود جا کر ان اصحاب کو بٹھا کر آئے۔ چنانچہ ان کی تجویز پر عمل درآمد ہوا اور ہمیں جلدی جلدی ہوائی جہاز میں سوار کرایا اور الحمدللہ جونہی اپنی سیٹوں پر براجمان ہوئے اسی وقت اناؤنسمنٹ شروع ہوئی۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ رات گیارہ بجے جہاز کراچی سے روانہ ہوا جہاز اب جدہ کے لئے محوِ پرواز تھا۔ دورانِ پرواز ہم مسلسل تلبیہ (الھم لبیک) پڑھ رہے تھے۔ پاکستانی وقت کے مطابق صبح ۴ بجے جدہ پہنچ گئے۔ اس وقت سعودی عرب کے وقت کے مطابق رات کے ۲ بجے تھے۔ ہم نے اپنی گھڑیاں دو گھنٹے پیچھے کر لیں کیونکہ پاکستان اور سعودی عرب کے معیاری وقت کے درمیان دو گھنٹے کا فرق ہے۔ یہاں پر بھی کسٹم اور امیگریشن کے صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑا اور شومیٔ قسمت جب امیگریشن کا مرحلہ آیا تو آفیسر نے سخت رویہ اختیار کیا۔ بچوں کے نام ایک دوسرے سے نہیں ملتے تھے۔ منزہ حبیب کی تین سالہ بیٹی کا نام تحریم اعجاز ہے یعنی اعجاز کی بیٹی تحریم جبکہ شیر خوار بیٹے کا نام حسن نواز رکھا گیا۔ سعودی عرب کے امیگریشن آفیسر نے سوال کیا کہ بیٹے کا نام حسن نواز کیوں ہے حسن اعجاز کیوں نہیں؟ منزہ حبیب نے سمجھانے کی کوشش کی کہ اس کے والد اعجاز خالد نے اس کا نام اپنے والد کے نام پر رکھا کیونکہ اعجاز کے والد کا نام نواز تھا۔ بہت بحث ہوئی تقریباً ۴۵ منٹ تک ہمیں وہیں کھڑا رکھا گیا۔ ہمارے پیچھے تمام مسافر لائن میں کھڑے پریشانی کے عالم میں اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ ہمیں فارغ کرتے تو ان کی باری بھی آتی دونوں ایک دوسرے کو سمجھ نہیں

Marfat.com

پا رہے تھے۔ لہٰذا ایک مترجم کو بلایا گیا جس نے آفیسر کو سمجھایا کہ حسن کا نام اس کے دادا کے نام پر رکھا ہے جبکہ بیٹی کا نام اس کے باپ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ تب جا کر ان کی تسلی ہوئی اور تقریباً ۴ بجے ہم جدہ ائیر پورٹ سے باہر آئے تو اعجاز خالد کو باہر کھڑے ہوئے پایا۔ خوشی ہوئی اعجاز خالد سے مخاطب ہوتے ہوئے اور ان کے بچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے کہا: ع

ہم لائے ہیں طوفان سے کشتی نکال کے

لیکن یہ خوشی عارضی ثابت ہوئی کیونکہ باہر کھڑے ہوئے معلم اور اس کے کارندوں نے ہمارے ٹکٹ اور پاسپورٹ قابو کر لئے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہاں کا سسٹم تبدیل ہو چکا ہے۔ یہ لوگ ہمیں خود اپنی بسوں میں بٹھا کر مکہ مکرمہ لے جائیں گے۔ ایک دو دن کسی ہوٹل میں ٹھہرا کر تب ہمارے پاسپورٹ واپس کریں گے اور ٹکٹ اپنے پاس ہی رکھیں گے لیکن اعجاز خالد اپنے ایک دوست ٹیکسی ڈرائیور محمد طارق کو ساتھ لیکر آیا تھا اس کا اصرار تھا کہ یہ لوگ ہمیں پاسپورٹ واپس کریں تو ہم اپنی ٹیکسی پر مکہ مکرمہ جائیں۔ وہ پاسپورٹ لینے کی کوشش کرتا رہا۔ ادھر سحری کا وقت ختم ہو رہا تھا جلدی جلدی اعجاز خالد دال چاول دہی اور پیپسی کولا کی بوتلیں لے کر آیا اور ہم نے سحری کھائی۔ تھوڑی دیر بعد فجر کی اذان شروع ہو گئی اور ہم نے ائیر پورٹ مسجد میں ہی فجر کی نماز ادا کی دو تین گھنٹوں کی مسلسل تگ و دو کے بعد صرف دو پاسپورٹ مل سکے۔ تیسرا پاسپورٹ گم ہو گیا تھا مل نہیں رہا تھا۔ بڑی پریشانی

Marfat.com

کے عالم میں بڑے کرب کی حالت میں مَیں نے درود شریف تجینا کا ورد شروع کردیا دوسو یا تین سو بار درود شریف پڑھا تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور محمد طارق جو جہلم کا رہنے والا تھا آیا اور اطلاع دی کہ انکل آپ کا پاسپورٹ مل گیا ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جلد ہی اعجاز خالد ہمارے تینوں پاسپورٹ لیکر آ گیا اور ہم لوگ صبح آٹھ بجے جدہ سے مکہ مکرمہ کیلئے روانہ ہو گئے۔

جدہ ائیر پورٹ سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ ۶۰ کلو میٹر کے لگ بھگ ہے۔ دو رویہ سڑک تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ دورانِ سفر کوئی جھٹکا نہیں لگتا۔ سعودی عرب میں بڑی بڑی دو رویہ سڑکیں ہونے کی وجہ سے گاڑیوں کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہوتا ہے۔ ہم تقریباً دو گھنٹوں میں مکہ معظمہ پہنچ گئے اور ہم نے امن والے شہر میں داخل ہونے پر مسنون دعائیں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ کا محبوب ترین شہر اب ہماری نظروں کے سامنے تھا۔ دور سے بیت اللہ کے مینار نظر آئے تو طبیعت شاداں و فرحاں ہو گئی۔ ہم نے دارالحکمی ہوٹل میں جانا تھا لیکن رمضان المبارک کا جمعہ ہونے کی وجہ سے تمام راستے بلاک ہو گئے تھے۔ اتفاق سے برخوردار ذیشان اور اس کا کزن اور حاجی محمد یوسف صاحب کے فرزند ارجمند عمرہ کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آئے ہوئے تھے ان کے موبائل پر ٹیلیفون کر کے ان کو بلایا اور تاکید کی کہ حرم شریف کے باہر فلاں جگہ پر آ جائیں اور سامان کو کسی ہوٹل میں لے جائیں تاکہ ہم بخوبی عمرہ ادا کر سکیں۔ جب ہماری ٹیکسی حرم شریف کے باہر اس مخصوص مقام پر پہنچی تو ان تینوں کو اسی مقام پر پایا۔ تینوں احرام

Marfat.com

باندھے کھڑے تھے اور انہوں نے اپنا عمرہ مکمل کر لیا تھا۔ سامان ان کے حوالے کیا اعجاز خالد اور ان کے بچے بھی سامان کے ہمراہ چلے گئے۔ اعجاز خالد نے ہمیں مغرب کی نماز کے بعد باب الملک عبدالعزیز کے سامنے آنے کا کہا ہم نے طواف سے اپنا عمرہ شروع کیا۔ حجرِ اسود کا استلام کیا۔ طواف کے دوران مسنون دعائیں یعنی حجرِ اسود سے رکن یمانی تک تیسرا کلمہ تمجید اور دیگر مسنون دعائیں جن کا کتاب الحج میں ذکر ہے اور رکن یمانی سے حجرِ اسود تک رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الجنت مَعَ الْاَبْرَارْ یَا عَزِیْزُ یَاغَفَّارُ یَارَبُّ الْعٰلَمِیْن۔ پڑھیں اس طرح سات چکر مکمل کیے آٹھویں دفعہ حجرِ اسود کا استلام کر کے مقامِ ملتزم پر حاضر ہو گئے۔ خانہ کعبہ کے غلاف سے لپٹ کر خوب رو رو کر دعائیں مانگیں رحمت کے پرنالے کے نیچے کھڑے ہو کر دعائیں کیں اور پھر مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعت نماز واجب الطّواف ادا کی۔ آبِ زم زم اس لئے نہیں پی سکتے تھے کہ روزہ تھا۔

حاجیوں اور زائرین کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ سعی صفا مروہ کرنے سے پہلے نویں مرتبہ استلام کرنا یعنی کالی پٹی پر آ کر حجرِ اسود کو ہتھیلیوں کے اشارے سے سلام کرنا ضروری ہے۔ ہم نے سعی صفا مروہ پر جانے سے پہلے جمعتہ المبارک کی نماز ادا کی کیونکہ صلوٰۃ الجمعتہ کا وقت ہو چکا تھا۔ میں اذان سے پہلے صف میں شامل ہو گیا اور چار سنتیں ادا کرنے کے بعد جمعتہ المبارک کا خطبہ شروع ہو گیا۔ جمعہ کی ادائیگی کے بعد سعی کیلئے صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئے ہم

Marfat.com

نے اوپر پہنچ کر سعی کی نیت کی اور صفا سے مروہ کی طرف روانہ ہوئے۔

خیال رہے کہ یہ دونوں پہاڑیاں مسجدِ حرام کی حدود میں ہیں۔ سعی کے دوران جب بھی نماز کا وقت ہوتا ہے تو سعی کرنے والے اسی جگہ نماز میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ۱۹۹۴ء سے قبل جب میں نے ابھی حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل نہیں کی تھی تو میں سوچا کرتا تھا ہر نماز کے وقت سعی کرنے والے کس طرح نماز با جماعت ادا کرنے کیلئے خانہ کعبہ جاتے ہوں گے۔ صفا سے مروہ تک ایک چکر اور اسی طرح مروہ سے دوبارہ صفا دوسرا چکر اس طرح ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوا۔ سعی کے دوران مردوں کو سبز لائٹ کے درمیان تیز تیز چلنا ہوتا ہے کیونکہ اسی جگہ حضرت بی بی حاجرہ علیہا السلام نے آبِ زم زم کے مقام پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لٹا کر پانی کی تلاش میں صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے تھے اور سبز لائٹ والے مقام پر تیز تیز چلی تھیں لہٰذا اس مقام پر تیز تیز چلنا مرد حضرات کیلئے حضرت حاجرہ علیہا السلام کی سنت قرار دے دیا گیا اور اس سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

مَیں اس مقام پر سعی کے دوران اُس زمانے کا تصور کر رہا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو یہاں چھوڑ گئے تھے۔ خلیل اللہ علیہ السلام کا امتحان یہ ہی نہیں تھا کہ وہ اپنی وفا شعار بیوی اور معصوم بیٹے سے جدا ہو رہے تھے بلکہ اس سے بڑا امتحان یہ تھا کہ ایک عظیم پیغمبر جس کا مقصد انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلے کو سلامتی کا راستہ دکھانا تھا اپنی زندگی کی عظیم ترین متاع کو ایک ویرانے میں چھوڑ

Marfat.com

کر جا رہا تھا، جہاں ان کے زندہ رہنے کے کوئی ظاہری اسباب نہ تھے۔ جہاں دن کی تیز دھوپ میں چاروں اطراف مہیت اور بے رحم پہاڑیوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ جہاں جھلس دینے والی ہواؤں کی سرسراہٹ کے سوا کوئی آواز نہ تھی اور پھر غروب آفتاب کے بعد تاریک لبادے میں یہ پہاڑیاں کتنی ہولناک اور بھیانک معلوم ہوتی ہوں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو اس مقام پر چھوڑ کر آئے تھے جس کا ایک ایک ذرہ کہہ رہا ہوگا کہ یہ جگہ انسانوں کے لیے نہیں۔ خالق اکبر نے اس سے قبل کسی بندے کو اتنی بڑی آزمائش میں نہیں ڈالا تھا اور انسانی تاریخ اس عزم و ثبات اور حوصلے کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے جس کا مظاہرہ خلیل اللہ علیہ السلام نے کیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے کمسن بچے اسماعیل علیہ السلام کو اس بھیانک ویرانے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ بچے کے ہونٹ پیاس سے خشک ہو رہے تھے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اسے زمین پر لٹانے کے بعد کبھی بھاگ کر صفا کی طرف جاتی تھیں کبھی مروہ کی طرف۔ وہاں پانی کے مطلق آثار نہ تھے۔ لیکن خلیل اللہ علیہ السلام کی بیوی نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا نہیں سیکھا تھا۔ بارگاہِ ایزدی سے دعاؤں کا جواب آیا اور خشک زمین کے سینے سے جہاں پر حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی ایڑھیاں رگڑ رہے تھے پانی کا دھارا پھوٹ نکلا۔ جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگا رہی تھیں تو اس وقت یہ کون کہہ سکتا تھا کہ ان کا یہ اضطرابی فعل آنے والے ادوار میں کروڑوں انسانوں کے لیے ایک سنت بن جائے گا اور جب ایک

Marfat.com

بھولے بھٹکے قافلے نے چشمے کو دیکھ کر اس کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے تھے تو کون کہہ سکتا تھا کہ قیامت تک اطراف عالم سے ان گنت قافلے آبِ زم زم سے پیاس بجھانے کے لیے آتے رہیں گے۔ آج صدیاں گزر جانے کے بعد جس طرح چوبیس گھنٹے کعبے کا طواف ہوتا ہے اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان انسانوں کا ہجوم رہتا ہے۔ خیال رہے کہ ان چوبیس گھنٹوں میں طواف اور سعی موقوف ہو جاتے ہیں جب امام کعبہ فرض نماز کی نیت باندھتے ہیں۔ جونہی امام صاحب فرض نماز کے بعد سلام پھیرتے ہیں طواف اور سعی دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ رمضان المبارک میں تراویح نماز ہو رہی ہوتی ہے اس وقت بھی طواف/سعی جاری رہتا ہے۔ قارئین کرام کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ باجماعت فرض نماز کی کس قدر اہمیت ہے کہ طواف اور سعی بھی موقوف ہو جاتے ہیں۔

سعی مکمل کرنے کے بعد مروہ پہاڑی کے باہر حجام کی دوکان سے سر پر اُسترا پھروایا اور اس طرح مغرب کی نماز سے پہلے میں اور اہلیہ عمرہ کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے۔ ابھی مغرب کی نماز میں کافی وقت باقی تھا میں نے قرآن شریف کی تلاوت کی اور ہم پاکستان سے حسب سابق ۳۰ سپارے موٹے موٹے حروف والے ساتھ لے کر گئے تھے۔

بابِ عبدالعزیز کے اندر مغرب کی نماز سے پہلے افطاری کا سامان آنا شروع ہوا۔ پلاسٹک کا دستر خوان بچھا دیا گیا پہلے اعلیٰ اقسام کی تازہ کھجوریں رکھی گئیں۔ پھر دہی، ڈبل روٹی، حلوہ، مکھن اور آخر میں آبِ زم زم کے

Marfat.com

پلاسٹک کے گلاس۔ اذان شروع ہوتے ہی ہم نے روزہ افطار کیا۔ مغرب کی نماز کے بعد باب عبدالعزیز کے باہر اسی مقام پر پہنچ گئے۔ اعجاز خالد اور اس کے بچوں کو منتظر پایا۔ وہ ہمیں اپنے ساتھ اپنے ہوٹل عابدین لے گئے جہاں ہمارا سامان پڑا ہوا تھا۔ ہم نے ہلکا پھلکا کھانا ہوٹل عابدین میں کھایا وہ جگہ باب العمرہ کے باہر خالد بن ولید روڈ سے ملحق تھی۔ وہیں سے اعجاز خالد نے اپنے موبائل پر سیف اللہ صاحب اور صفدر صاحب کو ہوٹل دارالحکمی میں ٹیلیفون کیا کہ اخلاق صاحب ہمارے ہوٹل عابدین میں ٹھہرے ہوئے ہیں جگہ کا محل وقوع بھی سیف اللہ کو سمجھا دیا اور کہا کہ آپ عشاء کے بعد آ جائیں اور اخلاق صاحب اور ان کی اہلیہ مع سامان اپنے ہوٹل دارالحکمی لے جائیں کیونکہ ہمارا کمرہ اس ہوٹل میں ریزرو تھا۔ یہ انتظام ہم نے پاکستان میں ہی کر لیا تھا۔

میں عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے جب روانہ ہوا تو بڑے اعتماد سے میں نے یہ بات اعجاز خالد کو کہی کہ یہ جگہ تو ہماری دیکھی بھالی ہے کیونکہ ۱۹۹۴ء میں بھی ہمارا قیام اسی جگہ ہوٹل ''دار بن (ماضی)'' میں تھا اور ۱۹۹۶ء میں بھی خالد بن ولید روڈ پر ہوٹل ''دار بن (ماضی)'' میں ہم رہائش پذیر تھے۔ مَیں پہلے ہوٹل سے عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے نکلا اور جاتے وقت اہلیہ صاحبہ نے کہا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر جلدی واپس آ جانا کیونکہ سیف اللہ صاحب بھی ہمیں دارالحکمی سے لینے کے لئے آ جائیں گے کہیں طواف کرنے شروع نہ کر دینا۔

میں اس قدر خود اعتمادی کا شکار تھا کہ نہ تو میں نے عابدین ہوٹل کا

Marfat.com

کارڈ حاصل کیا اور نہ ہی عابدین ہوٹل کے نام کو اپنے ذہن میں بٹھا سکا باب العمرہ میں داخل ہو کر عشاء کی نماز پڑھی اور اس کے بعد تراویح، سنتیں اور وتر دعا مانگ کر واپس ہوا پونے آٹھ بجے سے ہوٹل عابدین کو تلاش کرنا شروع کیا پہلے تو عابدین ہوٹل کا نام بھول گیا۔ ایک مبہم سا نام عابدیہ یاد رہا وہ بھی یقین سے نہیں میں راستہ بھول چکا تھا۔ میں چکر لگاتے لگاتے بڑی اونچی اونچی سیڑھیاں چڑھتا رہا کیونکہ وہ ہوٹل بھی سیڑھیاں چڑھ کر آتا تھا لیکن ہوٹل نہ ملا رات گیارہ بج گئے۔ میرا گلا خشک ہو گیا سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے اور لوگوں سے عابدین ہوٹل کا پتہ پوچھتے پوچھتے کچھ لوگوں نے صحیح نشاندہی بھی کی لیکن میں ایسی خوداعتمادی میں گھرا ہوا تھا کہ میں اس طرف گیا ہی نہیں حالانکہ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی طرف ہوٹل عابدین واقع تھا۔ آخر تھک ہار کر ہوٹل الموذن پہنچا جو کہ خالد بن ولید روڈ پر واقع ہے اس ہوٹل کے منیجر محمد انور صاحب کو جو کہ بہاول پور کے رہنے والے ہیں اپنی بپتا سنائی انہوں نے اپنے ملازم کو میرے ساتھ بھیجا ہوٹل تلاش کرنے کے لئے لیکن کامیابی پھر بھی حاصل نہ ہوئی۔ واپس پھر موذن ہوٹل پہنچا انہیں مزید بتایا کہ دارالحکمی ہوٹل کے منیجر سیف اللہ کا ٹیلیفون نمبر اگر معلوم ہو جائے تو معاملہ حل ہو سکتا ہے کیونکہ انہیں اعجاز خالد نے عابدین ہوٹل کا محل وقوع ٹیلیفون پر سمجھا دیا تھا۔ دارالحکمی مکہ مکرمہ کے ہوٹل کا نمبر ان کے پاس نہ تھا میں نے گزارش کی کہ اس ٹیلیفون کا نمبر مدینہ منورہ میں مختار کلیار صاحب سے حاصل ہو سکتا ہے حسنِ اتفاق سے اُن کے پاس مختار کلیار کا موبائل نمبر تھا۔ اس موبائل نمبر سے مختار کلیار سے بات

Marfat.com

ہوئی اور میں نے بھی بات کی اور شکر الحمدُ للہ ان سے دارالحکمی کا ٹیلیفون نمبر ملا اور دارالحکمی سیف اللہ صاحب کو ٹیلیفون کیا۔ انہوں نے بتایا کہ عشاء کے بعد مَیں نے عابدین ہوٹل میں اخلاق صاحب کا تقریباً دو گھنٹے انتظار کیا لیکن وہ نہ آئے چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ فوراً موذن ہوٹل پہنچیں اور اخلاق صاحب کو لے کر ان کے گم شدہ ہوٹل عابدین تک پہنچائیں۔ نصف گھنٹے بعد سیف اللہ موذن ہوٹل پہنچے اور مجھے لے کر عابدین ہوٹل آئے۔ جہاں اعجاز خالد کے بچے اور اہلیہ کو کمرے میں محوِ انتظار بلکہ پریشان پایا۔ اسی وقت سیف اللہ صاحب گاڑی لے کر آئے۔ اپنا سامان ٹیکسی میں رکھا اور ہم الحمدُ للہ تقریبا ایک بجے علی الصبح اپنے ہوٹل دارالحکمی پہنچ گئے۔ شائد اللہ تعالیٰ کو میرے وہ کلمات پسند نہ آئے کہ یہ علاقہ میرا دیکھا بھالا ہے۔ اس واقعہ سے یہ سبق بھی حاصل ہوا کہ جب بھی اپنے ہوٹل سے پہلی بار باہر جائیں تو ہوٹل کا کارڈ ساتھ لے جانا نہ بھولیں۔

ایک واقعہ ۱۹۹۶ء میں ہوا جب میں حج پر گیا تھا۔ ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے جب مین اپنے ہوٹل سے نکلا تو فوراً پولیس والوں نے مجھے پکڑ لیا اور پاسپورٹ مانگا جو میرے پاس نہ تھا بلکہ ہوٹل میں پڑا ہوا تھا وہ مجھے تھانے لے گئے جو منیٰ میں واقع ہے۔ وہاں پر میری تصویر کھینچی میرے ساتھ اور لوگ بھی تھے میں نے پوچھا کہ تصویر کس لئے کھینچ رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ آپ کا ایک پاسپورٹ بنے گا اور دو تین دن میں آپ کو پاکستان بھیج دیا جائے گا۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ اسی رات ہم نے مدینہ منورہ جانا تھا میں بہت گڑگڑا کر اللہ کے حضور رویا اللہ کو میرا گڑگڑانا پسند آ گیا۔ ہمیں جب آفیسر کے سامنے

Marfat.com

پیش کیا گیا تو ان کو اشاروں میں سمجھایا کہ میں تو حج کیلئے آیا ہوا ہوں پاسپورٹ ہوٹل میں موجود ہے۔ آفیسر نے ہمیں جانے کا اشارہ کیا۔ اس طرح جان چھوٹ گئی اس دن سے یہ سبق ملا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جب بھی ہوٹل سے باہر نکلیں تو پاسپورٹ یا اس کی نقل آپ کے پاس ہونا ضروری ہے۔

ایک تیسری اہم بات بھی یہاں کرتا چلوں کہ دوران سفر حجاز مقدس جب بھی آپ بس سے اتریں ٹائلٹ میں جانے کیلئے یا ہوٹل میں جانے کے لیے یا کھانا کھانے کیلئے یا نماز پڑھنے کیلئے تو بس نمبر نوٹ کرنا ہرگز نہ بھولیں۔ میرے ساتھ ۱۹۹۶ء میں ایسا ہوا کہ حج سے پہلے مکہ مکرمہ سے دس کلومیٹر پہلے ہماری بس مغرب کی نماز کیلئے رُکی۔ مَیں نے بس کی جگہ کو دیکھا اور نماز کیلئے اُتر گیا چند ہی لمحوں بعد وہاں اسی قسم کی درجنوں بسیں آ آ کر رُکتی رہیں۔ جب میں نماز پڑھ کر آیا تو اسی قسم کی بیسیوں بسیں کھڑی نظر آئیں چونکہ میں نے بس نمبر نوٹ نہیں کیا تھا۔ اس طرح اپنی بس تلاش کرنا میرے لئے ناممکن ہو گیا۔ میں پریشان کھڑا تھا اور بسیں روانہ ہو رہی تھیں خوش قسمتی سے اسی بس میں بیٹھے ہوئے ایک ساتھی نے مجھے دیکھ لیا اور آنے کا اشارہ کیا۔ اس دن سے مَیں نے عہد کیا کہ میں جب بھی بس سے اتروں گا تو بس نمبر ضرور نوٹ کرلوں گا۔

یہ ۸ نومبر ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ کی تاریخ تھی۔ رحمتیں چھما چھم برس رہی تھیں۔ دل ذوق سے مچل رہا تھا۔ روح بیقرار تھی۔ سینہ محبتوں سے معمور تھا۔ رحمتِ ایزدی نے ساتھ دیا اور صحت و عافیت کے ساتھ آج پانچ نمازیں بیت اللہ شریف میں ادا ہوئیں۔ فجر کی نماز کے بعد طواف کیا جناب محمد انور

Marfat.com

صاحب منیجر الموذن ہوٹل سے مغرب کی نماز کے بعد ملاقات کی۔ ان کا شکریہ ادا کیا اور انہیں اپنی کتاب ''رحمت کی برکھا'' دی۔ آج صرف دو طواف ہوئے کیونکہ ایک تو مکہ مکرمہ میں گرمی تھی اور دوسرے روزے کی حالت۔

۹ نومبر ۲۰۰۳ء بروز اتوار مولیٰ تعالیٰ کے کرم اس کی بخشش اور عنایت کے صدقے آج بھی دو طواف ہو گئے۔ جس طرح چوک کے اردگرد اگر کوئی شخص سارا دن گھومتا رہے تو اسے کسی نقصان کا خطرہ یا حادثہ کا خدشہ نہیں ہوتا اسی طرح خانہ کعبہ جو ساری دنیا کا محور و مرکز ہے اس کے اردگرد جتنے طواف کیے جائیں انسان اتنا ہی پرسکون و پرامن رہتا ہے۔

۱۰ نومبر ۲۰۰۳ء بروز سوموار میں ٹکٹوں کے بارے میں فکرمند تھا کیونکہ ٹکٹ معلم کے پاس تھے۔ لہٰذا بعد نمازِ فجر پاکستان ہاؤس گیا انہوں نے بتایا کہ یہ معاملہ آپ کے اور معلم کے مابین ہے۔ لہٰذا ہمارے متعلق نہیں ہے پاکستانی ڈاکٹر آغا اشفاق احمد شکار پوری سے بلڈ پریشر چیک کرایا جو کہ نارمل تھا۔ پاکستان ہاؤس سے واپسی پر میں اپنی خوش بختیوں پہ ناز کرتا ہوا مولدِ رسول ﷺ پر پہنچا یعنی حضور ﷺ کی جائے پیدائش۔ یہ دن میرے لئے مسرتوں خوشیوں اور فرحتوں کا دن تھا کیوں کہ یہ دن مولدِ رسول ﷺ سے نسبتِ خاص رکھتا ہے۔ میرا ذہن کہہ رہا تھا کہ آج مولدِ رسول ﷺ کی زیارت سے دل کو ٹھنڈک اور جگر کو سکون بخشا جائے۔

Marfat.com

تخلیق نورِ مصطفیٰ ﷺ

جب خالق و معبود قادرِ مطلق عرش، کرسی، آسمان، لوح و قلم، آفتاب، ماہتاب، جنت و دوزخ الغرض عالمِ کائنات کی کل کائنات تخلیق کر چکا تو چاہا کہ اپنی ذاتِ پاک کا اظہار کرے اور اس کے محبوب کریم ﷺ کے ذکر و محبت کا چار دانگ عالم میں شہرہ ہو چنانچہ اس نے اپنے نور سے اپنے محبوب کریم ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا اور ستر ہزار حریری خوبصورت پردوں میں چھپا کر رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے پیشانیِ عرش پر اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کا اسم پاک رقم فرمایا۔ ملائکہ حور و غلمان کو وجود بخشا۔

محبوب کو ہمیشہ آخر میں بھیجا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محبّ اپنے محبوب سے زیادہ عرصہ جدا نہیں رہنا چاہتا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم روف الرحیم ﷺ تک جن اصلاب و ارحام میں منتقل ہوتا رہا وہ سب کے سب نفوس عالی نسب و عالی مرتبت باوقار و ذی احترام تھے۔ ان میں انبیاء و رسل بھی تھے اور غیر نبی بھی وہ تمام کے تمام کفر و شرک و الحاد سے کوسوں دور تھے۔ باکردار و عفت مآب تھے۔ ان کے شب و روز گناہوں سے آلودہ نہیں تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس کا محبوب ﷺ پاک ہے۔ لہٰذا حاملان نورِ مصطفیٰ ﷺ بھی پاک تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نکاح سے

Marfat.com

ظاہر ہوا ہوں، ناجائز طریقے سے ظاہر نہیں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک جب کہ میری والدہ محترمہ سلام اللہ علیہا نے مجھے جنا۔ مجھے زمانۂ جاہلیت کی کسی چیز نے نہیں چھوا۔

اس مولدِ رسول ﷺ میں ۱۲ ربیع الاوّل بروز سوموار کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو لباسِ بشریت میں ملبوس فرما کر اس عالمِ رنگ و بو میں جلوہ گری کیلئے بھیجا تاکہ چاردانگِ عالم میں محیط اندھیرے روشنیوں میں بدل جائیں۔ عالمِ سکرات میں مبتلا انسانیت کو حیاتِ نوبخشی جائے اور شعلہ زن جہنم کے کنارے پر کھڑے لوگوں کا رخ فردوس بریں کی طرف موڑ دیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی آمد سعید پر اربابِ علم و دانش نے لکھا کہ آتش کدے سرد پڑ گئے غرور و تکبر میں سر اُٹھائے شاہم کے فلک بوس محلات سرنگوں ہو گئے، صنم کدوں میں زلزلہ آ گیا، شرک و کفر والحاد کے ایوان تھرتھرا اُٹھے۔ آسمان سے ملائکہ کا تانتا بندھ گیا جو اللہ کے محبوب ﷺ کی زیارت کیلئے درِ آمنہؓ پر حاضر ہو رہے تھے اور اب تک روضۂ اقدس کی زیارت و طواف کے لئے آ رہے ہیں اور دل میں یہ حسرت لئے لوٹ جاتے ہیں کہ اب قیامت تک دوبارہ ان کی باری نہیں آئے گی۔

یہ انتہائی محترم و مکرم مقام مکہ معظمہ کی پہاڑی ابوقبیس کے دامن میں واقع ہے اس مکان میں بنی نوع انسان کی اس عظیم ہستی نے ولادت باسعادت پائی۔ آپ ﷺ ۲۳ / اپریل ۵۷۱ء بمطابق ۱۲ ربیع الاوّل بروز سوموار رحمتِ عالم بن کر دنیا میں تشریف لائے یہ جگہ اب مکتب المکہ بن گئی ہے۔

Marfat.com

شکر ہے اس مرتبہ مکتب کے اندر جانا نصیب ہوا۔ مَیں نے اندر جا کر تمام کمروں کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ زبان سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ ﷺ پڑھتا جاتا تھا اور کمروں کے چکر لگاتا جاتا تھا۔ وہاں پر بیٹھے ہوئے منتظمین/لائبریرین کو یہ باور کرا رہا تھا کہ میں شیلفوں/الماریوں میں سجی ہوئی کتابوں کو دیکھ رہا ہوں۔

ظہر کی نماز باب عثمان جو کہ صفا مروہ کے اوپر والے حصے میں واقع ہے پڑھی۔ اوپر والے حصے میں بھی سعی ہوتی ہے جب ہم دارالحکمی ہوٹل سے آئے تو ہمیں باب عثمان میں نمازیں ادا کرنی پڑیں اور چھ دن قیام کے دوران ہم نے تقریباً تمام نمازیں اسی جگہ ادا کیں۔

ظہر کی نماز کے بعد بادل گھر گھر کے آ رہے تھے اور مشرق کے اُفق پر بادل چھا رہے تھے کہ ایک دم بارش شروع ہو گئی۔ مَیں نے اس تیز بارش میں طواف کرنے کا قصد کیا۔ بارش تیز تھی اور بجلی بھی وقفے وقفے سے چمک رہی تھی۔ موسلا دھار بارش شروع ہو چکی تھی اور میں مطاف میں پہنچ گیا۔ حجرِ اسود کو سلام کر کے طواف شروع کر دیا۔ طواف کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ بارش کے وقت ہر چہرہ خوش تھا خوشیاں طواف کرنے والوں کے چہروں سے عیاں تھیں۔ بہت سے زائرین رحمت کے پرنالے کے نیچے بارش کے پانی میں نہا رہے تھے اور عورتیں اور مرد پلاسٹک کے خالی گلاس لے کر شُرطوں سے مطالبہ کر رہے تھے کہ رحمت کے پرنالے سے جو پانی بہہ کر آتا ہے وہ ان گلاسوں میں جمع کر کے انہیں عنایت فرمائیں۔ آج تو شُرطے بھی زائرین پر مہربان نظر

Marfat.com

آ رہے تھے اور خوشی خوشی ان کے ان احکامات کی تکمیل کر رہے تھے۔ ایسے دل افروز اور خوش کن لمحے شاذ و نادر ہی حاصل ہوتے ہیں جو الحمدللہ مجھے نصیب ہوئے۔ جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔ کتاب الحج وعمرہ جو میں پڑھ رہا تھا ہر چکر کے ساتھ وہ بھی بھیگ گئی۔ میرے تمام کپڑے جو پہنے ہوئے تھے وہ بھی بھیگ گئے۔ سردی کے مارے لوگ کپکپا رہے تھے لیکن طواف کرنے والوں کا اژدھام کم نہ ہوا۔ میرے پاس دو پاسپورٹ اور نقدی جو کہ شلوار کی جیب میں تھے البتہ وہ پانی سے محفوظ رہے اس تیز بارش میں میری اہلیہ بھی طواف میں مصروف تھیں انھیں سردی لگی اور بخار ہو گیا۔

۱۱ نومبر ۲۰۰۳ء بروز منگل آ پہنچا میں مکہ مکرمہ کی ہواؤں میں رچی رحمتوں کو اپنی سانسوں کے ذریعے سینے میں محفوظ کرنے کی کوشش میں تھا۔ یہاں کی صحت بھی سبحان اللہ اور مرض بھی سبحان اللہ۔ آج ظہر کی نماز کے بعد پاکستان ہاؤس گئے اور اہلیہ کو ڈاکٹر صاحب سے چیک کرایا۔ بخار ۱۰۱ تھا۔ دوائی پاکستان ہاؤس سے ہی مل گئی جسے اہلیہ دو دن کھاتی رہیں اور اس طرح الحمدللہ بخار اُتر گیا اور وہ روبصحت ہو گئیں۔ آج تک طواف کی تعداد ۱۰ ہو گئی تھی۔ دوران ملاقات میں نے اپنی کتاب سفرنامہ حرمین شریفین ''رحمت کی برکھا'' کے دو نسخے ڈاکٹر آغا اشفاق احمد شکار پوری کو پیش کئے۔ ایک ان کیلئے اور دوسرا پاکستان ہاؤس کے نام۔ آج بعد نمازِ مغرب انور صاحب منیجر الموذن ہوٹل سے دوبارہ ملاقات ان کے ہوٹل میں ہوئی۔

۱۲ نومبر ۲۰۰۳ء بروز بدھ رات کو آرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

فضل و کرم سے آج علی الصبح ہماری آنکھ کھل گئی۔ سحری کا وقت ختم ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ جلدی جلدی ہوٹل پہنچے اور سحری کھا کر حرم شریف روانہ ہوئے۔ فجر کی اذان راستے میں ہی ہوگئی۔

آج ہمیں مدینہ منورہ سے مختار کلیار صاحب کا پیغام ملا۔ کہ آج ہی عشاء کی نماز کے بعد مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہو جائیں اور ساتھ ہی ان کی والدہ اور چچا صاحب کو لیتے آئیں جو کہ عمرہ کرنے کیلئے ہمارے ساتھ ہی آئے تھے۔ چنانچہ میں نے بعد نمازِ ظہر آقائے تاجدار حضور اکرم ﷺ کے نام کا طواف کیا جو کہ رش کی وجہ سے بیس منٹ میں مکمل ہوا۔ آج میں بہت خوش تھا مکہ مکرمہ میں ہمیں آئے ہوئے چھ دن ہو گئے تھے۔ ان چھ دنوں میں مدینہ منورہ پہنچنے اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے جو تڑپ بے چینی اور ذوق و شوق پایا جاتا تھا اور دل کی جو کیفیت تھی وہ ناقابل بیان تھی۔ بس ایک کیف و مستی تھی کہ مسجدِ نبویؐ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کر کے اپنے دلوںؑ کو منور کرسکیں۔

مکہ مکرمہ میں عبد الرحمٰن السعید امام کعبہ کے پیچھے تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی مسحور کن آواز میں لحن داوٗدی کا عکس شامل تھا۔ اس جیسا سرور مجھے زندگی میں کبھی حاصل نہ ہوا۔ تراویح کی نماز کی تھکاوٹ تو محسوس ہوتی ہی نہیں تھی دل چاہتا تھا کہ یہ آواز سنتے ہی رہیں۔ خصوصاً الحمد شریف اور ولا الضالین آمین۔ اللہ کرے یہ سعادت ہر سال رمضان المبارک میں حاصل ہو۔ آمین ثم آمین۔

❁❁❁❁

Marfat.com

باب دوم

شہرِ خوباں المدینہ منورہ

مکہ مکرمہ شہر جلال ہے۔ جہاں اللہ تبارک تعالیٰ کے جاہ و جلال کو محسوس کیا جاتا ہے مگر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بے ساختہ آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ زبان پر حمد و ثنا جاری ہو جاتی ہے۔ دل سجدہ ریز ہونے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حاکمیت کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔ سرزمین مقدس کی بات ہی نرالی ہے۔ مکہ معظمہ میں بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے۔ الحمدللہ۔

نہ اس میں گھاس اُگتی ہے، نہ اس میں پھول کھلتے ہیں، مگر اس سر زمین سے آسمان بھی جھک کے ملتے ہیں۔

مدینہ منورہ شہر جمال ہے۔ جہاں آپ ﷺ کی شفقت محبت اور اپنائیت محسوس کی جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے عاصی تھک ہار کر گوشۂ عافیت میں آ گیا ہے۔ اس حقیر، فقیر، پُر تقصیر کا عاجزانہ خیال ہے بلکہ یقین ہے کہ مدینہ منورہ میں امتی اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا مہمان ہوتا ہے۔ سبحان اللہ۔

Marfat.com

جوں جوں مدینہ منورہ قریب آتا جاتا ہے۔ امتی کی تڑپ اور بیقراری بڑھتی جاتی ہے۔ وقت کاٹے نہیں کٹتا۔ دل سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ میں بھی اِس کیفیت سے دوچار تھا۔ آنسو رواں تھے، دل مضطرب تھا۔ زبان پر درودوسلام تھا۔ مجھے اپنے آپ پر کوئی اختیار نہیں تھا اور ہوتا بھی کیوں؟

بلندی پہ اپنا نصیب آ گیا ہے　　در پاک مدنیؐ قریب آ گیا ہے
اِدھر روضۂ شہ اُدھر بیقراری　　یہ موقع بھی کیسا عجیب آ گیا ہے
یہ کہہ کہہ کے دل کو سنبھالا ہے میں نے　　ٹھہر جا! مدینہ قریب آ گیا ہے
تمنائیں دل کی بر آئیں گی عشرت　　وہ دیکھو مدینہ قریب آ گیا ہے

مدینہ کے لغوی معنی شہر کے ہیں۔ حضور ﷺ کے یہاں قدم رنجہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی نسبت اس بستی کا نام مدینہ النبیؐ ہو گیا۔ اس نام میں ایسی مستی، کیفیت اور خمار ہے کہ ہر اُمتی دیار نبی ﷺ میں حاضری کے لئے تڑپتا رہتا ہے۔ چاہت دیوانگی کی حد چھو رہی ہوتی ہے۔ بن دیکھے دیوانہ وار حاضری کی آرزو مچلتی رہتی ہے۔ حاضری کے بعد شوق آرزو اور بھڑک اُٹھتی ہے۔ جسم و روح بے چین اور بے قرار رہتے ہیں۔ پندرہ صدیاں بیت گئیں شمع رسالت ﷺ پر پروانہ وار جانثاری اور بے قراری کی تمنا میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ کافروں کی سازشوں اور گمراہ کن پروپیگنڈے کے باوجود شیدائیوں کی آتشِ شوق میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے اس جذبہ عشق نے کفار کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے یہ سب نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور شفاعت کا اعجاز

Marfat.com

ہے۔ عالم اقوام میں اس جذبے کی کوئی دوسری مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

مدینۃ النبی ﷺ کی عظمت، حرمت اور محبت یکتا ہے، دل بے اختیار اس شہر جمال کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ کبھی سیر ہی نہیں ہوتا۔ بندہ خود کو یہاں پر ہلکا پھلکا اور محفوظ محسوس کرتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ منزلِ مراد پر پہنچ گیا ہو۔ مکمل سکون اور اطمینان قلبی کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ سرکار دو عالم سرورِ کون و مکان راحت انس و جاں، آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ نے اس شہر کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اے اللہ جو برکت تو نے مکہ کو دی اس سے دُگنی برکت مدینہ منورہ کو عطا فرما۔''

یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ایک دوسری روایت جو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ رسولِ خدا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا۔ مَیں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اور اس کے پیمانوں اوزانوں کی برکتوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لئے دعا فرمائی۔''

یہ آنحضرت ﷺ کی دعا کا اعجاز ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کا اظہار ہے۔ مسلمانوں کے لئے باعث افتخار ہے کہ مدینہ منورہ نبی ﷺ کی دُعا کا مظہر ہے۔ یہاں شب وروز عاشقان رسول ﷺ کا اژدھام رہتا ہے۔ خیالوں میں روضۂ اطہر سجائے، لبوں سے درود و سلام کی صدا لگائے بے قرار

Marfat.com

دل اور اشکبار آنکھوں سے حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وقت کی رفتار تھم جائے۔ اگر موت کا وقت بھی آجائے تو وہ بھی رُک جائے۔ جب تک کہ پیاسی روح سیراب نہ ہوجائے۔ پھر ہنستے مسکراتے موت کو گلے لگالیں گے۔

اے موت ٹھہر جا مدینے تے جا لواں
سُتا ہویا نصیب تے مَیں اپنا جگا لواں
لگے نے مصطفیٰ دے قدم جس زمین تے
اک وار میں اس خاک نوں سینے تے لا لواں

مدینہ میں پہنچ کر یوں لگتا ہے کہ جیسے کسی اور دنیا میں آگئے ہوں۔ جنت کا جو تصور ذہن میں ہے اس کے عکس کا جاگتی آنکھوں سے نظارہ ہوجاتا ہے۔ جسد خاکی مسرور ہوجاتا ہے ایک عجیب سا سرور اور خمار طاری ہوجاتا ہے جسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قلم الفاظ اور احساسات اس کا اظہار کرنے سے قاصر ہیں۔

جو یہاں آیا اس کا پلٹ جانے کو دل نہیں چاہتا۔ ہر مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہاں رہنے کا آرزومند ہے۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی........ مروجہ قوانین کی وجہ سے اپنے ملک واپس جانا تو پڑتا ہے مگر دوبارہ آنے کی خواہش مچلتی رہتی ہے۔

مدینے جاؤں پھر آؤں، دوبارہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے...... (امیر مینائی)

Marfat.com

مدینہ منورہ وہ مقام جمال ہے جہاں چھوٹے بڑے، امیر و غریب، عالم و فاضل، حاکم و محکوم، مالک و نوکر سب حاضری کے لئے خود نہیں آتے بلکہ بُلائے جاتے ہیں۔ خالی ہاتھ آتے تو ہیں جاتے نہیں ہیں۔ یہاں کا اکرام انمول ہے یہاں کی بات ہی نرالی ہے۔ بگڑی بن جاتی ہے۔ دین و دنیا سنور جاتی ہے پھر بھلا دل بار بار یہاں آنے کیلئے کیوں نہ تڑپے گا۔ محبوب خدا ﷺ دونوں ہاتھوں سے لٹا رہے ہیں۔ ہمیں ہی لینے کا سلیقہ اور طریقہ نہیں آتا۔ دینے والا نہیں تھک رہا۔ ہم ہی تھک جاتے ہیں۔ بھٹک جاتے ہیں پھر جب ہار جاتے ہیں تو دُھائی دیتے ہیں۔ پھر شفاعت اور خیرات نصیب ہو جاتی ہے۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں پر غور کرتے رہنا چاہیے۔ راہِ مستقیم طلب کرتے رہنا چاہیے۔ تکبر خود نمائی اور ہزرہ سرائی سے بچنا چاہیے۔ ہر حال ہمیں خندہ پیشانی سے شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ تب ہی تاجدارِ حرم کی نگاہ کرم سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

نبی کریم ﷺ کے ہر کام اور عمل میں مشیت ایزدی تھی۔ مکہ سے مدینہ ہجرت بھی حکم ربی تھا۔ کفار مکہ نے وہ کون سا ظلم تھا جس کو روا نہ رکھا، وہ کونسی اذیت تھی جس کو چھوڑ دیا ہو۔ اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ کا عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ان کے بتوں کو برا نہ کہا جائے۔ اللہ واحد کی معبودیت کی تبلیغ نہ کی جائے۔ دین اسلام کا پیغام نہ دیا جائے۔ ظلم اور بربریت جب انتہا کو پہنچ گئی کفار آپ کی جان کے دشمن ہو گئے تو رحمتِ الٰہی نے اپنے محبوب کو ہجرت کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے خالقِ کائنات کے حکم کی تعمیل کے لئے مکہ سے مدینہ ہجرت کا قصد کیا۔

Marfat.com

آپ ﷺ چاہتے تو کفار مکہ اور طائف رہتی دنیا تک عبرت کا نشان بن سکتے تھے۔ آپ ﷺ دنیا میں رحمت، امن، محبت اور صبر و تحمل کا پیکر بن کر آئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کو نیست و نابود کرنے کے لئے فرشتے جب آپ کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرشتوں سے فرمایا: ''مجھے ربِ کائنات نے دنیا میں مجسم رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی صالح اولاد تولد ہو گی جو اللہ تعالیٰ کو معبود حقیقی تسلیم کرتے ہوئے اس کی عبادت کرے گی۔'' تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا سچ ثابت ہو کر رہا۔ سلام اس پر، درود اس پر کہ جس نے اذیتیں برداشت کر کے دعائیں دیں۔ اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ ہم کیوں غافل رہیں۔

اَللّٰھم صل علٰی سیدنا و مولٰینا محمدٍ وّ علٰی اٰلہ وسلم و تسلیما۔

حضور ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی کا ہر دن حضور ﷺ کی بہادری اور شجاعت پر شاہد عادل ہے۔ اس عرصہ میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں حضور ﷺ نے ہزاروں جاں گداز مشکلات کا سامنا کیا۔ لیکن ہر موقع پر حضور ﷺ نے ایسی شجاعت و استقامت کا مظاہرہ کیا کہ دشمن بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ ان کے بغض و عناد کے اسلحہ خانہ میں کونسا ایسا مہلک ہتھیار تھا جو انہوں نے ہادی برحق ﷺ کے خلاف نہ آزمایا ہو۔ مکہ کی سنگلاخ وادیاں ہوں یا طائف کے کوچہ و بازار، شعب ابی طالب میں محصوری کے تین سال ہوں یا حرم کعبہ کا کوئی گوشہ۔ راہِ حق کے اس مسافر کا قدم کبھی نہیں پھسلا۔ منزل توحید کا یہ راہی

Marfat.com

مشکل ترین حالات میں بھی منزل سے کبھی بدظن نہیں ہوا۔ رحمت عالم ﷺ کی ہجرت کی وجہ یہ تھی کہ مکہ کے ماحول میں جہاں کفر و شرک کے تنگ دل اور سنگدل پرستاروں کو بالا دستی حاصل تھی وہاں دعوتِ توحید کا شجر بار آور نہیں ہو سکتا تھا۔ خاندانی برتری کا بھوت جہاں سروں پر سوار تھا وہاں اسلامی مساوات کا نظریہ کیونکر نشو نما پا سکتا تھا۔ جہاں دولت اور طاقت کی نخوت کے باعث عظمت انسانی کی ساری قدریں پامال ہوتی رہتی تھیں وہاں اسلامی عدل و احسان کے اصولوں کو کیونکر پذیرائی حاصل ہو سکتی تھی۔ جہاں سرمایہ دارانہ نظام کی چیرہ دستیوں نے سارے معاشرہ کو غریب و امیر دو طبقوں میں تقسیم کر دیا ہو، وہاں اسلام کے کریمانہ اور فیاضانہ نظام معیشت پر عمل کیونکر ممکن تھا۔ جہاں ہر شخص اپنے قبیلہ کی قوت و طاقت کے بل بوتے پر ہر ظلم روا رکھتا ہو، وہاں اسلامی انصاف کے نازک نظام کو کیونکر عملی جامہ پہنایا جا سکتا تھا۔ جہاں غریبوں اور زیرِ دستوں کو ستانا اور لوٹنا، سیادت کی نشانی ہو، جہاں مے خواری اور قمار بازی، دولت و ثروت کی علامت ہو، جہاں فسق و فجور کا ارتکاب متمول خاندانوں کے نوجوانوں کا محبوب ترین مشغلہ ہو، جہاں قحبہ گر عورتوں کے گھروں پر جھنڈے جھولتے ہوں، وہاں اسلام کے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور انسانیت پرور نظامِ حیات کا نفاذ کیونکر ممکن تھا۔

اس لئے ضروری تھا کہ رہبر نوعِ انسانی ﷺ ایک ایسے مقام کو اپنی رہائش کے لئے اختیار کرے جہاں کی آزاد فضا میں اسلام اپنے تمام عقائد، قوانین، اخلاقی ضوابط اور سیاسی عادلانہ اصولوں کو باآسانی نافذ کر سکے۔

Marfat.com

نبی رحمت ﷺ کی ہجرت کے فوری محرکات

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو اجازت عطا فرمائی کہ وہ ہجرت کر کے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ مخلص بندے وطن، اہلِ وطن، اپنے مکانات اپنی حویلیاں، اپنی عمر بھر کی کمائی ہوئی دولت کے انباروں کو نظرانداز کر کے سوئے یثرب ہجرت کر کے جانے لگے یہاں تک کہ ان نفوس قدسیہ سے مکہ خالی ہوگیا۔

سرکار دو عالم ﷺ کے علاوہ صرف حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت علی مرتضیٰ ؓ باقی رہ گئے۔ یہ دونوں حضور ﷺ کی خاص ہدایت کے مطابق رک گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر ؓ ہجرت کرنے کی اجازت طلب کرتے تو حضور ﷺ فرمادیتے: ''اے ابوبکر! جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی رفیق سفر بنادے۔''

یہ ارشاد سن کر آپ ؓ کے دل میں یہ اُمید پیدا ہوتی کہ شاید وہ رفیق سفر سرکار دو عالم ﷺ خود ہوں گے۔ یا وہ غریب و بے نوا مسلمان جو کفار کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے۔ اس لئے ہجرت سے معذور تھے۔

مسلمانوں کی اس اجتماعی ہجرت سے کفار مکہ کو طرح طرح کے شدید خطرات کا احساس ہونے لگا۔ انہیں یہ خیال بھی ستانے لگا کہ کہیں نبی کریم ﷺ بھی یہاں سے ترک وطن کر کے اپنے ساتھیوں کے پاس نہ پہنچ جائیں اگر ایسا ہوا تو عین ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہ مکہ پر دھاوا بول دیں اور ان کا

Marfat.com

کچو مر نکال دیں۔ اس سے پیشتر کہ حالات ان کے قابو سے باہر ہو جائیں انہیں کوئی فیصلہ کن قدم اُٹھانا چاہئے۔ باہمی مشاورت کے لئے انہوں نے تمام قبیلوں کے سربراہ اور زیرک لوگوں کو دارالندوہ میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ اس مجلس مشاورت میں شریک ہونے والوں کیلئے ضروری تھا کہ وہ کسی قریشی قبیلہ کے فرد ہوں اور ان کی عمریں چالیس سال سے متجاوز ہوں۔ ان قیود سے صرف ابوجہل کو مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔ کیونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے اس کی عداوت سب سے بڑھی ہوئی تھی اور وہ اپنے قبیلہ میں عقلمند شمار ہوتا تھا۔ اس لئے وہ ابوالحکم کی کنیت سے معروف تھا۔ وہ اگرچہ اس وقت کمسن تھا۔ ابھی داڑھی بھی پوری طرح نہیں اُتری تھی لیکن اسے اس مجلس میں شرکت کی اجازت دے دی گئی۔

جب یہ لوگ دارالندوہ میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے دروازہ پر ایک اجنبی کو دیکھا جس نے ریشمی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ شکل وصورت وضع قطع اور لباس سے کسی قبیلہ کا رئیس معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا: ''من الشیخ'' اے بزرگ آپ کس قبیلہ کے سربراہ ہیں۔ حقیقت میں وہ ابلیس تھا جو انسانی شکل میں وہاں آموجود ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا:

''میں اہلِ نجد کا سردار ہوں۔ میں نے اس امر کے بارے میں سنا جس کو طے کرنے کیلئے تم یہاں اکٹھے ہوئے ہو۔ میں بھی حاضر ہو گیا تاکہ تمہاری گفتگو سنوں اور مجھے امید ہے کہ میں تمہیں کوئی بہتر مشورہ اور رائے دوں گا۔''

انہوں نے کہا: ''آیئے۔ تشریف لے آیئے۔'' چنانچہ وہ ان کے

Marfat.com

ہمراہ ان کے پارلیمنٹ ہاؤس میں داخل ہو گیا۔ جب سب معززین مکہ جمع ہو گئے تو اصل موضوع پر گفتگو شروع ہوئی وہ کہنے لگے۔

اس شخص (حضورؐ) کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ان کے سارے ساتھی یثرب میں اکٹھے ہو گئے ہیں عین ممکن ہے کہ وہ خود بھی کسی روز یہاں سے چلے جائیں اور اپنے ساتھیوں سے جا ملیں۔ اگر یہ ہمارے قبضہ سے نکل گئے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ اپنی قوت مجتمع کر کے ہم پر حملہ کر دیں اس وقت ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں آج ہی اس خطرہ کے سدِ باب کے لیے کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور مشورے ہونے لگے۔ ابوالبختری بن ہشام بولا: ''میری رائے یہ ہے کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر ایک مکان میں بند کر دیا جائے، اس کا دروازہ مقفل کر دیا جائے، پھر صبر سے اس دن کا انتظار کیا جائے جس روز زمانہ ماضی کے شعراء زہیر، نابغہ وغیرہ کی طرح ان کی زندگی کی شمع بھی گُل ہو جائے۔''

یہ سن کر وہ نجدی رئیس بولا: ''یہ رائے بالکل لغو اور بے معنی ہے۔ اگر تم اسے کسی مکان میں قید کر کے دروازہ مقفل کر دو گے تو اس کے عقیدت مندوں کو اس کے قید ہونے کی اطلاع پہنچ جائے گی، وہ اپنی جان کی بازی لگا دیں گے، تم پر حملہ کر کے وہ انہیں نکال کر لے جائیں گے اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔ اس لئے یہ رائے قطعاً قابل غور نہیں۔''

مزید غور و خوض ہونے لگا۔ ابو الاسود ربیعہ بن عمرو العامری، کہنے لگا:

''میری رائے یہ ہے کہ ہم انہیں شہر بدر کر دیں اور اپنے علاقہ سے

Marfat.com

انہیں باہر نکال دیں پھر وہ جہاں چاہے جائیں۔ ہماری جان چھوٹ جائے گی اور ہم امن وسکون سے زندگی بسر کرسکیں گے۔''

اس سے پیشتر کہ کوئی اور آدمی اس رائے کے بارے میں اپنا ردِعمل ظاہر کرتا۔ شیخ نجدی سے چپ نہ رہا گیا۔ وہ فوراً بول اٹھا: ''پہلی رائے کی طرح یہ رائے بھی لایعنی ہے۔تم لوگ ان کی شیریں کلامی اور دلنشین اندازِ تکلم سے باخبر ہو۔ اگر تم انہیں یہاں سے نکال دو گے تو وہ کسی دوسرے قبیلہ کے پاس جا کر رہائش پذیر ہو جائیں گے اور اپنی دل موہ لینے والی گفتگو سے ان لوگوں کو اپنا شیدائی اور گرویدہ بنالیں گے۔ پھر ان کا لشکر جرار لے کر تم پر حملہ آور ہوں گے کیا اس وقت تم ان کا راستہ روک سکو گے۔ ہرگز نہیں کوئی اور تجویز سوچو جو اس فتنہ کا قلع قمع کر دے۔ تا کہ تمہارا مذہب، تمہارے شہر کا تقدس اور تمہارے علاقہ کا امن ان کی یلغار سے محفوظ ہو جائے۔'' سب لوگوں نے ابلیس کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے ربیعہ کی اس رائے کو مسترد کر دیا۔ کچھ دیر پھر بحث جاری رہی آخر میں ابوجہل اٹھا اور کہنے لگا میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے اس پر غور کرو۔ ساری محفل پر سناٹا چھا گیا۔ سب حاضرین اس کی تجویز سننے کے لئے سراپا گوش بن گئے ۔ ابوجہل نے کہا:

''میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ سے ایک جوان چنیں جو بہادر ہو، عالی نسب ہو، اپنے قبیلہ کا سردار ہو، پھر ان میں سے ہر ایک کو تیز تلوار دیں، پھر وہ سب مل کر یکبارگی شخص واحد کی طرح ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیں اور اس طرح اس مصیبت سے ہمیں راحت مل جائے گی۔''

Marfat.com

اِس کی حکمت اُس نے یہ بیان کی جب ہر قبیلہ قریش کا ایک نامی گرامی جوان اس کے قتل میں شریک ہوگا تو ان کا خون تمام قبائل میں منتشر ہو جائے گا۔ بنو ہاشم سارے قبیلوں سے تو بیک وقت قصاص نہیں لے سکیں گے۔ آخر کار وہ دیت لینے پر رضا مند ہو جائیں گے اور ہم سب مل کر بڑی آسانی سے ان کی دیت ادا کر دیں گے۔

اس پر شیخ نجدی پکار اُٹھا: ''کہ تجویز وہ ہے جو اس شخص نے کہی اس کے علاوہ اور کسی رائے کی ضرورت نہیں۔''

سب حاضرین نے اس کی تائید کی اور سب اس تجویز پر متفق ہو گئے یوں یہ طے کر کے مجلس برخواست ہوگئی۔ اِدھر لات وہبل کے پرستار محبوبِ خدا ﷺ کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ اُدھر رب محمد (فدا روحی وقلبی) اپنے محبوب کا بال بھی بیکا نہ ہونے کا ارادہ فرما رہا تھا۔ کائنات کے خالق اور شئون کائنات کے مدبر نے اپنا فیصلہ صادر فرما دیا اور بذریعہ جبرئیل امین علیہ السلام اس کی اطلاع اپنے حبیب مکرم ﷺ کو پہنچا دی۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اسی روز یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

''اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو آج رات یہاں سے ہجرت

Marfat.com

کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ عرض کی کہ آج رات حضور اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں۔

اہلِ مکہ اگرچہ حضور انور ﷺ کے خون کے پیاسے تھے اپنے باطنی بغض و عناد سے مجبور ہو کر انہوں نے یہ حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس شمع کو بجھا کے دم لیں گے۔ جس کی ضو پھیلی کرنیں ان تیرگیوں سے برسرِ پیکار تھیں جن کے وہ صدیوں سے خوگر تھے۔ اس کے باوجود اپنے قیمتی زیورات اور جواہرات وغیرہ کی حفاظت کے لئے اگر کوئی امین ان کی نگاہوں میں جچتا تھا تو وہ بھی یہی ذات کریم تھی جو ان کی ہدایت کے لئے اور عذابِ الٰہی سے ان کو بچانے کے لیے رات رات بھر جاگ کر اور آنسوؤں کے دریا بہا بہا کر ان کی ہدایت اور مغفرت کے لیے دعائیں مانگتے رہتے تھے۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰؐ نے دریا بہا دیئے ہیں
اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

اِدھر مکہ کو آج رات چھوڑ کر چلے جانے کی اجازت مل گئی۔ اُدھر ان خون کے پیاسوں کی امانتوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں۔ ان امانتوں سے بھی عہدہ برآ ہونا ضروری ہے۔ ہجرت کر کے جانا بھی ہے۔ اس سربستہ راز کو افشا ہونے سے بھی بچانا ہے اور امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچانا بھی ہے۔ اس گراں بار ذمہ داری کو کس طرح نبھایا جائے کہ ہر ایک کی امانت صحیح و سلامت

Marfat.com

اس کو واپس مل جائے تاکہ یہ دامن پہلے کی طرح دشمنوں کی نگاہوں میں بھی پاکیزہ اور اُجلا رہے۔ اس انتہائی مجبوری اور معذوری کے باوجود بھی اس دامن پر معمولی سا دھبہ بھی نہ لگنے پائے۔ ورنہ مطلع ہدایت کے اس نیر اعظم ﷺ کی روشنی کے بارے میں ناروا شکوک پیدا ہو جائیں گے۔ اگر یہ منبع رشد و ہدایت ﷺ گدلا ہو جائے تو اللہ کی بھٹکی ہوئی مخلوق ہدایت کی روشنی تلاش کرنے پھر کہاں جائے گی۔ اس لئے سرور عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر ایک شدید خطرہ کا سامنا کرنے کا عزم کر لیا۔ اپنے محترم چچا کے لختِ جگر، نورِ نظر اپنے پیارے بھائی اپنے رازدان اور مستقبل میں اسلام کے بازوئے خیبر شکن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا:

''اے علی! آج مجھے مکہ چھوڑ کر چلے جانے کا حکم ملا ہے آج میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر تمہیں سونا ہوگا۔ ذرا اندیشہ نہ کرنا تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ میری یہ سبز خضری چادر اوڑھ لو اور آرام سے سو جاؤ تمہارے قریب کوئی ایسی چیز نہیں آسکے گی جو تمہیں ناپسند ہو۔''

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کسی ادنیٰ تردد کے بغیر تعمیل ارشاد کے لیے سر تسلیم خم کر دیا اس واقعہ کے بارے میں سیدنا علی ارشاد فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے نفس کی قربانی دے کر اس ہستی کی حفاظت کی جو ان تمام لوگوں سے افضل ہے جنہوں نے زمین کو پاؤں سے روندا اور جنہوں نے اللہ کے پرانے گھر اور حطیم کا طواف کیا۔ وہ اللہ کا رسول ہے جس کے خلاف انہوں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو بڑی قدرت والا ہے اپنے رسول کو ان

Marfat.com

کے مکر سے نجات دی۔"

اس سارے پروگرام کا مقصد یہ تھا کہ جب رات کو اللہ تعالیٰ کا محبوب اپنے کریم وقدیر رب کی حفاظت میں اپنے یار وفا شعار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ سے ہجرت کر جائے تو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہ امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا دیں تا کہ قیامت تک آنے والے اپنوں اور بیگانوں پر واضح ہو جائے کہ سیدنا محمد، الصادق الامین کے لقب سے اسی لئے ملقب ہوئے کہ وہ نازک ترین لمحات میں بھی اپنی شان امانت کا حق ادا کرتے ہیں۔

سفر ہجرت اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اولین سیرت نگار امام ابن اسحاق لکھتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ کے متمول تاجر تھے انہوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے ابو بکر! اس معاملہ میں جلدی نہ کرو شاید اللہ تمہارے لئے کوئی رفیق بنا دے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے آپ کے دل میں یہ امید پیدا ہو گئی کہ شاید اس سفر میں سرکار کی معیت نصیب ہو جائے۔ آپ نے دو اونٹنیاں فوراً خرید یں ان کو چرنے کے لئے دوسری اونٹنیوں کے ساتھ جنگل میں نہ بھیجتے بلکہ انہیں گھر باندھ لیا۔ وہیں ان کے چارے وغیرہ کا بندوبست فرماتے۔ کیا معلوم کس وقت ہجرت کرنے کا حکم ملے۔ اس وقت یہ اونٹنیاں پاس ہوں تا کہ

Marfat.com

فوراً تعمیل ارشاد ہو۔ اونٹنیوں کو باہر سے منگوانے میں بھی تاخیر نہ ہو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پُر نور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ دن میں ایک بار ہمارے گھر ضرور تشریف لاتے کبھی صبح سویرے اور کبھی شام کے وقت۔ جس روز حضور ﷺ کو ہجرت کا اذن ملا۔ اس روز خلاف معمول دوپہر کے وقت تشریف لے آئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوپہر کے وقت حضور ﷺ کو آتے دیکھا تو کہنے لگے آج کوئی خاص بات ہے۔ حضور ﷺ اس وقت تشریف لا رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے ہمارے گھر میں قدم رنجہ فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی چارپائی سے پیچھے ہٹ گئے۔ رحمت عالم ﷺ اس پر استراحت فرما ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''سب کو باہر نکال دو۔ ایک راز کی بات کرنا ہے۔'' آپؓ نے عرض کی: ''یارسول اللہ یہاں صرف آپ کی دونوں غلام زادیاں عائشہ اور اسماء ہیں اور کوئی نہیں۔ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں کیا معاملہ ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں سے نکلنے اور ہجرت کرنے کا اذن دے دیا ہے۔'' حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بصد ادب گزارش کی: ''اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! اس نیاز مند کو بھی معیت کا شرف عطا فرمائیں۔'' ''ابوبکر تم یقیناً اس سفر میں میرے ساتھی ہو گے۔''

یہ مژدہ سن کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے فرط مسرت سے آنسو ٹپک پڑے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''بخدا! مجھے آج کے دن سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ خوشی

Marfat.com

کے موقع پر بھی کوئی روتا ہے یہاں تک کہ میں نے اس دن حضرت ابوبکرؓ کو روتے ہوئے دیکھا جب سرکار نے انہیں اپنے ہمراہ لے جانے کی خوشخبری سے نوازا۔''

پھر عرض کی: ''یا نبی اللہ ﷺ! اس سفر کے لئے یہ دو اونٹنیاں میں نے تیار کر رکھی ہیں۔ سفر میں راہ دکھانے کے لیے عبداللہ بن اُریقط کو اجرت پر مقرر کیا گیا۔ یہ بنی الدیل بن بکر کے خاندان کا فرد تھا۔ اس کی ماں بنی سہم بن عمرو کے قبیلہ سے تھی۔ یہ دونوں سواریاں اس کے حوالے کر دی گئیں اور اسے بتا دیا گیا کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں جگہ ان کو لے کر حاضر ہو جائے۔

خلوت میں جو گفتگو نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور اپنے یارِ وفا شعار حضرت صدیق ؓ کے ساتھ کی اور ان نیازمندانِ ازلی نے جو جواب عرض کیا یہ جواب سن کر ہادیٔ کونین ﷺ نے انہیں جن کلمات طیبات سے نوازا۔ اس سرِ نہاں سے اس ہستی نے پردہ اُٹھایا جو خانوادہ رسالت کا رازداں اور امین تھا یعنی حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ۔ آپؓ نے اپنی تفسیر میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے قلم بند فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی طرف یہ وحی فرمائی:

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یا محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ جو سب سے اعلیٰ و برتر ہے وہ آپ کو سلام فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ ابوجہل اور قریش کے رئیسوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آج رات اپنے بستر پر حضرت علی ؓ کو سلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ ان کا تعلق آپؐ کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے حضرت اسحٰق ذبیح علیہ السلام کا تعلق حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے تھا۔ علیؓ نے اپنے نفس کو آپؐ کی ذات پر فدا کر دیا ہے اور اپنی روح سے آپؐ کی حفاظت کی ہے۔

نیز آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس سفر میں ابوبکر ؓ کو آپؐ اپنے ساتھ لے جائیں۔ اگر اس نے آپؐ کی دلجوئی کی، آپؐ کی مدد کی، آپؐ کی تقویت کا باعث بنا، اپنے وعدے اور اپنے عقد پر جو اس نے آپؐ کے ساتھ کیا ہے ثابت قدم رہا تو وہ جنت میں آپؐ کے رفقاء میں سے ہوگا اور جنت کے کمروں میں آپؐ کے پُرخلوص احباب سے ہوگا۔

پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی (ؓ) کو فرمایا: ''اے علی! تم اس بات پر رضامند ہو کہ دشمن مجھے تلاش کرے اور نہ پاسکے اور تجھے پالے اور شاید جلدی میں تمہاری طرف دوڑ کر آئیں تمہیں قتل کر دیں۔''

ہاں یا رسول اللہ ﷺ! ''میں اس بات پر راضی ہوں کہ میری روح حضور ﷺ کی روح مبارک کی حفاظت میں کام آئے، میرا نفس حضور ﷺ کی ذات پر قربان ہو۔''

کیا میں زندگی سے بجز اس کے محبت کر سکتا ہوں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گزرے۔ حضور ﷺ کے اوامر و نواہی کی بجا آوری میں صرف ہو۔ حضور ﷺ کے دوستوں کی محبت، احباب کی نصرت اور آپؐ کے دشمنوں

Marfat.com

سے جہاد کرنے میں بیت جائے۔ اگر یہ امور نہ ہوتے تو میں ایک لمحہ بھی اس دنیا میں رہنا پسند نہ کرتا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ سیدنا علیؓ کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا: ''اے ابو الحسن! تیرے اس کلام کی تصدیق لوحِ محفوظ کے موکلین نے کی ہے اور انہوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی ہے جو ثواب دارالقرار میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے اس کی مثل نہ کسی نے سنی اور نہ دیکھی نہ کسی کے ذہن میں اس کا تصور آیا۔''

یہاں تک وہ گفتگو بیان کی گئی جو رحمت عالم ﷺ اور سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے درمیان ہوئی۔ اس کے بعد حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ، حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے وہ کلام بلاغت نظام نقل فرماتے ہیں جو محبوب رب العالمین ﷺ اور حضورؐ کے مخلص اور پیارے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا: ''اے ابوبکر! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میرے ساتھ ہو، جس طرح میری تلاش کی جاتی ہے اسی طرح تمہاری تلاش بھی کی جائے اور تم اس بات سے پہچانے جاؤ کہ جس دین کی میں تبلیغ کر رہا ہوں۔ اس پر تم نے مجھے برانگیختہ کیا ہے۔ پھر میری وجہ سے تمہیں طرح طرح کے عذاب دیئے جائیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں اتنی مدت زندہ رہوں جتنی دنیا کی عمر ہے۔ اس طویل زندگی میں مجھے سخت ترین

Marfat.com

عذاب دیئے جائیں نہ مجھ پر وہ موت نازل ہو جو مبتلائے عذاب کو راحت پہنچاتی ہے اور نہ مجھے ان مصائب سے نجات دی جائے اور یہ سب اذیتیں حضور ﷺ کی محبت کے باعث مجھے دی جائیں، تو یہ ساری اذیتیں اور عذاب مجھے اس بات سے محبوب تر ہیں کہ مَیں آپ ﷺ کی مخالفت میں نعمت و مسرت کی زندگی بسر کروں اور دنیا کے سارے بادشاہوں کے ملکوں کا مالک ہوں میرے بیوی بچے سب حضور ﷺ پر قربان ہوں۔"

سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے عقیدت کیش اور عاشق دل فگار غلام کے اس جواب کو سن کر کیا ارشاد فرمایا۔ سنیئے اور اپنی کشت ایمان کو تر و تازہ کیجئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے ابوبکر! یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دل پر آگاہ ہو گیا ہے اور تیری زبان پر جو کلام جاری ہوا ہے اس کو تیرے دل سے بالکل مطابق اور ہم آہنگ پایا ہے اور تجھے میرے لئے بمنزلہ کان اور آنکھوں کے کر دیا ہے۔ نیز جسم سے سر کا اور بدن سے روح کا جو تعلق ہے وہ تیرا میرا تعلق ہے۔"

شبِ ہجرت

سفر کے جملہ انتظامات کی تفصیلات طے پا گئیں۔ سورج آہستہ آہستہ مغربی اُفق کی اوٹ میں رات بسر کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ آنے والی تاریخ ساز رات نے اسے اپنی آغوش میں چھپا لیا اور اپنی

Marfat.com

تاریکی کو ساری کائنات پر پھیلا دیا۔ جب اندھیرا گہرا ہو گیا تو قریشی قبائل کے منتخب نوجوان ابلیسی منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے عزم سے سرشار ہو کر اس سادہ مکان کی طرف بڑھنے لگے جہاں اللہ تعالیٰ کا محبوب اور کاروانِ انسانیت، خوش بخت قائد ﷺ ابتلاء و آزمائش سے لبریز زندگی بسر کر رہا تھا۔ انہوں نے کسی مزاحمت کے بغیر بہت جلد اس مرکز رشد و ہدایت کو اپنے حصار میں لے لیا۔ خون آشام بے نیام تلواریں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ وہ اب اس لمحہ کا انتظار کرنے لگے جب اللہ کا حبیب ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس سے قدم باہر رکھے وہ بجلی کی سرعت کے ساتھ اس پر یکبارگی حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔ کفر و شرک کے ان جیالوں کے ناموں کو تاریخ نے فراموش نہیں کیا۔ بلکہ ان کو اپنے صفحات پر ثبت کر دیا ہے تاکہ روز قیامت تک جب بھی مہر و وفا اور اس کے مقابلہ میں جور و جفا کی یہ داستان بیان کی جائے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ جیسے جاں نثاران حق کے اسماء گرامی کے ساتھ ساتھ ان کے ناموں کا بھی ذکر ہوتا رہے جو طرح طرح کی غلط فہمیوں کا صید زبوں بن کر عالم انسانیت کے مقدر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ظلمتوں اور تیرگیوں کے حوالے کرنے کے لئے میدان میں نکل آئے تھے۔

یہ تھے مکہ کے وہ بہادر جنگ آزما، دولت مند اور بارسوخ خاندانوں کے چشم و چراغ، جو برہنہ تلواریں اپنے فولادی ہاتھوں میں تھامے اس غلط فہمی کا شکار ہو کر میدان میں نکلے تھے کہ وہ اس آفتاب عالمتاب کو بے نور کر دیں گے۔ جس کو اس کے خالق نے تا ابد مطلع حیات پر ضیاء بار رہنے کے لئے طلوع

Marfat.com

ہونے کا حکم دیا۔قدرت کا یہ اعلان سننے سے ان کے کان بہرے تھے۔

''یہ (نادان) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی
پھونکوں سے لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا
خواہ سخت ناپسند کریں اس کو کافر۔''

یہ لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ابوجہل کہنے لگا کہ محمد (فداہ روحی وقلبی) یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر ہم ان کی اطاعت اختیار کرلیں تو ہم عرب وعجم کے بادشاہ بن جائیں گے اور مرنے کے بعد جب ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ہمیں ایسے باغات ملیں گے جو اردن کے باغات کی طرح سرسبز وشاداب ہوں گے اور اگر ہم نے ان کی اطاعت قبول نہ کی تو ہمیں بے دریغ قتل کر دیا جائے گا اور مرنے کے بعد جب ہم زندہ کئے جائیں گے تو ہمیں جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھینک دیا جائے گا۔ اس طرح کی باتیں کر کے وہ اسلامی تعلیمات کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ عین اسی وقت نبی معظم، رسول مکرم ﷺ دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے اور فرمایا:

''ہاں میں نے ایسا ہی کہا اے ابوجہل ان میں سے ایک تم ہو۔''

حضور ﷺ اس وقت سورۂ یاسین کی تلاوت فرما رہے تھے جب اس آیت کی تلاوت کی:

ترجمہ: ''ہم نے بنا دی ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔''

تو ان پر پھونک دیا فوراً بینائی سلب ہوگئی نیند غالب آگئی اور اونگھنے لگے۔

Marfat.com

انہیں لمحوں میں ان کے نرغے کو توڑتے ہوئے اپنے رب قدیر کی امان میں حضور ﷺ بخیر و عافیت تشریف لے گئے۔ گزرتے ہوئے سب کے سروں پر ایک ایک چٹکی مٹی کی لے کر ڈالتے گئے وہاں سے سیدھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کا رُخ کیا وہ چشم براہ بیٹھے تھے۔ اُٹھ کر اپنے آقا کو مرحبا اور خوش آمدید کہا اور دونوں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کے عقب میں چھوٹے دروازے سے نکل کر غارِ ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔

علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں:

''حضور سرورِ دو عالم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے عقبی دروازے سے رات کے وقت نکلے اور دونوں غارِ ثور کی طرف تشریف لے گئے۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے روانہ ہونے سے پہلے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو حکم دیا کہ وہ دن بھر کفار کی دوڑ دھوپ اور نئے منصوبوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور شام کے وقت غار میں آ کر سب حالات سے آگاہ کریں۔

آپؓ نے اپنے چرواہے عامر بن فہیرہ کو ہدایت کی کہ دن بھر غار کے گردونواح میں بکریاں چرائے اور شام کو انہیں غار کے دہانے پر لے آئے اور تازہ دودھ دھو کر اور اسے گرم کر کے بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کرے اور اپنی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کو ارشاد فرمایا کہ ہر روز کھانا پکا کر شام کے وقت غار میں پہنچا آیا کر۔

اس اثناء میں کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرنے والے قریشی نوجوان

Marfat.com

کھڑے پہرہ دیتے رہے یہاں تک کہ ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا اس نے ان سے پوچھا یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم اپنی قوم کے طے شدہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہاں کھڑے ہیں جونہی وہ قدم باہر رکھیں گے ہماری تلواریں یکبارگی بجلی کی سرعت سے ان پر کوند پڑیں گی اور ان کے پرخچے اُڑ جائیں گے اس شخص نے کہا تمہارا خانہ خراب ہو وہ تو کافی عرصہ پہلے تمہارے حصار سے نکل کر چلے بھی گئے ہیں اور جاتے ہوئے تمہارے سروں پر مٹی ڈالتے گئے ہیں انہوں نے جھٹ اپنے ہاتھ اپنے سر کے بالوں کو ٹٹولنے کے لئے بلند کئے تو ان کی انگلیاں خاک آلود ہو کر واپس ہوئیں۔ وہ بھونچکا ہو کر رہ گئے لیکن انہوں نے اس شخص کی اس بات کو سچ تسلیم نہ کیا انہیں سامنے حضور ﷺ کا بستر نظر آ رہا تھا اس پر حضور ﷺ کی سبز چادر میں لپٹا ہوا کوئی شخص سو رہا تھا۔ انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ جس طرح چوکنا ہو کر وہ پہرہ دیتے رہے ہیں چڑیا بھی یہاں پھٹک نہیں سکتی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جیسے ہوشیار اور چالاک نوجوانوں کے نرغے سے وہ نکل گئے ہوں اور انہیں کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی ہو یقیناً یہ شخص جھوٹ کہتا ہے۔ شاید ہمیں دھوکا دینے کی یہ کوئی چال ہو کہ ہم یہاں سے تتر بتر ہو جائیں اور وہ موقع پا کر یہاں سے نکل جائیں۔ انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس محاذ پر ڈٹے رہیں گے چنانچہ وہ صبح تک وہاں ہی چاق و چوبند کھڑے پہرہ دیتے رہے۔ صبح صادق طلوع ہوئی تو سونے والا سبز چادر سمیٹتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا یہ تو علی (رضی اللہ عنہ) ہے محمد (ﷺ) کہاں گئے۔ ان پر

Marfat.com

منوں پانی پڑ گیا اس آدمی نے واقعی سچ کہا ہے۔

اس اثناء میں راہ حق کے دونوں مسافر مکہ کی پر پیچ گلیوں سے گزرتے ہوئے غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر نکل کر محبوب رب العالمین ﷺ نے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر مکہ شہر پر نگاہِ واپسی ڈالی۔ درد و سوز میں ڈوبے ہوئے ان کلمات سے مکہ کو الوداع کہا:

''بخدا! اے مکہ کی سرزمین تو مجھے اللہ کی ساری زمینوں سے زیادہ محبوب ہے اور بے شک اللہ کی تمام زمینوں سے اللہ کو زیادہ پیاری ہے مگر تیرے رہنے والوں نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی تجھ سے نہ نکلتا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ جملے یوں روایت کیے ہیں:

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے مکہ کے شہر! تو کتنا پاکیزہ ہے اور تو مجھے کتنا پیارا ہے۔ اگر میری قوم نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں ہرگز کسی اور شہر میں سکونت اختیار نہ کرتا۔''

حرم مکہ کی فضیلت دیگر احادیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''مسجد حرام میں ادا کی ہوئی ایک نماز اس کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں ادا کی ہوئی ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے۔''

جب نماز کی یہ شان ہے تو دیگر اعمال حسنہ جو مسجد حرام میں ادا کیے جائیں گے وہ بھی دیگر مقامات پر ادا کیے جانے والے اعمال سے ایک لاکھ گنا زیادہ بہتر ہوں گے۔

Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''جو شخص پیدل حج کرتا ہے ہر قدم کے عوض حرم میں ادا کی ہوئی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔''

عرض کی گئی یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حرم کی نیکیاں کیا ہوتی ہیں فرمایا:

''حرم میں ادا کی ہوئی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔''

اندھیری رات ہے ہو کا عالم ہے۔ اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا عاشق دلفگار دونوں ایک ایسی غار کی طرف جا رہے ہیں جو از حد دشوار گزار پہاڑیوں کی چوٹی پر واقع ہے۔ یہ غار، غارِ ثور کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت کے مکہ شہر سے تقریباً تین میل کی مسافت پر جنوبی سمت میں واقع تھی۔ اب یہ شہر بہت پھیل گیا ہے اور مکانات کا سلسلہ ان پہاڑوں تک پہنچ گیا ہے۔ جہاں غار ثور واقع ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چلتے چلتے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل جاتے ہیں پھر پیچھے چلے جاتے ہیں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''اے ابو بکر! یہ کیا ماجرا ہے؟'' عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خیال آتا ہے کہ مبادا دشمن پیچھے سے تعاقب میں آ رہے ہوں۔ تو پیچھے چلا جاتا ہوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ آگے کسی کمین گاہ میں نہ بیٹھے ہوں تو بھاگ کر آگے چلا جاتا ہوں۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلا جاتا ہوں تا کہ آگے یا پیچھے سے دائیں یا بائیں سے اگر بداندیش حملہ کرنے کی ناپاک کوشش کریں تو سب سے پہلے آپ کا یہ غلام ان کے ناگہانی حملہ میں سد

Marfat.com

سکندری بن کر کھڑا ہو جائے۔ تا کہ حضور ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جہاں راستہ بہت کٹھن ہوتا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیتے۔ چلتے چلتے جب غار کے دہانہ تک پہنچ گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی:

"میں اس خدا کا واسطہ دے کر جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا عرض کرتا ہوں کہ آپؐ غار میں تشریف نہ لے جایئے۔ پہلے میں داخل ہوں گا اگر وہاں کوئی موذی چیز ہو تو پہلے مجھے اذیت پہنچائے۔"

آپؓ اندر تشریف لے گئے۔ تاریک رات، پھر غار کا اندھیرا، کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ پہلے جھاڑو دیا، پھر غار کے چپہ چپہ کو ہاتھوں سے ٹٹولا جہاں کوئی سوراخ معلوم ہوا اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر اسے بند کیا۔ چادر ختم ہو گئی لیکن ایک سوراخ پھر بھی باقی رہ گیا دل میں سوچا اس پر اپنی ایڑی رکھ کر بند کر لوں گا۔ ہر طرح مطمئن ہونے کے بعد عرض کی آقا تشریف لے آیئے خود سوراخ پر ایڑی رکھ کر بیٹھ گئے۔ محبوب کائنات ﷺ نے اپنا سر مبارک آپؓ کی گود میں رکھا اور استراحت فرما ہو گئے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بخت کی یاوری کا کیا کہنا بے تاب نگاہیں اور بے قرار دل اپنے محبوب کے روئے زیبا کے مشاہدہ میں مستغرق ہے۔ نہ دل سیر ہوتا ہے اور نہ آنکھیں۔ وہ حسن سرمدی وہ جمال حقیقی جس کی دل آویزیوں نے چشم فطرت کو تصویر حیرت بنا دیا تھا۔ آج صدیق رضی اللہ عنہ کی آغوش میں جلوہ فرما ہے۔ اے بختِ صدیق کی رفعتو! تم پر یہ خاک پریشاں قربان اور یہ قلب

Marfat.com

حزیں نثار! اسی اثناء میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی ایڑی میں سانپ نے ڈس لیا۔ زہر سارے جسم میں سرایت کر گیا لیکن کیا مجال کہ پاؤں میں جنبش تک ہوئی ہو۔ حضور ﷺ بیدار ہوئے اپنے یار غار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وجہ دریافت فرمائی۔ پھر جہاں سانپ نے ڈسا تھا وہاں اپنا لعاب دہن لگایا جس سے درد اور تکلیف کافور ہو گئی۔

اِدھر مکہ میں جب صبح کا اُجالا ہوا۔ تو حضور ﷺ کے بجائے بستر سے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اُٹھے یہ دیکھ کر رات بھر محاصرہ کرنے والوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر مکہ کے گھر گھر پہنچ گئی کہ حضور ﷺ رات کی تاریکی میں خاموشی سے ان کا گھیرا توڑ کر نکل گئے ہیں۔ اس سازش کی ناکامی پر کہرام مچ گیا۔ مشرکین کی ٹولیاں حضور ﷺ کی تلاش میں ہر طرف پھیل گئیں۔ ان کا غالب گمان یہ تھا کہ حضور ﷺ یثرب کی طرف چلے گئے ہوں گے۔ جہاں مہاجرین کا ایک طاقتور گروہ حضور ﷺ کے لیے چشم براہ ہے۔ اس خیال سے وہ اس راہ پر دور تک گئے لیکن کہیں سراغ نہ ملا۔ پھر دوسری سمتوں میں تلاش شروع کی ان راستوں پر بھی خاک چھاننے کے بعد خائب و خاسر ہو کر خاک بسر لوٹے۔ غارِ ثور مکہ کے جنوبی سمت میں اس شاہراہ کے قریب ہے جو یمن کو جاتی ہے۔ انہیں یہ گمان تک بھی نہ تھا کہ حضور ﷺ اِدھر بھی جا سکتے ہیں جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو ناچار اِدھر کا رُخ کیا۔ جب غار کے قریب پہنچے تو ان کے ماہر کھوجی نے ایک نقش پا کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کا نشان ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا نقش پا ہے۔ میں

Marfat.com

اسے نہیں پہچان سکا۔ یہ اس پاؤں کے نشان سے بڑی مشابہت رکھتا ہے جو مقام ابراہیم پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم تھا کہ کفار اِدھر اُدھر مایوس ہو کر نبی اکرم ﷺ کی تلاش میں اس طرف بھی ضرور آئیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ تلاش کرتے کرتے غار کے دہانہ تک تو پہنچ جاتے لیکن نہ اس کے اندر داخل ہوتے اور نہ اس کے اندر جھانکتے یوں ہی اُلٹے پاؤں واپس چلے آتے۔ ہوا یہ کہ غار کے دہانہ کے قریب ایک خاردار درخت اُگ آیا اس درخت کو اہل عرب ''ام غلیان'' کہتے ہیں، اس کی بلندی انسانی قد کے برابر ہوتی ہے اس کی شاخیں بڑی گنجان اور خاردار ہوتی ہیں۔ اس درخت کی موجودگی میں کسی شخص کا غار کے اندر جانا بہت مشکل ہے۔ نیز اس غار کے دہانے کے قریب جنگلی کبوتروں کے ایک جوڑے نے گھونسلہ بنا لیا وہاں انڈے بھی دے دیئے اور ان انڈوں کو سینے کے لئے ایک کبوتری ان پر ڈیرا جما کر بیٹھ گئی۔

مواھبُ اللدنیہ کے شارح علامہ زرقانی رقمطراز ہیں:

''حرم مکہ میں جو کبوتر ہیں یہ کبوتروں کے اس جوڑے کی نسل سے ہیں۔ اس خدمت جلیلہ کا انہیں یہ صلہ دیا گیا ہے کہ ان کی نسل بھی منقطع نہیں ہوئی چودہ صدیوں سے باقی ہے اور حرم شریف میں انہیں پناہ ملی ہوئی ہے کوئی انہیں چھیڑ نہیں سکتا۔ اسی لئے لغت عرب میں یہ مثل زبان زد خاص و عام ہے کہ فلاں شخص کو حرم کے کبوترں سے بھی زیادہ امن و امان میسر ہے۔

Marfat.com

ساتھ ہی غار کے منہ پر عنکبوت (مکڑی) نے ایک گھنا جالا تن دیا۔ دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جالا آج کل میں نہیں تنا گیا بلکہ سالہا سال پہلے کا ہے یہ سب انتظامات اس عظیم طاقت والے مالک الملک کی بے پایاں قدرت کا کرشمہ تھے۔ جس کے ایک کلمہ کن کہنے سے یہ سارا عالم بلند و پست معرض وجود میں آ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کوئی ماہر کھوجی پاؤں کے نشانوں کو دیکھ کر سراغ لگاتے ہوئے یہاں پہنچتا۔ تو کبوتروں کو اپنے گھونسلہ میں انڈوں کو سیتے ہوئے دیکھ کر یقین کر لیتا کہ اس غار میں عرصہ دراز سے انسان داخل نہیں ہوا۔ امیہ بن خلف جیسا دشمن جب غار کے دہانے پر پہنچا تو اس کے ساتھی نے اسے کہا کہ اندر داخل ہو کر تسلی کر لو۔ امیہ بن خلف کہنے لگا:

''غار کے اندر جانے کی ضرورت نہیں اس کے دروازے پر ایک مکڑی کا جالا ہے جو محمد ﷺ کی پیدائش سے بھی پہلے کا تنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔''

جب کفار کی ٹولیاں یکے بعد دیگرے غار کے دروازہ پر پہنچتیں تو اپنے محبوب مکرم ﷺ کو یوں خطرہ میں دیکھ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بے قرار ہو جاتے۔ عرض کرتے: ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان لوگوں نے جھک کر اندر جھانکا تو یہ ہمیں دیکھ لیں گے۔'' حبیب کبریا ﷺ فرماتے: ''اے ابوبکر! حزن و ملال مت کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔'' ایک بار پھر ایسی ہی صورت پیدا ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سخت بے چین ہو گئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر انہوں نے جھک کر اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لیں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! ان دو کے

Marfat.com

بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔"

نبی ﷺ کی قوت یقین ملاحظہ ہو۔ یہ ہے توکل علی اللہ کا وہ مقام جو شان رسالت کے شایان ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اطمینان وتسکین کی ایک مخصوص کیفیت اپنے حبیب مکرم ﷺ پر نازل فرمائی اور حضور ﷺ کے صدقے ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بھی اس کا ورود ہوا۔ جس سے ان کی ہر طرح کی پریشانی دور ہوگئی۔ حضور ﷺ تین دن تک وہاں قیام فرمارہے۔ حضرت اسماءؓ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی آکر کھانا پہنچا جاتیں۔ آپؓ کے صاحبزادے ہر روز کی نئی خبریں دے جاتے اور آپؓ کا چرواہا عامر ابن فہیرہ رات کو ریوڑ لے کر آتا اور تازہ دودھ پیش کرتا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے کنبہ کا ہر فرد بلکہ غلام تک اتنے مخلص اور قابل اعتماد تھے کہ کسی نے راز کو افشاء نہ کیا اور گراں قدر انعام کا لالچ ان کے غلام کے دل کو بھی نہ للچا سکا۔ کفار مکہ نے حضور ﷺ کو شہید کرنے کی جو سازش کی تھی اس طرح ناکام ہوئی اور اللہ کی بات جو ہمیشہ بلند رہتی ہے اس موقع پر بھی بلند ہوگئی۔"

مکہ سے فخر الانبیا ﷺ کے روانہ ہونے کے بعد اہل مکہ کی سرگرمیاں

رات بھر کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرنے والوں کو طلوع صبح کے بعد جب معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تشریف لے گئے ہیں تو ان پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔

Marfat.com

مایوسی اور محرومی کے باعث ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ دوسرے رؤسا قریش کو جب اس کا علم ہوا تو ان کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ انہوں نے اعلان عام کر دیا کہ جو شخص انہیں زندہ یا مردہ پکڑ کر لے آئے گا اسے سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ مشرکین تو پہلے ہی حضور ﷺ کے خون کے پیاسے تھے اب جب اس گراں قدر انعام کا اعلان سنا تو دیوانہ وار اپنے برق رفتار گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر ہر طرف پھیل گئے۔

اس اثناء میں رؤساء قریش کا ایک گروہ دندناتا ہوا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا ابو جہل اس گروہ کی قیادت کر رہا تھا۔ وہاں پہنچے تو دروازہ بند پایا۔ بڑے زور سے اسے کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماءؓ باہر تشریف لائیں انہوں نے دریافت کیا۔ اے ابوبکر کی بیٹی! تیرا باپ کہاں ہے۔ حضرت اسماءؓ نے جواب دیا مجھے کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں۔ ابو جہل غصہ سے بے قابو ہو گیا اور بڑے زور سے طمانچہ آپؓ کے چہرے پر رسید کیا جس سے آپ کے رخسار سرخ ہو گئے اور ان کے کان سے آویزہ ٹوٹ کر نیچے گر پڑا۔ کچھ دیر کے بعد ایک اور واقعہ پیش آیا اس واقعہ کے راوی حضرت یحییٰ بن عباد ہیں جو اپنے والد عباد سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کی دادی حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے بتایا۔

کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ گھر سے جاتے ہوئے گھر میں جو نقدی تھی وہ بھی ساتھ لے لی۔ یہ پانچ یا چھ ہزار درہم تھے۔ علامہ بلاذری انساب الاشراف میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

"کہ جس روز حضرت صدیق اکبرؓ مشرف با اسلام ہوئے اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار نقد درہم تھے جس دن مدینہ طیبہ کی طرف اپنے محبوب ﷺ کی معیت میں سفر ہجرت پر روانہ ہوئے اس وقت ان کے پاس صرف چار پانچ ہزار درہم تھے۔ اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا کہ وہ رقم بھی گھر سے لے آئے چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے یہ نقدی بھی غارِ ثور میں آپ کو پہنچا دی۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ میرے دادا ابو قحافہ جن کی بینائی جاتی رہی تھی ہمارے پاس آئے اور کہا مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر اپنا سرمایہ بھی ساتھ لے گیا ہے اور تمہیں غربت و افلاس کے حوالے کر گیا ہے۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ دیوار میں جو مخزن تھا جہاں آپ نقدی رکھا کرتے تھے وہاں میں نے پتھر رکھ دیئے اور ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ پھر میں اپنے دادا کے ہاتھ کو پکڑ کر لے گئی اور کہا ابا جان! یہ مال رکھا ہوا ہے اس پر ہاتھ رکھ کر آپ ٹٹول لیجئے۔ انہوں نے اس کپڑے پر ہاتھ رکھ کر ٹٹولا اور مطمئن ہو کر کہنے لگے کوئی حزن نہیں۔ اگر اس نے اتنا مال تمہارے لئے چھوڑا ہے تو اس نے بہت اچھا کیا ہے۔ میں تو صرف اپنے دادا کو مطمئن کرنا چاہتی تھی ورنہ میرے والد ماجد ایک درہم تک بھی گھر چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔"

غار میں قیام

تین روز غار میں قیام رہا حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ دن بھر مکہ میں رہتے قریش کے باہمی مشوروں اور پروگراموں کے بارے میں معلومات

Marfat.com

حاصل کرتے۔ شام کے بعد غار میں حاضر خدمت ہو کر مکہ اور اہلِ مکہ کے حالات گوش گزار کرتے۔ عامر بن فہیرہ دن بھر ریوڑ چراتے اور شام کے وقت بکریاں ہانک کر غار کے قریب لاتے پھر حضرت صدیق ؓ بکریوں کو دوہتے دودھ گرم کرتے اور نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضرت عبداللہ ؓ رات وہاں بسر کرنے کے بعد منہ اندھیرے ہی مکہ واپس پہنچ جاتے عامر بھی اپنی بکریاں چرانے کے لئے انہیں لے کر جنگل میں چلے جاتے۔ جہاں جہاں حضرت عبد اللہؓ کے پاؤں کے نشان ہوتے وہاں سے بکریاں گزارتے تاکہ ان کے نشان باقی نہ رہیں اور کفار کا کوئی کھوجی ان نشانوں کے ذریعہ حضور ﷺ کا سراغ نہ لگا لے تین دن گزرنے کے بعد کفار کی دوڑ دھوپ برائے نام رہ گئی۔ ان تین دنوں میں انہوں نے اس سارے علاقہ کی خاک چھان ماری کوئی راستہ، کوئی جنگل اور کوئی غار ایسی نہ چھوڑی جس کو اچھی طرح انہوں نے کھنگال نہ لیا ہو۔ اپنی پیہم ناکامیوں کے باعث ان کی ترک تازیوں میں وہ دم خم نہ رہا۔ مسلسل مایوسیوں نے ان کے ولولوں کو سرد کر دیا۔

تیسرے روز حسب وعدہ عبداللہ بن اُریقط جسے راہبری کے لیے مقرر کیا گیا تھا اونٹنیاں لے کر پہنچ گیا۔ حضرت اسماءؓ بھی کھانا پکا کر لے آئیں۔ لیکن توشہ دان باندھنے کے لئے کوئی ڈوری ساتھ لانا بھول گئیں۔ جب توشہ دان کو اونٹ کے کجاوہ کے ساتھ باندھنے لگیں تو رسی ندارد اس وقت آپؓ نے اپنا کمر بند پھاڑ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کو اپنا کمر بند بنا لیا اور دوسرے حصہ سے توشہ دان کو باندھا۔ اسی وجہ سے وہ ذات النطاقین

Marfat.com

(دو کمر بندوں والی) کے لقب سے مشہور ہو گئیں۔

حضور ﷺ یثرب کی طرف روانہ ہونے کے لئے غار سے باہر تشریف لے آئے۔ ان دو اونٹنیوں میں سے جو بہترین اونٹنی تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور عرض کی میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں سواری فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں اس اونٹ پر سوار نہیں ہوں گا جو میرا نہ ہو۔"

آپؓ نے عرض کی:

"یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں یہ حضور ﷺ ہی کا ہے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "نہیں۔ پہلے یہ بتاؤ تم نے اس کی کتنی قیمت ادا کی ہے؟"

آپؓ نے عرض کیا: "میں نے اس کے اتنے درہم ادا کئے ہیں۔"

فرمایا: "اس قیمت کے عوض میں یہ اونٹنی خریدتا ہوں۔" چنانچہ حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ دوسری اونٹنی پر سوار ہوئے۔

انہوں نے حضرت عامر بن فہیرہ کو اپنے پیچھے بٹھایا تاکہ اثنائے سفر وہ حضور ﷺ کی خدمت بجالا سکے۔

حضور ﷺ جس اونٹنی پر سوار ہوئے اس کا نام الجدعاء تھا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام العضباء تھا۔ اس دوسری کا ذکر اس حدیث میں ہے جس کا اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صالح علیہ السلام کی

Marfat.com

اونٹنی کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ قیامت کے روز اسے بھی زندہ کیا جائے گا۔ حضرت صالح علیہ السلام اس پر سوار ہوں گے۔ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا حضور ﷺ بھی اس روز اپنی ناقہ العضباء پر سوار ہوں گے؟ فرمایا نہیں عضباء پر میری لخت جگر فاطمہؓ سوار ہوں گی۔ میری سواری کے لئے اس روز براق پیش کیا جائے گا۔ وہاں قریب ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''اور یہ شخص اس روز جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوگا۔''

یہ بابرکت قافلہ چار افراد پر مشتمل تھا۔ سرور عالم ﷺ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہؓ (چرواہا)۔ عبداللہؓ بن اُریقط جسے بطور راہبر مقرر کیا گیا تھا۔ راستہ میں اگر کوئی آدمی ملتا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے بارے میں پوچھتا کہ یہ کون صاحب ہیں آپؓ جواب میں فرماتے: ''یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں۔''

اثنائے سفر واقعات

یہ بابرکت قافلہ لق دق ریگستانوں، کٹھن پہاڑی راستوں، دشوار گزار وادیوں کو عبور کرتا ہوا اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جارہا تھا۔ بغیر آرام کئے وہ پورا دن، آنے والی پوری رات اور دوسرے دن دوپہر تک یہ ناقہ سوار کہیں نہ رکے۔ مسلسل سفر کی تھکاوٹ، رات کی بے خوابی، سنگلاخ وادیاں اور ریگستان طے کرنے کے باوجود سرکار دو عالم ﷺ نے نہ تھکاوٹ اور درماندگی کا اظہار

Marfat.com

کیا نہ رات بھر جاگتے رہنے کا شکوہ کیا۔ بڑی ہمت و عزیمت کے ساتھ حضور ﷺ نے یہ پر خطر سفر جاری رکھا۔ دوسرے دن جب دوپہر ہوگئی تیز دھوپ، گرم لو اور تپتی ہوئی زمین کے باعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ طے کیا کہ اپنے آقا ﷺ کے لئے آرام فرمانے کی کوئی جگہ تلاش کریں۔ آپؓ نے چاروں طرف نظر دوڑائی تاکہ کہیں کوئی سایہ دار درخت نظر آجائے تاکہ اس کے نیچے رحمت عالم ﷺ کچھ دیر استراحت فرمالیں۔ دور دور تک درخت تو کوئی نظر نہ آیا البتہ ایک چٹان دکھائی دی جس کا کچھ سایہ عین دوپہر کے وقت بھی موجود تھا۔ آپؓ وہاں گئے جھاڑو دیا پتھریلی چٹانوں کے نوک دار کونوں کو ہموار کیا ان پر چادر بچھادی۔ پھر عرض کی میرے آقا ﷺ! تشریف لایئے اور تھوڑی دیر آرام فرمایئے۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے آقا کو سُلا کر پہرے کا فریضہ ادا کرنے کے لئے چٹان پر چڑھ گئے اور دور دور تک نگاہ دوڑانے لگے یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی تعاقب کرنے والا ہمارے پیچھے تو نہیں آ رہا۔ آپؓ نے دیکھا کہ ایک چرواہا اپنے ریوڑ کو لے کر اس چٹان کی طرف آ رہا ہے اور شائد اس کے سائے میں خود بھی آرام کرنا چاہتا ہے اور اپنی بکریوں کو بھی اس چلچلاتی دھوپ سے کچھ دیر کے لئے محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ آپؓ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ ریوڑ کس کا ہے جس کو تم چرا رہے ہو۔ اس نے اپنا نام بھی بتایا اور اپنے مالک کا نام بھی۔ آپؓ اس کے مالک کو پہلے سے جانتے تھے۔ آپؓ نے بڑی

Marfat.com

نرمی سے اس چرواہے کو کہا کہ کوئی بکری دوہ دو۔ جب وہ دودھ دوہنے لگا تو آپؐ نے فرمایا پہلے بکری کے تھن صاف کرلو، پھر اپنے ہاتھ جھاڑ لو تاکہ گرد وغبار اُتر جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا آپؐ نے اسے ایک برتن دیا اور اس برتن کے منہ پر ایک کپڑا رکھ دیا تاکہ دودھ چھن کر اس برتن میں جائے۔ دودھ لے کر اسے پانی میں رکھا تاکہ وہ ٹھنڈا ہو جائے پھر اس ٹھنڈے دودھ کو لے کر اللہ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ اس وقت تک بیدار ہو چکے تھے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضور کے لیے مَیں تازہ دودھ ٹھنڈا کر کے لایا ہوں، نوش فرمالیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نوش فرمایا یہاں تک کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے۔ پھر دونوں رفیق اللہ کی حفاظت میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

اُمِ معبد

چٹان کے سائے میں دوپہر گزارنے کے بعد پھر دونوں روانہ ہو گئے۔ اثنائے سفر راستہ میں ایک خیمہ کے پاس سے گزر ہوا۔ خیمہ کے باہر ایک باوقار خاتون بیٹھی ہوئی تھی اس کا تعلق بنی خزاعہ کے قبیلہ سے تھا اس کا نام عاتکہ بنت خلف بن معبد بن ربیعہ تھا اور ام معبد کی کنیت سے مشہور تھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کیا اس کے پاس فروخت کرنے کے لئے گوشت اور کھجوریں ہیں؟ اس نے کہا اگر ہمارے پاس کوئی چیز ہوتی تو ہم تمہاری میزبانی میں کبھی کوتاہی نہ کرتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ طویل خشک

Marfat.com

سالی نے اس علاقہ کو قحط زدہ کر دیا تھا۔ کوئی چیز دستیاب نہیں ہوتی تھی رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کے خیمے کے ایک کونے میں ایک بکری کھڑی ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا یہ وہ بکری ہے جو کمزوری کی وجہ سے دوسرے ریوڑ کے ساتھ چرنے کے لئے نہیں جاسکی اور یہیں کھڑی رہ گئی۔

حضور ﷺ نے پوچھا کیا اس کی کھیری میں کچھ دودھ ہے؟ اس نے عرض کیا یہ بڑی لاغر ہے اس میں دودھ کہاں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دو گی کہ میں اس کو دوہ لوں۔ اس نے کہا اگر اس میں کوئی دودھ ہے تو بڑی خوشی سے دوہ لیجئے۔ رسول اکرم ﷺ نے اللہ کا نام لے کر اس پر ہاتھ پھیرا اور اس کی کھیری کو اپنے ہاتھوں سے مَس کیا۔ اس کو دوہنا شروع کیا اس میں جھاگ اٹھنے لگی یہاں تک کہ وہ برتن بھر گیا۔ حضور ﷺ نے با اصرار پہلے ام معبد کو دودھ پلایا پھر اپنے ساتھیوں کو دودھ پلایا جب سب نے خوب سیر ہو کر پی لیا تو آخر میں ساقی کوثر نے خود دودھ نوش فرمایا اور فرمایا کہ قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔ حضور پُر نور ﷺ نے ایک بار پھر اس بکری کو دوہنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ برتن بھر گیا اور اسے ام معبد کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد اس بوڑھی کا خاوند ابو معبد اپنی لاغر و دبلی پتلی بکریوں کو ہانکتے ہوئے گھر لے آیا۔ جو لاغری کی وجہ سے جھول رہی تھیں اور ان کی ہڈیوں میں گودہ تک بھی خشک ہو گیا تھا۔ اس نے جب دودھ کا بھرا ہوا برتن

Marfat.com

دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگا اے ام معبد! یہ دودھ کی نہر کہاں سے جاری ہو گئی گھر میں تو کوئی شیر دار جانور بھی نہ تھا اور جو بکری تھی اس کے تو تھنوں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔

ام معبد نے کہا: ایسا نہیں ہے، بخدا ہمارے پاس ایک مبارک آدمی گزرا ہے اور پھر اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس کے شوہر نے کہا اس کا حلیہ تو بیان کرو۔

ام معبد نے اس پیکرِ نور کی جو دل آویز تصویر کشی کی آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیے اور لطف اٹھائیے اور دیکھئے کہ عرب کی اس بادہ نشین خاتون کو اللہ تعالیٰ نے کیسی حقیقت شناس آنکھ اور کیسی حقیقت ترجمان زبان عطا فرمائی تھی۔ ام معبد کہنے لگی:

”میں نے ایک ایسا مرد دیکھا جس کا حسن نمایاں تھا۔

جس کی ساخت بڑی خوبصورت اور چہرہ ملیح تھا۔

نہ بڑھی ہوئی توند اسے معیوب بنا رہی تھی نہ پتلی گردن

اور نہ چھوٹا سر اس میں نقص پیدا کر رہا تھا۔

بڑا حسین، بہت خوبرو۔

آنکھیں سیاہ اور بڑی اور پلکیں لانبی۔

اس کی آواز گونج دار تھی۔

سیاہ چشم، سرگیں۔

دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے۔

Marfat.com

گردن چمکدار تھی۔
ریش مبارک گھنی تھی۔
جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے۔
جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پُرنور اور بارونق ہوتا۔
شیریں گفتار۔
گفتگو واضح ہوتی نہ بے فائدہ اور نہ بیہودہ۔
گفتگو موتیوں کی لڑی ہوتی جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔
دور سے دیکھنے سے سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے
قریب سے دیکھا جائے تو سب سے زیادہ خوبرو اور حسین دکھائی دیتے۔
قد درمیانہ تھا۔
نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے۔
نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں۔
آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ کی مانند تھے جو سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔
ان کے ایسے ساتھی تھے جو ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔
اگر آپ ﷺ انہیں کچھ کہتے تو فوراً اس کی تعمیل کرتے۔
اگر آپ ﷺ انہیں حکم دیتے تو وہ فوراً اس کو بجا لاتے۔
سب کے مخدوم، سب کے محترم۔
نہ وہ ترش رو تھے نہ ان کے فرمان کی مخالفت کی جاتی تھی۔"

Marfat.com

ابو معبد نے اپنی زوجہ ام معبد سے جب سرور خوباں شاہ حسیناں ﷺ کا یہ دلکش اور دل آویز حلیہ سنا تو وہ کہنے لگا۔ بخدا یہ وہی شخص ہے جس کی جستجو میں قریش مارے مارے پھر رہے ہیں اگر مجھے زیارت کی سعادت نصیب ہوتی تو میں یقیناً حضور ﷺ کی ہمراہی کا شرف حاصل کرتا۔ کچھ عرصہ بعد دونوں میاں بیوی نعمتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔ دونوں اپنی صحرائی خیمہ گاہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور پھر وہیں رہائش پذیر ہو گئے۔

عبدالملک کہتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ ام معبد نے بھی ہجرت کی، اسلام قبول کیا اور بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو گئی۔

ابن سعد طبقات میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں ام معبد مذکورہ سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں:

''وہ بکری جسے رحمت عالمین ﷺ نے اپنے دست مبارک سے چھوا تھا اور اس کے خشک کھیری سے دودھ کی ندی بہنے لگی تھیں وہ بکری ۱۸ ھ تک ہمارے پاس رہی۔ خشک سالی کے اس زمانہ میں بھی ہم اسے صبح و شام دو بار دوہا کرتے تھے حالانکہ اس علاقہ کی دوسری بکریوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ تھا۔''

ہشام بن حُبیش کہتے ہیں کہ میں نے اس بکری کو دیکھا اس چشمہ کے قرب میں ام معبد کے ساتھ جتنے لوگ سکونت پذیر تھے سارے اس کے دودھ سے کھانا کھاتے تھے۔

سرور عالم ﷺ کی برکات کو جب پہلی دفعہ ام معبد نے دیکھا تو وہ حضور ﷺ کو مبارک کے نام سے یاد کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ریوڑ

Marfat.com

میں بڑی برکت دی۔ اس کی چند ضعیف و نزار بکریاں بہت بڑے ریوڑ میں تبدیل ہو گئیں۔ ایک مرتبہ ام معبد اپنے بچے سمیت اپنے ریوڑ کو ہانک کر مدینہ طیبہ آئی اس کے پاس سے حضرت ابو بکرؓ کا گزر ہوا۔ اس کے لڑکے نے آپ کو پہچان لیا اور اپنی ماں کو بتایا۔

''ماں یہ وہ شخص ہے جو اس دن مبارک ذات ﷺ کے ساتھ تھا۔''

وہ اٹھ کر آپ کی طرف لپکی اور پوچھا اے اللہ کے بندے! وہ ہستی کون تھی جو اس روز تمہارے ساتھ تھی؟ آپؓ نے پوچھا کیا تم انہیں نہیں جانتی بولی نہیں۔ آپؓ نے فرمایا وہ نبی اللہ ہیں۔ اس نے عرض کی مجھے آپؓ ان کی خدمت میں لے جائیں۔ حضرت صدیقؓ اسے لے کر نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے حضور سرور عالم ﷺ اس کے ساتھ کمال شفقت اور مہربانی سے پیش آئے، اسے کھانا کھلایا، انعام واکرام سے نوازا اور نیا لباس پہنایا۔

حدیث سراقہ

کفار مکہ نے ان دو نفوس زکیہ کی جستجو میں ناکامی کے بعد اعلان عام کر دیا جو شخص ان دو میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حالت میں ہمارے سامنے پیش کرے گا اسے فی کس ایک سو اونٹنیاں بطور انعام دی جائیں گی۔ عرب کے افلاس زدہ لوگوں کے لئے یہ بہت بڑا انعام تھا۔ کئی طالع آزما اس انعام کی لالچ میں برق رفتار گھوڑوں پر زین کس کر اور اونٹنیوں پر پالنا جما کر حضور ﷺ اور آپؐ کے یار غارؓ کی تلاش میں ہر طرف بکھر گئے۔ انہیں معلوم

Marfat.com

تھا کہ ان دو صاحبان کے ساتھ محافظوں کا کوئی دستہ نہیں اور نہ ان کے پاس کوئی خطرناک اسلحہ ہے۔ انہیں اطمینان تھا کہ وہ بڑی آسانی سے ان کو اپنے قابو میں لا سکتے ہیں۔ اس لئے بلا خوف و خطر اپنی قسمت آزمائی کے لئے حضور ﷺ کی تلاش میں چار سو دور دور تک نکل گئے۔ نبو مُدلج قبیلہ کے نوجوان بھی اس مہم کو سر کرنے کے لئے کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اسی قبیلہ کا ایک نوجوان جو ایک ماہر شمشیر زن اور تیر افگن تھا۔ اس کا نام سراقہ بن مالک تھا۔ وہ بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے بہت بے تاب تھا۔ اپنی مہم جوئی کی داستان اس نے خود بیان کی ہے۔ اسی کی زبانی آپ یہ دلچسپ حکایت سنئے:

سراقہ کہتا ہے:

''ہمارے پاس بھی قریش مکہ کے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا یا انہیں زندہ گرفتار کر کے لے آئے گا اسے فی کس ایک سو اونٹنیاں بطور انعام دی جائیں گی۔ مَیں اپنی قسم کی ایک مجلس میں موجود تھا جہاں یہ اعلان سنایا گیا۔ اسی اثناء میں ایک آدمی آیا اور مجھے کہنے لگا اے سراقہ! میں نے ابھی ابھی تین شتر سواروں کی پرچھائیں دیکھی ہیں جو ساحل سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پرچھائیں انہیں لوگوں کی ہے۔ سراقہ کہتے ہیں میں جان گیا کہ وہ وہی لوگ ہیں مَیں نے اسے کن انکھیوں سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ وہ چپ ہو گیا پھر مَیں نے کہا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ وہ لوگ نہیں بلکہ فلاں فلاں شخص ہیں اور ابھی تھوڑی دیر ہوئی یہ میرے سامنے روانہ ہوئے۔ شاید ان کا کوئی

Marfat.com

اونٹ گم ہو گیا ہے۔ وہ اس کو ڈھونڈنے کے لئے گھروں سے نکلے ہیں۔ مَیں کچھ دیر وہاں بے تعلق ہو کر بیٹھا رہا۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مجھے ان کو پکڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ پھر آہستہ سے وہاں سے اُٹھا اپنے گھر آیا اور اپنی کنیز کو کہا میرا گھوڑا لے کر اس ٹیلے کے پیچھے جا کر کھڑی ہو جائے اور میرا انتظار کرے میں ابھی آتا ہوں۔ میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کے عقبی دروازہ سے باہر نکل گیا وہاں گھوڑا موجود تھا۔ مَیں اس پر سوار ہو کر بڑی تیز رفتاری سے اس سمت میں روانہ ہو گیا۔ بہت جلد مجھے حضور ﷺ کی پرچھائیں نظر آنے لگیں۔ میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی، مجھے یقین ہو گیا کہ میں اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

جب میں ان کے بالکل قریب پہنچا تو اچانک میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور میں چکرا کر زمین پر آ گرا۔ میں فوراً اُٹھا اور اپنے ترکش سے فال کے تیر نکالنے لگا۔ اتفاق سے فال میں وہ تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔ اس پر لکھا تھا کہ تم جن کا تعاقب کرو گے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن مجھے سو اونٹنیوں کے لالچ نے ایسا بدحواس کر رکھا تھا کہ میں نے اس تیر کی ذرا پروا نہ کی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگائی۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ میں اس قدر قریب پہنچ گیا کہ حضور ﷺ کی تلاوت کی آواز مجھے سنائی دینے لگی۔ حضور ﷺ کلامِ الٰہی کی تلاوت کر رہے تھے بڑے سکون اور طمانیت کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ میرے گھوڑے کے سموں کی آہٹ سن کر بھی حضور ﷺ میری طرف متوجہ نہ ہوئے۔ لیکن ابوبکر ؓ بار بار میری طرف دیکھتے

Marfat.com

تھے جب میں اور نزدیک ہوا تو اس سنگلاخ زمین میں میرے گھوڑے کی ٹانگیں گھٹنوں تک دھنس گئیں۔ میں قلابازی کھاتا ہوا نیچے آ گرا۔ میں نے گھوڑے کو جھڑکا وہ جھٹ کود کر باہر نکل آیا۔ میں نے پھر فال کا تیر نکالا لیکن اس مرتبہ بھی ناپسندیدہ تیر فال میں نکلا یعنی تم انہیں ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ یہ تیر دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس مہم میں کامیاب نہیں ہوسکوں گا۔ مَیں انہیں گرفتار نہیں کرسکوں گا میں نے فریاد کرتے ہوئے عرض کی:

''مہربانی کر کے مجھ پر نظر کرم کرو بخدا! میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اور نہ میری طرف سے کوئی ایسی بات سنو گے جسے آپ لوگ پسند نہیں کرتے۔''

زمانۂ جہالت میں ان کا دستور تھا کہ جب وہ کوئی اہم کام کرنے لگتے سفر، شادی، تجارت وغیرہ تو وہ اپنے تھیلے میں رکھے ہوئے تیروں سے فال نکالتے اور اس کے مطابق عمل کرتے اور ایک تیر پر لکھا ہوتا (میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے) دوسرے پر لکھا ہوتا (میرے رب نے مجھے منع کیا ہے) ان کے علاوہ خالی تیر ہوتے۔ اگر پہلا تیر نکلتا تو وہ کام کرتے دوسرا نکلتا تو رک جاتے تیسری قسم کا نکلتا تو پھر از سر نو فال نکالتے یہاں تک کہ پہلا یا دوسرا تیر نکلتا۔

حضور پرنور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمایا اس سے پوچھو وہ کیا چاہتا ہے۔ سراقہ کہتے ہیں مَیں نے عرض کی آپؐ کی قوم نے آپؐ کو گرفتار کرنے کے لئے بڑا انعام مقرر کیا ہے اور آپؐ کے بارے میں ان کے ارادے بڑے خطرناک ہیں۔ آپؐ کو طویل سفر درپیش ہے اس کے لئے میں

Marfat.com

زادِ راہ اور سواری کے جانور پیش کرتا ہوں۔ ازراہ نوازش قبول فرمالیں۔ لیکن ان دونوں حضرات نے میری اس پیشکش کو ٹھکرا دیا صرف اتنا فرمایا: ''ہمارا راز فاش نہ کرنا۔'' پھر میں نے عرض کی مجھے ایک نوازش نامہ لکھ دیجئے جس میں تحریر ہو کہ حضور ﷺ نے اس مجرم کا قصور معاف کر دیا ہے اور اس کو امان دے دی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت صدیق ؓ کو امان نامہ لکھ کر دینے کا حکم دیا۔ آپ ؓ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر دے دیا پھر رحمت عالم ﷺ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔''

علامہ ابن اثیر رقمطراز ہیں:

جب سراقہ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو رسول ﷺ نے اسے فرمایا اے سراقہ! اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔ اس نے سراپا حیرت ہو کر عرض کی کسریٰ ابنِ ہرمز کے کنگن؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

سراقہ کہتے ہیں میں واپس آ گیا لیکن اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ آٹھ ہجری میں، مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ فاتحانہ جاہ و جلال کے ساتھ داخل ہوئے۔ بیت اللہ شریف کو اصنام و اوثان کی نجاستوں سے پاک کیا۔ تقریباً سب اہل مکہ مشرف با اسلام ہو گئے۔ اس کے بعد حنین اور طائف کے معرکے سر ہوئے اس وقت مجھے خیال آیا۔ میں نے بہت دیر کر دی اب مجھے فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہئے۔ میں وہ گرامی نامہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب حضور ﷺ جعرانہ کے

Marfat.com

مقام پر تشریف فرما تھے۔ میں انصار کے شاہسواروں کے دستے کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ اجنبی سمجھتے ہوئے انصاری سواروں نے نیزوں کی انیوں سے مجھے کچو کے دینے شروع کیے۔ مجھے کہتے دور ہٹو، دور ہٹو، یہاں تک کہ میں نورِ چشم پیکرِ رحمت ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ حضور ﷺ اپنی ناقہ پر سوار تھے پنڈلی مبارک سے چادر ہٹی ہوئی تھی۔ مَیں نے ہاتھ میں نوازش نامہ پکڑ کر بلند کیا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ کا یہ گرامی نامہ میرے پاس ہے۔ میں سراقہ بن مالک ہوں۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا:

''آج وعدہ پورا کرنے اور احسان کرنے کا دن ہے اس کو میرے نزدیک آنے دو۔''

میں قریب ہوا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ پھر مَیں نے سوچا کہ اس بابرکت گھڑی میں مجھے کچھ فیض حاصل کرنا چاہئے بہت سوچا۔ کیا عرض کروں۔ کچھ نہ سوجھا، صرف اتنا پوچھ سکا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے حوض بھرتا ہوں کئی گمشدہ اونٹ پانی پینے کے لئے وہاں آجاتے ہیں اگر میں ایسے اونٹوں کو اپنے حوض سے پانی پینے دوں تو اس کا کچھ اجر مجھے بھی ملے گا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر زندہ جانور کو جس کا جگر تر ہو پانی پلانا باعث اجر ہے۔''

یہ واقعہ آپ نے حضرت سراقہ کی زبانی سنا۔ اب یہی واقعہ رفیق نبوت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی زبان حق ترجمان سے بھی سماعت فرمائیے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''سراقہ نے ہمارا تعاقب شروع کیا اس وقت ہم پتھریلی زمین میں سفر کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا تعاقب کرنے والا اب بالکل ہمارے نزدیک پہنچ گیا ہے سرکار ﷺ نے فرمایا:

''غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

پھر وہ مزید ہمارے نزدیک ہو گیا۔ اب ہمارے درمیان اور اس کے درمیان صرف ایک دو نیزوں کا فاصلہ رہ گیا تھا میں نے پھر وہی عرض کی اور مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا ابوبکر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کی: خداوند ذوالجلال کی قسم! میں اپنے لئے نہیں رو رہا۔ بلکہ حضور ﷺ کے لئے یہ گریہ طاری ہے۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنے رب کے حضور عرض کی:

حضور ﷺ کے دست مبارک دعا کے لیے اٹھنے کی دیر تھی کہ اس پتھریلی زمین میں گھوڑے کے پاؤں دھنس گئے۔ سراقہ چھلانگ لگا کر نیچے آ گیا۔ عرض کرنے لگا: یا محمد ﷺ آپؐ کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اللہ سے عرض کریں کہ وہ مجھے معاف کر دے میں حلفیہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپؐ کے تعاقب میں آنے والا جو شخص مجھے ملا میں اس کو لوٹا دوں گا۔ یہ میرا ترکش ہے اس میں سے آپ کچھ تیر لے لیں راستہ میں میری جاگیر سے آپ کا گزر ہو گا وہاں میرے اونٹ اور ریوڑ چر رہے ہوں گے۔ میرے یہ تیر میرے کارندوں کو دکھا کر آپ جو کچھ لینا چاہیں گے وہ پیش کر دیں گے۔ اس سخی اور غنی رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

”مجھے نہ تمہارے اونٹوں کی ضرورت ہے اور نہ بھیڑ بکریوں کی اور اس کو دعائیں دے کر واپس جانے کی اجازت دے دی۔“

سراقہ، کچھ عرصہ خاموش رہا۔ جب قریش کی کوششیں نامرادی کے آغوش میں دم توڑ گئیں تو سراقہ نے سفر میں پیش آنے والے محیرا العقول واقعات لوگوں کو بتانے شروع کئے یہ باتیں پھیل گئیں۔ رؤسا قریش کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ ان باتوں سے متاثر ہو کر لوگ اسلام کو ہی نہ قبول کر لیں۔ چنانچہ ابو جہل نے سراقہ کے قبیلہ کو ایک خط لکھا جس میں یہ شعر تحریر کئے۔

اے بنی مدلج! مجھے تمہارے احمق سراقہ کی باتوں سے بہت اندیشہ ہے کہ وہ لوگوں کو محمد (ﷺ) کی اعانت پر برانگیختہ نہ کر دے۔

تم اس پر قابو پا لو تاکہ اتحاد کو پارہ پارہ نہ کر دے اور اس افتراق سے تم لوگ عزت و سیادت کے بعد منتشر نہ ہو جاؤ۔

سراقہ نے جب ابو جہل کے یہ شعر سنے تو اس نے جواب میں یہ اشعار لکھ کر ابو جہل کی طرف روانہ کیے۔

اے ابو الحکم! بخدا اگر تم اس وقت موجود ہوتے جب میرے گھوڑے کے پاؤں اس پتھریلی زمین میں دھنس رہے تھے۔

یہ دیکھ کر تم حیرت زدہ ہو جاتے اور اس بارے میں تمہیں کوئی شک نہ رہتا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کی دلیل ہیں ان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنی قوم کو اس کا مقابلہ کرنے سے روکے کیونکہ میرا خیال ہے کہ وہ دن جلد آنے والا ہے جب ان کی عزت و کامیابی

Marfat.com

کے نشانات بلند ہو جائیں گے۔ علامہ ابو القاسم السہیلی رحمتہ اللہ علیہ ''الروض الانف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہم نے اس کتاب میں جہاں کسریٰ کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسریٰ کا تاج، اس کے سونے کے کنگن، اس کا مرصع کمر بند پیش کیا گیا تو آپؓ نے سراقہ کو یاد فرمایا اور اسے کسریٰ شاہ ایران کے یہ زیورات عنایت فرمائے اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ بلند کرے اور ان کلمات سے اپنے خداوند قدیر کی حمد وثنا کرے۔''

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے یہ زیورات کسریٰ سے چھین لئے جو یہ گمان کرتا تھا کہ وہ لوگوں کا رب ہے اور نبو مدلج کے ایک بدو کو پہنائے۔

علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زیور اس لئے سراقہ کو پہنائے تھے کہ سراقہ، جب مسلمان ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ خوشخبری دی تھی اور اس کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ فارس کا ملک ان کے لئے فتح کرے گا۔ اور کسریٰ بادشاہ کے یہ زیورات اور تاج انہیں بطور غنیمت ملیں گے۔

سراقہ کو یہ ارشاد عجیب وغریب معلوم ہوا وہ کہنے لگا کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے آپ اس کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کسریٰ کی بات ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے یہ کنگن پہنائے علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

''اگر چہ سراقہ ایک بدو تھا جسے پیشاب کرنے کا بھی سلیقہ نہ آتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ اسلام کی برکت سے اسلام قبول کرنے والوں کو عزتیں عطا

Marfat.com

فرماتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ پر اور حضور ﷺ کی اُمت پر اپنی نعمتوں اور فضل و کرم کے مینہ برساتا ہے۔'' اس واقعہ کو علامہ احمد بن زینی دحلان نے السیرۃ النبویہ میں بھی تحریر کیا ہے:

''نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگہبانی میں اپنی منزل کی طرف اپنے یار وفا شعار کے ساتھ رواں دواں تھے کہ راستہ میں ایک چرواہے کو دیکھا جو اپنا ریوڑ چرا رہا تھا۔ دونوں حضرات نے اسے کہا کہ تمہارے پاس دودھ ہے تو ہمیں پلاؤ۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی شیر دار بکری نہیں البتہ وہ دور ایک بھیڑ کی پٹھی ہے جو سال کی ابتدا میں باردار ہوئی اب اس کے تھنوں میں کوئی دودھ نہیں رہا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے لے آؤ۔ وہ لے آیا حضور ﷺ نے اس کی ٹانگوں کو باندھا۔ اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ اس کی کھیری دودھ سے بھر گئی۔ حضرت ابوبکر ؓ ایک برتن لے آئے نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے دوہا۔ پہلے حضرت ابوبکر ؓ کو پلایا، پھر دوہا اور چرواہے کو پلایا، تیسری مرتبہ پھر دوہا اور خود نوش فرمایا۔ چرواہا یہ کرشمہ دیکھ کر تصویر حیرت بن گیا کہنے لگا خدارا بتایئے! آپ کون ہیں بخدا آج تک میں نے آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ہمارے راز کو فاش نہیں کرو گے اس نے کہا ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں محمد (ﷺ) ہوں اللہ کا رسول ہوں۔ چرواہا کہنے لگا آپ وہی ہیں جن کے بارے میں قریش یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ نے اپنا آبائی دین ترک کر دیا ہے۔ ہاں وہ ایسا کہتے

Marfat.com

ہیں چرواہا بول اٹھا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں اور جو دین لے کر آپ ﷺ آئے ہیں وہ حق ہے۔ کیونکہ جو آپ نے کیا ہے نبی کے بغیر اور کوئی نہیں کر سکتا میں آپ ﷺ کا فرمانبردار اور اطاعت گزار ہوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ابھی صبر کرو موجودہ حالات میں تم ان چیزوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جب تمہیں یہ اطلاع ملے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غلبہ اور فتح عطا فرمائی ہے تو اس وقت ہمارے پاس چلے آنا۔

اللہ کا محبوب ﷺ نبی، اپنے رب کریم کی بے پایاں رحمتوں اور برکتوں کے خزانے لٹاتا ہوا خفتہ بختوں کو بیدار کرتا ہوا، مردہ دلوں کو زندہ جاوید کرتا ہوا کوہ و دمن کو انوارِ الٰہی سے رشک طور بناتا ہوا جو ملتا اپنی نظرِ کرم سے اس کے گندے دل کو پاک کرتا ہوا، نفوس امارہ کو نفوس مطمئنہ کے زمرہ میں شامل کرتا ہوا، اجاڑ اور سنسان صحراؤں کو آباد کرتا ہوا خراماں خراماں یثرب کی طرف بڑھ رہا ہے۔

مکہ مکرمہ سے مسلمانوں کا ایک قافلہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تجارتی سفر پر گیا ہوا تھا۔ شام سے واپسی پر ان کی ملاقات رحمت عالم ﷺ سے ہوئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سفید رنگ کا ایک جوڑا بارگاہِ اقدس میں پیش کیا۔ جسے حضور ﷺ نے قبول فرمایا اور زیب تن کیا۔

اسی سفر میں اہل اسلام کا ایک دوسرا تجارتی کارواں جاتے ہوئے ملا۔ اس کی سربراہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی

Marfat.com

پارچات کے دو جوڑے پیش خدمت کئے۔ایک سرور عالم ﷺ کے لئے دوسرا حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے۔حضور ﷺ نے اس ارمغان خلوص ومحبت کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔

حضرت بُریدہ بن حصیب الاسلمیؓ اپنا قصہ سناتے ہیں:

جب میں نے سنا کہ قریش نے حضور ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے ایک سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے تو اتنے بڑے انعام کے لالچ میں مَیں بھی حضور ﷺ کے تعاقب میں روانہ ہوا میرے ساتھ میری قوم بنی سہم کے ۷۰ شہسوار بھی تھے۔اتفاق سے میری ملاقات حضور ﷺ سے ہوگئی۔

حضور ﷺ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟''

مَیں نے عرض کیا: ''میرا نام بُریدہ ہے۔''

یہ سن کر حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''ہماری مہم کی تپش ٹھنڈی ہوگئی اور حالات درست ہوگئے ہیں۔''

پھر پوچھا: ''تم کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟''

مَیں نے عرض کی: ''مَیں اسلم قبیلہ کا فرد ہوں۔''

یہ سن کر فرمایا: ''ہم محفوظ ہوگئے۔''

پھر پوچھا: ''بنی اسلم کی کون سی شاخ؟''

میں نے عرض کی: ''مَیں بنی سہم خاندان سے ہوں۔''

حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کو فرمایا: ''اے ابوبکر! تیرا تیر نکل آیا ہے۔''

بریدہؓ کہتے ہیں: ''مَیں نے پوچھا آپ کون ہیں؟''

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا: "انا محمد بن عبد اللہ و رسول اللہ" میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔

اس پیکر نور کی ایک جھلک دیکھتے ہی بُریدہ کی آنکھیں روشن ہوگئیں سارے نقاب حقیقت کے روئے زیبا سے اُٹھ گئے۔ بیتابی سے جواب دیا "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ" بُریدہ اور اس کے ہمراہی تمام کے تمام مشرف با اسلام ہوگئے۔ دست اقدس پر اسلام قبول کرنے کے بعد بریدہ نے اپنے جذباتِ تشکر و امتنان کا یوں اظہار کیا:

"اس اللہ کے لیے ساری تعریفیں ہیں جس کی مہربانی سے بنوسہم قبیلہ کے لوگ اپنی خوشی سے اسلام لے آئے کسی مجبوری سے نہیں۔"

رات گزری اور صبح ہوئی تو حضرت بُریدہ نے عرض کی:

"اے اللہ کے محبوب رسول ﷺ! آپ پرچم لہراتے ہوئے مدینہ میں قدم رنجہ فرمایئے۔"

انہوں نے اپنا عمامہ کھولا اور نیزے کی اَنی کے اوپر اسے باندھا اور یوں جھنڈا لہراتے ہوئے حضور ﷺ کے آگے آگے جا رہے تھے۔ جبکہ مدینہ طیبہ کے درو دیوار اور اس کی فضائیں ایسے معزز مہمان اور بلند اقبال قائد اور برحق نبی کی راہ میں اپنے دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے تھے۔"

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

فائد، جو عبادل کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے بتایا کہ میں، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن سعد کی معیت میں سفر پر نکلا جب ہم عرج کے مقام پر پہنچے تو

Marfat.com

سعد کے بیٹے عبدالرحمٰن بھی پہنچ گئے یہ سعد، وہ شخص ہے جس نے عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ آپ کے والد نے آپ کو کیا واقعہ بتایا تھا ابن سعد نے کہا میرے والد سعد نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں ان کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی رضاعت کے لیے ہم اپنے پاس لے آئے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ کی طرف مختص راستہ سے سفر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا سعد نے عرض کی: آپ رکوبہ سے غامر کے راستہ سے تشریف لے جائیں۔ لیکن وہاں بنی اسلم قبیلہ کے دو چور رہتے ہیں جنہیں المھنان کہا جاتا ہے اگر حضور ﷺ کی مرضی ہو تو ہم ان کے پاس سے حضور ﷺ کو لے چلیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ سعد کہتے ہیں جب ہم روانہ ہوئے تو وہ دونوں چور راستہ میں کھڑے تھے ایک نے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوسرے کو کہا: ''یہ یمانی ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے اُن کو اپنے پاس بلایا اور ان پر اسلام پیش کیا۔ ان کی بگڑی ہوئی تقدیر کو بنانے والا تشریف لے آیا تھا۔ انہوں نے بغیر کسی حیل و حجت کے اسلام قبول کر لیا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارے نام کیا ہیں انہوں نے اپنا نام بتایا مھان۔ ''مھان کے لغوی معنی ذلیل ہے۔'' یعنی ہم دونوں ذلیل ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسلام لانے کے بعد اب تم لوگ ذلیل نہیں رہے بلکہ تم عزت و شرف کے مالک بن گئے ہو اور تم دونوں محترم و مکرم ہو گئے ہو۔

حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس قافلہ کے آگے آگے چلیں اور ہمیں مدینہ تک چھوڑ آئیں۔

Marfat.com

سرور عالم ﷺ کی قبا میں تشریف آوری

اہل مدینہ کو جب سے حضور اکرم ﷺ کی مکہ سے روانگی کی اطلاع ملی۔ اسی دن سے ان کی آتش شوق بھڑک اُٹھی۔ انتظار کے یہ لمحات انہیں قیامت سے زیادہ طویل نظر آنے لگے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کا فاصلہ عام طور پر بارہ دنوں میں طے ہو جاتا ہے۔ یہ بارہ دن تو انہوں نے بے قرار دلوں کو تسلی دیتے ہوئے گزار لئے۔ لیکن اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا وہ اجتماعی شکل میں اپنے آقا ﷺ کے استقبال کے لئے مدینہ طیبہ سے باہر ایک پتھریلے میدان میں جمع ہو جاتے اور سورج کے ڈھلنے تک انتظار کرتے پھر مایوس ہو کر گھروں کو لوٹ جاتے۔ دن کے وقت کیونکہ سورج کی تپش نا قابل برداشت ہوتی ہے۔ گرم لو، جسم کو جلائے دیتی ہے۔ اس لیے اہلِ عرب صحراؤں کو عبور کرنے کے لئے راتوں کو سفر کرتے ہیں تاکہ چاشت کے وقت تک اپنی منزل تک پہنچ جائیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر دوپہر سے پہلے کسی سایہ دار درخت کے نیچے دن گزارتے ہیں۔ پھر جب رات آتی ہے تو سفر شروع کرتے ہیں۔ انصارِ مدینہ کا یہ معمول تھا کہ صبح سویرے استقبال کے لئے جمع ہو جاتے اور چاشت کے وقت تک انتظار کرتے جب حضور ﷺ کی تشریف آوری کا متوقع وقت گزر جاتا تو گھروں کو لوٹ آتے۔ انتظار کا ہر دن

Marfat.com

کرب میں اور آنے والی رات پہلو بدلتے بے چینی کی نذر ہو جاتی۔
دوسرے دن علی الصبح وہ پھر اپنے محبوب کریم ﷺ کے دیدار کے شوق میں نئے عزم کے ساتھ سراپا شوق بن کر استقبال کے لیے اسی پتھریلے میدان میں جمع ہو گئے جوق در جوق، گروہ، در گروہ فرزندانِ اسلام وہاں انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ موسم گرما کے آفتاب نے دھوپ میں ٹھہرنا محال بنا دیا اور انہیں مجبوراً واپس آنا پڑا۔ بیم و رجا کی اس کیفیت میں دو دن گزر گئے۔ لیکن وہ حبیب دلربا ﷺ ابھی تک تشریف نہ لائے تھے۔
تیسرے دن پھر وہ صبح اپنے آقا کی راہ میں دل و نگاہ کو فرش راہ بنانے کے لئے اس میدان میں انتظار کرنے لگے سورج ڈھلنے کے قریب ہو گیا کہ اس ماہ مبین کے طلوع ہونے کا بظاہر اب کوئی امکان نہیں رہا تو وہ آہستہ آہستہ گھروں کو لوٹنے لگے یہاں تک کہ وہ میدان خالی ہو گیا۔ عین اسی وقت ایک مختصر قافلہ ادھر آ رہا تھا رحمتِ الٰہی اور عنایت ربانی اس پر سایہ فگن تھی تقدس کا نورانی ہالہ ان کے گرد حلقہ زن تھا۔ لطفِ خداوندی کی رم جھم برس رہی تھی۔ اس وقت ایک یہودی اپنے کسی کام کے سلسلے میں ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا تھا۔ اس نے نعرہ لگایا جس سے یثرب کی ساری وادیاں گونج اٹھیں۔ اور فضا میں خوشی و مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے بلند آواز سے کہا:
''اے قیلہ کے فرزندو! یہ ہے تمہارا بخت بیدار، دیکھو یہ تمہارے پاس آ گیا ہے۔''
(قیلہ انصار کی ایک وادی کا نام تھا) جس کسی کے کان میں یہ آواز

Marfat.com

پہنچی وہ اپنے آقا کے دیدار اور استقبال کے لئے بھاگا ہوا چلا آ رہا تھا۔ اس اثناء میں حضور سرور کائنات ﷺ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کھجور کے ایک درخت کے سائے میں پہنچ گئے۔ اپنی اونٹنیوں کو بٹھایا اور ان سے اتر کر اس کھجور کے سایہ میں تشریف فرما ہو گئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضور ﷺ کی آمد کے موقع پر انصار وفا شعار کی مسرت وشادمانی کا بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں:

''یہودی گفت اینکہ مقصد ومقصود شما در رسید مسلمانان سلاح ہائے خودرا برداشتہ باستقبال اجلال آں سرور بر آمدند وبالائے حرہ ملاقات کردند ومبارک باد گفتند وشادیہا نمودند وجواناں وکودکاں وزناں ومرداں خورد بزرگ میگفتند جاء رسول اللہ جاء نبی اللہ ﷺ۔

''جب ٹیلہ پر کھڑے ہو کر یہودی نے اعلان کیا اے مسلمانو! تمہارا مقصد ومقصود تشریف لے آیا ہے۔ مسلمانوں میں مسرت اور شادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اپنے ہتھیاروں کو لئے ہوئے، سرور کائنات ﷺ کے استقبال کے لئے بھاگے چلے آ رہے تھے۔ حرہ کے میدان میں ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے تھے۔ طرح طرح سے خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے۔ جوان اور بچے عورتیں اور مرد چھوٹے اور بڑے سب نعرہ لگا رہے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ اللہ کے نبی تشریف لے آئے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری عمر اس وقت آٹھ نو سال کی تھی

Marfat.com

یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے درودیوار حضور ﷺ کی طلعتِ زیبا کے انوار سے چمک رہے ہیں گویا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ، حضور کریم ﷺ کے ہم عمر تھے بہت کم فرق تھا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر نے حضور ﷺ کو پہلے دیکھا نہ تھا۔ اس لئے پہچاننے میں دقت ہو رہی تھی۔ چند لمحوں میں زائرین کی بھیڑ لگ گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کی اس پریشانی کو بھانپ لیا۔ انہوں نے اُٹھ کر حضور سرور کونین ﷺ پر اپنی چادر تان کر سایہ کر دیا۔ اس سے سب کو معلوم ہو گیا کہ مخدوم کون ہے اور خادم کون۔ آقا کون ہے اور غلام کون۔

جس بستی میں حضور ﷺ نے اجلال فرمایا اس کا نام قبا تھا۔ مدینہ طیبہ کے قریب ایک چھوٹی سی آبادی تھی عمرو بن عوف کا قبیلہ آباد تھا۔ یہی وہ خوش بخت لوگ تھے جن کو اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی میزبانی کا شرف نصیب ہوا تھا۔ یہی وہ بلند اقبال قبیلہ تھا۔ جسے رحمت اللعالمین ﷺ نے سفر ہجرت کی طویل اور پرخطر مسافت طے کرنے کے بعد استراحت فرمانے کیلئے منتخب فرمایا تھا۔ پل بھر میں پانچ سو کے قریب جاں نثار انصار کا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ سب نے عرض کی اپنی اونٹنیوں پر سوار ہو جایئے۔ بڑے اطمینان سے ہمارے ہاں تشریف لے چلئے۔ آپ یہاں امن و امان میں ہوں گے ہم سب آپ کے غلام آپ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہیں گے۔

قبا میں رحمت عالم ﷺ نے کلثوم بن ہدم جو قبیلہ عمرو بن عوف کا ایک سردار تھا، کے گھر میں قیام فرمایا بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ قبا میں حضور ﷺ

Marfat.com

کا میزبان سعد بن خیثمہ تھے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ قبا میں حضور کا قیام کلثوم بن ہدم کے ہاں تھا لیکن جب لوگ ملاقات کے لئے جمع ہو جاتے تو سرکار دو عالم ﷺ کلثوم کے مکان سے نکل کر حضرت سعد کی حویلی میں تشریف لے جاتے وہ کھلی حویلی تھی نیز حضرت سعد کے بیوی بچے بھی نہ تھے یہاں بے تکلفی اور آسانی سے سب زائرین سے ملاقات ہو سکتی تھی۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ مہاجرین جن کے ساتھ ان کے اہل و عیال نہیں ہوتے تھے وہ سب انہیں سعد کے مہمان بنا کرتے اسی وجہ سے ان کا گھر بیت العزاب کے نام سے مشہور تھا۔

(عزاب یا اعزاب جمع ہے اس کا واحد عزب ہے وہ مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی نہ ہو اس کو رجل عزبْ کہتے ہیں وہ عورت جس کے ساتھ اس کا خاوند نہ ہو اس کو امراۃ عزب کہتے ہیں)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خبیب بن اساف کے گھر میں رہائش پذیر ہوئے۔ یہ خبیب، بنو حارث بن خزرج کے خاندان سے تھے ان کی سکونت قبا کی ایک نواحی بستی السُنح میں تھی۔

ابن ہشام کے حاشیہ میں مرقوم ہے مدینہ طیبہ کے محلوں میں سے ایک کا نام السُنح ہے۔

نبی صادق و امین ﷺ اپنے پیارے بھائی سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مکہ میں چھوڑ آئے تھے ان کو دو ذمہ داریاں سپرد کی گئیں تھیں اس رات کو انہوں نے حضور ﷺ کی چادر اوڑھ کر بستر پر سونا تھا تاکہ کاشانۂ نبوت کا محاصرہ

Marfat.com

کرنے والے مشرک نوجوانوں کو یہ گمان رہے کہ حضور ﷺ ابھی اپنے بستر پر آرام فرما ہیں۔ ابھی جاگیں گے، پھر باہر آئیں گے۔ اس وقت وہ اس سازش کو عملی جامہ پہنائیں گے جس کے بارے میں دارالندوہ کی خصوصی میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا تھا۔

دوسرا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بجالانا تھا کہ جن لوگوں کی قیمتی امانتیں اللہ کے حبیب ﷺ کے پاس تھیں ان کو مالکوں تک بحفاظت پہنچا دیں۔

اس حکم کی تعمیل میں آپ کے تین دن لگ گئے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ کھلی وادی میں کھڑے ہو کر اعلان فرماتے۔

"لوگو! سن لو۔ جس کسی نے اپنی کوئی امانت رسول کریم ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھی وہ آئے اور اپنی امانت لے جائے۔

اس حکم کی تعمیل سے فراغت پانے کے بعد سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے آپ رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت چھپ کر کہیں وقت گزارتے تھے۔ آپ نے یہ سفر پیدل طے کیا یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک سوجھ گئے ان میں آبلے پڑ گئے اور آبلوں سے خون بہنے لگا۔ جب آپؓ قبا پہنچے تو نبی کریم ﷺ کو آپؓ کی آمد کا علم ہوا تو حضور ﷺ نے انہیں اپنے پاس بلا بھیجا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ چلنے سے معذور ہیں ان کے پاؤں سوجھے ہوئے ہیں اور ان سے خون رس رہا ہے۔ چنانچہ سرور عالم ﷺ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے ان کو اپنے گلے سے لگایا ان کی تکلیف دہ حالت دیکھ کر حضور ﷺ کی چشم مبارک سے آنسو ٹپکنے لگے۔ پھر

Marfat.com

اپنے دونوں مبارک ہاتھوں پر اپنا لعاب دہن ڈالا۔ پھر اپنے ہاتھوں کو ان کے زخموں پر پھیر دیا اس کی یہ برکت ہوئی کہ اس کے بعد پھر شہادت تک کبھی آپ کے پاؤں کو ذرا تکلیف نہ ہوئی۔

علامہ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ سیدنا علی مرتضیٰ ﷛ قبا میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو گئے اور حضور ﷺ کے ساتھ ہی کلثوم بن ہدم کے مکان پر اقامت گزیں ہوئے۔ جمہور علماء سیرت کا یہی قول ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ ﷛ مکہ مکرمہ میں تین دن رہے۔ اس اثناء میں آپ نے امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچائیں۔ پھر پیدل چل کر قبا میں پہنچے اور حضور سرور عالم ﷺ کے ساتھ کلثوم بن ہدم کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔

•

قبا میں قیام

رحمت عالم ﷺ جب تک قبا میں تشریف فرما رہے، ملاقات کرنے والوں، زیارت کرنے والوں اور دعوت حق سننے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ سعادت مند روحیں اس چشمہ صافی سے اپنے دلوں کی پیاس کو بجھاتی رہیں۔ چند روز قیام کے بعد سرکار دو عالم ﷺ یثرب کی پیاسی سرزمین کو سیراب کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے کتنے دن قبا میں قیام فرمایا اس کے بارے میں علماء سیرت کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ حضور ﷺ سوموار کو بعد از دوپہر قبا پہنچے۔ منگل بدھ جمعرات یہاں قیام فرمایا اور جمعہ کے روز چاشت کے وقت مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

Marfat.com

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا:

''حضور ﷺ نے بنی عمرو بن عوف کے قبیلہ میں نزول اجلال فرمایا اور دس دن اور چند روز وہاں مقیم رہے اور اسی اثناء میں مسجد قبا تعمیر فرمائی۔''

اور ابن عقبہ کی روایت ہے کہ ''حضور ﷺ بائیس دن قبا میں تشریف فرما رہے۔ اجلال فرمایا اور دس دن اور چند روز وہاں مقیم رہے اور اسی اثناء میں مسجد قبا کی تعمیر فرمائی۔''

صحیح مسلم میں ہے آپ نے چودہ دن قیام فرمایا۔

حضرت شموس بنت نعمان ؓ مسجد قبا کی تعمیر کا چشم دید حال بیان کرتی ہیں: ''میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی زیارت کی۔ جب حضور ﷺ قبا میں تشریف لائے یہاں اقامت فرمائی اور مسجد تعمیر کی۔ جب مسجد قبا تعمیر ہو رہی تھی تو میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ پتھر اٹھاتے تھے اور اس پتھر سے گرنے والی مٹی حضور ﷺ کے چمکتے ہوئے شکم مبارک پر پڑتی تھی۔ حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی صحابیؓ حاضر ہوتا اور عرض کرتا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں یہ پتھر مجھے عطا فرمائیے کہ میں آپؐ کی طرف سے اٹھا کر لے جاؤں۔ تو حضور ﷺ فرماتے ''لاخذ مثله'' اسے رہنے دو تم اس جیسا کوئی اور پتھر اٹھا کر لے جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ مسجد پایہ تکمیل تک پہنچی۔''

یہ مسجد ایک ایسے میدان میں تعمیر کی گئی جہاں پہلے کھجوریں خشک کی جاتی تھی اور یہ کلثوم بن ہدم، حضور ﷺ کے میزبان کی ملکیت تھی۔ انہوں نے

Marfat.com

یہ زمین کا ٹکڑا مسجد تعمیر کرنے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

یہ پہلی مسجد تھی جسے ہجرت کے بعد سرور عالم ﷺ نے تعمیر کیا اور اس میں بھاری بھر کم پتھر اٹھا کر لے آئے اور اس کی تعمیر میں شریک ہوئے۔ یہی وہ مسجد ہے جس کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

(ترجمہ) ''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپؐ کھڑے ہوں اس میں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے۔''

اس آیت کا یہ مقصد نہیں کہ صرف یہ مسجد ہی ایسی ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی مسجد نہیں جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہو۔ بلکہ اس مسجد کی خصوصیت یہ ہے کہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار مسجدیں ہیں جو اس کے بعد تعمیر ہوئیں اور ان کی بنیاد بھی تقویٰ پر رکھی گئی تھی جیسے مسجد نبویؐ اور دیگر مساجد۔

احادیث میں مسجد قبا کی بڑی شان مذکور ہے حضور نبی کریم ﷺ ہر ہفتہ کے روز پیدل یا سوار ہو کر تشریف لے آیا کرتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص وضو کرتا ہے اور وضو بڑی عمدگی سے کرتا ہے پھر باوضو ہو کر مسجد قبا میں آتا ہے اور اس میں نماز پڑھتا ہے تو اس کو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔''

امام ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

حضرت اُسید بن حضیر ؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا حضور

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا: ''مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ آپ سوموار اور جمعرات کو مسجد قبا میں ضرور تشریف لاتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں جن سے اس مسجد کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

رحمت عالم ﷺ ربیع الاول شریف کی بارہ تاریخ کو بروز دوشنبہ اس وقت تشریف فرما ہوئے جب سورج نصف النہار پر چمک رہا تھا۔

سوموار کے دن کو سرکار دو عالم ﷺ کی ذات پاک اور حیات طیبہ کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ کی ولادت با سعادت سوموار کو ہوئی۔ تاج نبوت بھی سوموار کے روز پہنایا گیا۔ خانہ کعبہ کی دیوار کے کونہ میں حضور ﷺ نے حجرِ اسود بھی سوموار کے روز رکھا۔ ہجرت بھی سوموار کے روز ہوئی اور سوموار کے روز ہی اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔''

یہ امر توجہ طلب ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اس عالم رنگ و بو میں تشریف آوری سے پہلے بھی کئی مہینے اور کئی دن خصوصی شان اور عظمت کے مالک تھے۔ سارے عرب میں شہر حرم کی عزت کی جاتی تھی۔ ہفتہ کا دن یہود کے نزدیک اور اتوار کے دن نصاریٰ کے نزدیک بہت محترم تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ کو بڑے بڑے واقعات رو پذیر ہوئے تھے جن کے ذریعہ حق کا بول بالا ہوا تھا اور باطل کو دائمی ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اپنے حبیب کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے لئے نہ ان متبرک مہینوں سے کوئی مہینہ منتخب کیا اور نہ ان عظیم الشان دنوں میں سے کسی دن کا انتخاب فرمایا بلکہ ماہ ربیع الاوّل اور یوم دوشنبہ کو یہ شرف ارزانی فرمایا جن کی اس سے پہلے کوئی خصوصیت اور اہمیت نہ تھی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا۔

حکماء اسلام نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ اگر کسی متبرک مہینہ میں یا بابرکت دن میں حضور ﷺ کی ولادت ہوتی تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ عبداللہ کا یہ فرزند کیونکر مصدر برکات و سعادت نہ ہوتا جب کہ یہ فلاں برکت والے مہینے میں فلاں برکت والے دن میں پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے محبوب کے کسی کمال کو کسی زمان و مکان کا کرشمہ سمجھا جائے۔ بلکہ یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ زمانہ کی جس ساعت کو، مکان کے جس خطہ کو جو عزت و سرفرازی اور برکت و سعادت نصیب ہوئی ہے یہ میرے محبوب ﷺ کے وجود مسعود کا فیضان ہے۔ اس کو صرف میں نے جو اس کا خالق اور رب ہوں۔ یہ عزتیں اور سرفرازیاں ارزانی فرمائی ہیں۔

قباء سے روانگی

نور دیدہ عاشقان، راحت قلوب، مشتاقاں، حبیب الرحمٰن ﷺ جتنے روز بھی قبا میں قیام فرما رہے یثرب کے فرزندان اسلام صبح و شام، ہر وقت شمع جمال مصطفوی ﷺ پر پروانوں کی طرح تصدق ہوتے رہتے تھے۔ اللہ کے محبوب ﷺ کے دیدار کا شوق کشاں کشاں انہیں یہاں لاتا۔ بے قرار دل اور

Marfat.com

بے چین آنکھیں اس جمال آراء کی زیارت میں ہمہ وقت محو رہتیں۔ یہ سب لوگ اس لمحہ کے انتظار میں ماہی بے آب کی طرح تڑپا کرتے جب ان کا ہادی و راہبر اپنے ورود مسعود سے ان کے کلبہ ہائے اذہان کو منور فرمائے گا۔ ان کے مضطرب دلوں اور بے چین روحوں کی جھولیوں کو سچی اور ابدی مسرتوں سے معمور کرے گا۔ صرف انصار ہی اس ساعت ہمایوں کے لئے مضطرب نہ تھے بلکہ یثرب کے مکانوں کے درودیوار اس روئے انور ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اس بستی کے کوچہ و بازار، ان کے قدم ناز کو بوسہ دینے کے لیے بے چین تھے۔ طیبہ کے نخلستانوں کی بلند قامت کھجوریں اس شاہِ والاتبار کی بلائیں لے رہی تھیں۔ آخر جمعۃ المبارک کی وہ صبح صادق طلوع ہوئی ہر طرف نور ہی نور پھیل رہا تھا، ہر دن اُجالا ہی اُجالا انسانیت کی شب تار کو روز روشن میں بدل رہا تھا، اندھیروں کا طلسم ٹوٹ رہا تھا، ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے تھے، اس نیر اعظم ﷺ کی نورانی شعاعوں کی ہیبت سے ہر نوع کی تاریکیوں پر لرزہ طاری تھا۔ ویسے تو ہر رات بعد ہمیشہ صبح طلوع ہوتی ہے اور ہر صبح کی روشنی زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کرتی رہتی ہے لیکن آج کی صبح نرالی صبح تھی اس کے اُجالوں میں اتنی شوخی اور تابانی تھی کہ کوئی تاب نہ لاسکتا تھا۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں: ''جس روز رسول اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں نزول اجلال فرمایا مدینہ کی ہر شے جگمگانے لگی تھی۔''

حضرت ابو خثیمہ ؓ کے فرزند فرماتے ہیں کہ ''میں اس روز وہاں موجود تھا جس روز رسول اللہ ﷺ نے شہر مدینہ میں قدم رنجا فرمایا۔ مَیں نے آج تک

Marfat.com

کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جو اس روز سعید سے زیادہ حسین ہو یا زیادہ روشن ہو۔"

چند روز قبا کی بستی کو بقعہ نور بنائے رکھنے کے بعد یُمن و سعادت کا پیکرِ ہمایوں، خیرات و برکات کا قاسم کریم، نوع انسانی کا بخت بیدار، کائنات کی بارات کا من موہنا اور سجیلا دولہا، آج اس سرزمین کو عرش پایہ بنانے کے لئے روانہ ہو رہا تھا جس کی خاک کے ذرے ازل سے اس کے پائے ناز کو بوسہ دینے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ جس نسیم سحر کے جھونکے، اس کی زلفِ عنبریں کو چومنے کے لئے دیوانہ وار سرگرداں رہا کرتے تھے۔ ان کے کچے مکانوں، کھجوروں کی شاخوں سے بنے ہوئے چھپروں، جن کو آج تک غربت و افلاس سے جنم لینے والی محرومیوں نے اپنا گھر بنایا ہوا تھا۔ وہ فخر دیدۂ آدم ﷺ انہیں ایسی رونقیں بخشنے کے لئے تشریف لا رہا تھا جن پر شاہ ایران کا قصر ابیض اور قیصر روم کے مرمریں محلات سو جان سے فدا ہونے والے تھے۔

چاشت کا وقت ہو گیا ہے عرب کا سورج اپنی جملہ تمازتوں کے ساتھ جلوہ فشاں ہے۔ یثرب کے سارے کلمہ گو اپنے آقا اپنے ہادی اور اپنے نبی ﷺ کو اپنے ہمراہ اپنی بستی میں لے جانے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ جشن استقبال میں شرکت کرنے والے تمام حضرات نے بہترین لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ ہتھیار اپنے جسم پر سجائے ہوئے ہیں۔ خارہ شگاف شمشیروں کی چمک سے سورج شرما رہا ہے اور نیزوں کی سنانیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔ ان کی چمک اور تیزی سے اہل باطل کے جگر گداز ہو رہے ہیں۔ حبشہ کے سیاہ رنگ حبشی بھی اظہار مسرت میں کسی

Marfat.com

سے پیچھے نہ تھے۔ وہ اپنے آقا ﷺ کے جلو میں خوش و سرشار ہو کر اپنے ہتھیاروں سے جنگی کرتب دکھا رہے تھے آج وہ کیونکر خوش نہ ہوتے آج وہ تشریف لا رہا ہے۔ جس کے قدموں کی خاک نے ان کی کالی رنگت کو وہ ملاحتیں بخش دی تھیں جن پر فردوس بریں کی حوریں بھی سو جان سے قربان ہونے لگی تھیں۔ اب انہیں کوئی ان کی سیاہ روئی کا طعنہ نہ دے سکے گا۔ ان کے موٹے ہونٹوں اور چھوٹے ناکوں کے باعث کوئی انہیں حقیر اور ذلیل نہ سمجھ سکے گا۔ بلکہ امت مسلمہ کا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کہہ کر پکارے گا۔ جب مکہ فتح ہوگا، جب بیت اللہ شریف بتوں کی نجاستوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ اس روز کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید کبریائی اور اس کے محبوب بندے کی رسالت اور شان مصطفائی کا اعلان کرنے کے لئے کسی عرب کو، کسی قریشی کو کسی ہاشمی کو منتخب نہیں کیا جائے گا بلکہ اہل حبش کے ایک فرد کو نگاہ رسالت منتخب فرمائے گی اور اسے حکم دے گی اے بلال! چڑھ جا کعبہ کی چھت پر اور اذان دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”جس روز رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اس روز حضور ﷺ کی یہاں آمد پر مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے حبشیوں نے اپنے ہتھیاروں کے ساتھ جنگی کرتب دکھائے۔“

مبدء فیاض نے بڑی فیاضی سے اہل یثرب کو حسن و جمال کی نعمت ارزانی فرمائی ہے لیکن آج تو ان کے شباب اور ان کی رعنائیوں کا رنگ ہی نرالا ہے۔ چاند، ان کی طلعت زیبا کو دیکھ کر ماند پڑ گیا ہے اور شگفتہ پھول، ان

Marfat.com

کے رخساروں کی رنگت کے سامنے شرمسار ہو رہے ہیں۔ وہ خوش نصیب آج اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کے شاہکار کے حسن کے جلووں کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں۔ دلوں کے جام اس نازنین ازلی کی محبت کے شراب طہور سے لبالب بھرے ہیں۔ انہوں نے اپنے سینوں کو ہر قسم کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک کر دیا ہے تاکہ ان کے کریم آقا کے دل آویز انوار کی جلوہ گاہ بن سکیں۔

آخرکار وہ لمحہ سعید آتا ہے جس کے انتظار میں عرصہ سے وہ دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے ہیں۔ قصویٰ نامی ناقہ پیش کی جاتی ہے جس پر ایک سادہ سا پالان کسا ہوا ہے۔ مرکب کون و مکان کا یکتا شہسوار، رکاب میں قدم مبارک رکھ کر اس پالان پر جلوہ فرما ہے۔ گلشن ہستی پر بہار آ جاتی ہے ہر طرف عید کا سماں ہے، نبض ہستی کو نئی جولانیاں بخش دی گئی ہیں۔ نسیم رحمت کے جھونکے دلوں کے غنچوں کو شگفتہ پھول بنا رہے ہیں۔

اپنے آقا ﷺ کو یوں سوار دیکھ کر دل و جان نثار کرنے والے غلاموں پر کیف و مستی کا ایک عجیب سماں طاری ہو جاتا ہے۔ اچانک نعرے بلند ہونے لگتے ہیں۔

ان پر جوش نعروں سے ساری فضا گونج اٹھتی ہے باطل و طاغوت کے پرستاروں کے دل پھٹنے لگتے ہیں۔ اصنام و اوثان کے پجاریوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید اور اس کے محبوب نبی ﷺ کی رسالت کے نعروں سے حق کا پرچم بلند ہو جاتا ہے۔

جاں نثاروں کا بے پناہ ہجوم ہے۔ گلیوں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں۔

Marfat.com

اردگرد کے مکان اوران کی چھتیں شوق دیدار میں بے خوداور بے قابو ہونے والوں سے بھری ہوئی ہیں۔ بچے، جوان، بوڑھے، کمسن، بچیاں اور پردہ دار خواتین کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہیں۔معصوم بچیاں اوراوس وخزرج کی عفت شعار دوشیزائیں، دفیں بجا بجا کر دل و جان سے محبوب تر اور عزیز تر اپنے مہمان کوان اشعار سے خوش آمدید کہہ رہی ہیں۔

''طلع البدر علینا من ثنیات الوداع (وہ چوٹی جہاں مہمانوں کو الوداع کہی جاتی ہے) سے چودھویں کے چاند نے ہم پرطلوع فرمایا ہے۔

اے ہمارے پاس نبی بن کرتشریف لانے والے! آپؐ اس طرح تشریف لے آئے ہیں کہ آپؐ کے ہرحکم کی اطاعت کی جائے گی۔''

اس مرکب ہمایوں کوحرکت میں آئے کافی وقت گزر گیا ہے لیکن بمشکل چند فرلانگ کا فاصلہ طے ہوا۔اہل صدق وصفا، ارباب عشق ووفا کا یہ قافلہ اپنے مرشدورہبر، اپنے محبوب ودلبر ﷺ کی قیادت میں بنی سالم بن عمرو بن عوف کے محلہ میں جب پہنچا تو سورج ڈھل گیا تھا اور نمازِ جمعہ ادا کرنے کا وقت ہوگیا تھا۔وہیں ایک کھلے میدان میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کا حکم صادر ہوا۔ چند لمحوں میں صحابہ کرامؓ نے اپنی صفیں درست کرلیں اور بصد ادب اور بہزار خضوع اپنے رب قدیر وکریم کی بارگاہ صمدیت میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔افصح العرب والعجم ﷺ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔اس کی فصاحت وبلاغت نے سامعین پر وجد ومحویت کی ایک عجیب کیفیت طاری کردی سُچے موتیوں سے زیادہ آبدار کلمات میں معانی ومعارف کے جوسمندر موجزن تھے

Marfat.com

انہوں نے دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ اذہان کی سوچیں بدل گئیں۔ سود وزیاں، فنا و بقا کے نئے معیاروں کی نقاب کشائی کر دی گئی۔ یہ پہلی نمازِ جمعہ تھی جو تمام انبیاء و رسل کے امام کی قیادت میں اوس و خزرج کے اہل ایمان اور جملہ مہاجرین کو ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ جمعہ کا پہلا خطبہ تھا جو یثرب کے آزاد ماحول میں محسن انسانیت ﷺ نے بنی نوع انسان کو بادیہ ضلالت سے نکال کر راہ راست پر گامزن کرنے اور انہیں منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔

خطبہ کا متن اور اس کا ترجمہ قارئین کیلئے پیش خدمت ہے:

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ مَیں اسی کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ اسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان لے آیا ہوں اور اس کے ساتھ کفر نہیں کرتا۔ جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے، میں اس کا دشمن ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ وحدہ کے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بیشک محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت، دین حق، نور اور موعظت کے ساتھ اس وقت جب کافی مدت سے رسولوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ جب کہ علم بہت قلیل ہو گیا تھا اور لوگ گمراہ ہو رہے تھے اور اس وقت زمانہ ختم ہونے والا ہے۔ قیامت قریب آ گئی ہے اور موت کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہے۔

جو اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی، تو وہی ہدایت

Marfat.com

یافتہ ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی وہی گمراہ ہوا، وہی حد سے بڑھا اور وہی گمراہی میں دور نکل گیا۔

اور میں وصیت کرتا ہوں تمہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ بہترین وصیت جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کرسکتا ہے، یہ ہے کہ وہ اپنی آخرت بہتر کرنے کے لئے برانگیختہ کرے اور اسے اللہ سے ڈرنے کا حکم دے۔ ڈرتے رہو، جیسے ڈرایا تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب سے، اس سے افضل کوئی نصیحت نہیں اور اس سے بہتر کوئی یاد دہانی نہیں۔ یہی تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اور خوفزدہ ہو کر نیک عمل کرتا ہے اور یہی سچی مدد ہے اس چیز پر جس کی تم خواہش رکھتے ہو۔ قیامت کے دن کے لئے اور جو شخص اصلاح کرتا ہے اپنے باطنی اور ظاہری حالات کی، جو اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں اور وہ نہیں ارادہ کرتا اس سے بجز اللہ تعالیٰ کی رضا کے تو یہ بات اس دنیا میں اس کے ذکر کو بلند کر دے گی اور موت کے بعد اس کے لئے سرمایہ ہوگی۔ جب انسان محتاج ہوگا ان اعمال حسنہ کی طرف جو اس نے پہلے بھیجے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ اس روز دوست رکھے گا کہ اس کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان بہت لمبا فاصلہ ہو اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اور اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے اپنے بندوں کے ساتھ، جس شخص نے اپنی بات کو سچا کر دکھایا اور اپنے وعدہ کو پورا کیا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا کرے گا کیونکہ وہ فرماتا ہے میرے نزدیک میرا قول نہیں بدلتا اور میں اپنے بندوں کے ساتھ ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

Marfat.com

اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے، اپنے ان کاموں کے بارے میں جواب ہو رہے ہیں اور ان کاموں میں جو بعد میں ہوں گے پوشیدہ اور اعلانیہ۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کر دیتا ہے اور قیامت کے دن اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا اور جو ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے وہی عظیم کامیابی حاصل کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، بچاتا ہے اس کے غضب سے اور بچاتا ہے اس کے عذاب سے اور بچاتا ہے اس کی ناراضگی سے اور بے شک اللہ تعالیٰ کا خوف چہرے کو روشن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی اور اس کے درجوں کو بلند کرتا ہے۔ اپنا حصہ لے لو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوتاہی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سکھا دی ہے تمہیں اپنی کتاب اور واضح کر دیا ہے تمہارے لئے اپنا راستہ تاکہ وہ جان لے ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور جان لے جھوٹوں کو اور تم بھی بھلائی کرو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے احسان فرمایا ہے اور اس کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرو اس نے تم کو چنا ہے اور اسی نے تمہیں مسلم کے لقب سے موسوم کیا ہے تاکہ ہلاک ہو جس نے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ ہو جس نے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور کوئی قوت نہیں اللہ کی مدد کے بغیر۔ پس کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو اور موت کے بعد زندگی کے لئے عمل کیا کرو۔ پس جو شخص اپنے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور لوگوں کے درمیان خود معاملہ درست فرما لیتا ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر مرضی نافذ کر سکتا ہے اور

Marfat.com

لوگ اس پر اپنی مرضی نافذ نہیں کر سکتے۔ وہ لوگوں کے تمام احوال کا مالک ہے اور لوگ اس کے مالک نہیں بن سکتے۔ اللہ بہت بڑا ہے اور کوئی قوت نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے جو بہت اعلیٰ اور بڑی عظمت والا ہے۔"

علامہ ابن کثیر نے یہ روایت امام ابن جریر طبری سے نقل کی ہے۔

اگرچہ بعض کتب میں دو اور خطبے بھی مذکور ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں پہلے جمعہ کے موقع پر ارشاد فرمائے لیکن درست قول یہ ہے کہ یہی وہ ایمان افروز اور روح پرور خطاب کریم ہے جو رحمت دو عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اپنے قدوم میمنت لزوم کے موقع پر نمازِ جمعہ ادا کرنے سے پہلے ارشاد فرمایا۔

دوسرے جو خطبے بعض کتب میں درج ہیں اور انہیں اوّلین خطبے کہا گیا ہے یہ وہ خطبے ہیں جو مسجد نبویؐ کی تعمیر کے بعد حضور ﷺ نے ابتدا میں ایک پرانی کھجور کے مُڈھ کے ساتھ ٹیک لگا کر ارشاد فرمائے تھے۔

جس علاقہ میں بنی سالم کا محلہ تھا۔ اس کا نام وادی رانونا تھا۔ یہاں کھلے میدان میں حضور سرور کائنات علیہ اطیب الصلوات وازکی التسلیمات نے پہلی نمازِ جمعہ ادا کی۔ وہاں بعد میں مسجد تعمیر ہوئی وہ مسجد "غبیب" کے نام سے مشہور ہوئی۔ نمازِ جمعہ سے فراغت کے بعد نبی کریم ﷺ اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہوئے تو قبیلہ بنی سالم کے چند حضرات خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جن کی قیادت ان کے دو سردار حضرت عتبانؓ بن مالک اور عباسؓ بن نصلہ کر رہے تھے اور آ کر گزارش کی۔

Marfat.com

''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ہاں قیام فرمایئے قبیلہ کی تعداد بھی کافی ہے۔ سازوسامان اور اسلحہ بھی وافر مقدار میں ہے اور ہم حضور ﷺ کے دفاع کی بھی پوری طاقت رکھتے ہیں۔''

حضور نے ارشاد فرمایا:

''میری اونٹنی کا راستہ خالی کر دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم مل چکا ہے۔ یہ حکم الٰہی کے مطابق ٹھہرے گی۔''

اپنے آقا ﷺ کا ارشاد سن کر دلوں میں خلوص و محبت کے جو طوفان اُمڈ رہے تھے، سہم گئے کسی مزید اصرار کی ہمت نہ ہو سکی۔ سب نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اونٹنی کے لئے راستہ صاف کر دیا وہ خوش بخت اونٹنی، شہسوارِ میدان نبوت و رسالت کو اپنے اوپر اٹھائے خراماں خراماں اس منزل کی طرف روانہ ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کی مستقل قیام گاہ بننے کے لئے چنا تھا۔

کیا سہانا منظر ہوگا۔ غریب پرور اور دلنواز آقا ﷺ کی سواری آگے بڑھ رہی ہے۔ سراپا خلوص و ایثار غلاموں کا جم غفیر اپنے آقا کے گرد حلقہ باندھے ہے۔ سارے راستے اور گلیاں بھری ہوئی ہیں مکانوں کے صحن اور ان کی ساری چھتوں پر خواتین سراپا انتظار بنے وارفتگی شوق میں ایک دوسرے سے پوچھ رہی ہیں۔ ہماری آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور کون سا ہے چلتے چلتے یہ مرکب ہمایوں بنی بیاضہ کے محلہ کے نواح میں پہنچتا ہے تو زیاد بن لبید اور رفوہ بن عمرو اپنے قبیلہ کے چند چیدہ افراد کی معیت میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں:

Marfat.com

''یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف رکھئے۔ ہمارے قبیلہ کی تعداد بھی کافی ہے جنگی سازوسامان بھی وافر مقدار میں ہے اور ہم حضور ﷺ کے دفاع کی بھی پوری طاقت رکھتے ہیں۔''

سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں بھی یہی ارشاد فرمایا:

''اس اونٹنی کا راستہ خالی کردو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم مل چکا ہے یہ حکم الٰہی کے مطابق قیام کرے گی۔''

یہ لوگ بھی فرمان نبوت کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور اونٹنی کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں، اس کے بعد یہ جلوس دار بنی ساعد کے پاس پہنچتا ہے۔ قبیلہ بنو ساعد کے دو رئیس سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو چند ہمراہیوں کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتے ہیں:

''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس تشریف رکھئے۔ ہمارے قبیلہ کے افراد کی تعداد بھی کافی ہے جنگی سازوسامان بھی بکثرت ہے اور ہم حضور ﷺ کا دفاع کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے ان کو بھی وہی جواب دیا کہ میری اونٹنی کا راستہ خالی کردو وہ اللہ کے حکم کے مطابق ٹھہرے گی۔

وہ بھی سامنے سے ہٹ گئے اور اونٹنی نے چلنا شروع کیا۔

جب حضور ﷺ بنو حارث بن خزرج کے علاقہ میں پہنچے تو سعد بن ربیع، خارجہ بن زید، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم بنو حارث کے دیگر افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے اپنا پہلا جواب دہرایا۔

انہوں نے بھی اپنے عقیدت و محبت کے شدید تقاضوں کو حکم رسالت پر قربان کر دیا اور راستہ خالی کر دیا۔

یہ قافلہ چلتے چلتے نبی اکرم ﷺ کے ننھیال کے محلہ دار بنی عدی بن نجار میں پہنچا جہاں نبو عدی بن نجار سکونت پذیر تھے۔ حضور ﷺ کے جد امجد حضرت عبد المطلب کی والدہ ماجدہ سلمیٰ بنت عمرو اسی خانوادہ کی خاتون تھیں۔ ان کی شادی حضرت ہاشم کے ساتھ ہوئی تھی انہیں کے شکم طاہر سے حضرت عبد المطلب کی ولادت ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ یہاں پہنچے تو سلیط بن قیس اور اُسیرہ بن ابی خارجہ اپنی قوم کے افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر عرض پرداز ہوئے۔

''یا رسول اللہ ﷺ اپنے ننھیال کے پاس تشریف لایئے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ساز و سامان سے لیس ہے، قوت دفاع بھی زیادہ ہے۔''

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔''

وہ راستہ سے ہٹ گئے ناقہ آگے رواں ہوئی۔ جب بنی مالک بن نجار کے محلہ میں پہنچی تو وہ اونٹنی اس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبویؐ ہے۔ اس وقت وہ کھلا میدان تھا۔ جہاں لوگ اپنی کھجوریں دھوپ میں خشک کیا کرتے تھے۔ یہ میدان بنی نجار کے دو یتیموں سہل اور سہیل فرزندان عمرو کی ملکیت تھا جب اونٹنی یہاں بیٹھی تو نبی اکرم ﷺ نیچے نہیں اُترے اس کے اوپر ہی بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اونٹنی پھر کھڑی ہو گئی اور آگے چل دی۔ حضور ﷺ

Marfat.com

نے اس کی مہار اس کی گردن پر ڈالی ہوئی تھی حضور ﷺ اسے کسی طرف موڑتے نہیں تھے۔ چند قدم آگے چل کر اونٹنی خود بخود واپس مڑی اور جہاں پہلے بیٹھی تھی وہاں آ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے جھرجھری لی، درماندہ ہو کر بیٹھ گئی اور گردن زمین پر ڈال دی۔ پل بھر میں بنو نجار کی بچیاں دفیں لئے ہوئے یہ شعر گاتی ہوئی اپنے محبوب نبی ﷺ اور جلیل القدر مہمان کو مرحبا اور خوش آمدید کہنے کے لئے اکٹھی ہو گئیں۔

''ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں۔ یا محمد ﷺ (فداک امی و ابی) آپؐ کتنے بہترین پڑوسی ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے ان بچیوں کا یہ محبت آگیں شعر سن کر ان سے پوچھا؟

''کیا واقعی تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟''

''ہاں بیشک یا رسول اللہ ﷺ! ہم محبت کرتی ہیں۔''

''بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔''

فخر آدم و بنی آدم ﷺ یہاں اپنی ناقہ سے اُترے اور حضور ﷺ نے چار مرتبہ یہ آیت تلاوت فرمائی:

(ترجمہ) ''اور یہ بھی عرض کرنا اے میرے رب! اُتار مجھے بابرکت منزل پر اور تو ہی سب سے بہتر اُتارنے والا ہے۔''

اس وقت حضور ﷺ پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوئی کچھ دیر کے

Marfat.com

بعد یہ کیفیت ختم ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''یہ ہماری قیام گاہ ہے۔ انشاء اللہ''

یہاں سب سے قریب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ وہ آئے اور نبی اکرم ﷺ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ حضور ﷺ نے اپنی رہائش کے لئے ان کے گھر کو ہی پسند فرمایا۔ اس طرح ارض و سما کے خالق و مالک کا حبیب و محبوب، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ بڑے بڑے محلات، کشادہ حویلیوں اور شاندار مکانات سے صرف نظر کرتا ہوا، اپنے ایک درویش صفت غلام کے گھر کو اپنے قیام سے مشرف و مکرم فرماتا ہے۔

مبارک منزلے کاں خانہ راما ہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشا ہے چنیں باشد

مختلف قبائل کے علاقوں سے گزرتے ہوئے حضور ﷺ کا گزر عبداللہ بن ابی بن سلول کے مکان کے پاس سے ہوا۔ چونکہ وہ قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ اس لیے حضور ﷺ نے اس کے پاس اُترنے کا ارادہ فرمایا لیکن اس کی بدبختی نے اسے اجازت نہ دی کہ وہ اس ابدی سعادت سے اپنے آپ کو بہرہ ور کر سکے۔ اس بدنصیب نے کہا:

''ان کے پاس جایئے جنہوں نے آپ کو بلا بھیجا ہے اور ان کے ہاں قیام کیجئے۔''

اس کے اس جواب سے حضور ﷺ کو بہت تکلیف ہوئی تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس کی بات سے حضور ﷺ غمزدہ

Marfat.com

نہ ہوں اس کی ایک خاص وجہ ہے کہ ہم نے اسے اپنا بادشاہ بنانے کا پروگرام بنایا تھا۔ زرگر کے پاس اس کے لئے سنہری تاج بن رہا تھا۔ اچانک ہم پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا اور حضور نے یہاں نزول اجلال فرمایا اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اس لئے بیچارہ غم وغصہ سے پیچ وتاب کھا رہا ہے اور ایسی نازیبا گفتگو اس کی زبان سے صادر ہوگئی ہے۔

جہاں قصواء ناقہ آ کر رکی تھی اور پھر بیٹھ گئی تھی وہ ایک کھلا قطعہ زمین تھا۔ جسے مرید کہتے تھے اہلِ یثرب یہاں اپنی کھجوریں دھوپ میں ڈال دیتے یہاں تک کہ وہ خشک ہو جاتیں اس طرح انہیں ذخیرہ کرنا آسان ہو جاتا۔ رحمت عالم ﷺ کو یہ قطعہ زمین پسند آ گیا۔ پوچھا اس کا مالک کون ہے معاذ بن عفراء نے عرض کی اے جان عالم ﷺ! یہ سہل اور سہیل کی ملکیت ہے یہ دونوں یتیم بچے ہیں ان کا میں کفیل ہوں، میں ان کو مناسب معاوضہ دے کر راضی کر لوں گا۔ چنانچہ یہ جگہ خرید کر مسجد نبویؐ کی تعمیر کیلئے مخصوص کر دی گئی۔

Marfat.com

باب سوم

دربارِ رسالت میں شرف یابی

مدینہ منورہ کا احترام آج بھی ملت اسلامیہ کے ایمان کا حصہ ہے اس شہر میں عقیدت کے سوتے پھوٹتے محبتوں کے جلوے بکھرتے اور الفتوں کے چراغ جلتے ہیں اور جلتے رہیں گے عقیدتوں کا خراج اور محبتوں کا نذرانہ ہر دور اور ہر ذہن وفکر کے حامل زبان و دل سے پیش کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔

۱۳ نومبر ۲۰۰۳ء ہمارے لئے وصالِ محبوب کا دن تھا، مدینہ منورہ کی حاضری کا ارمان جو قلب و روح میں جاگزیں تھا اس کے پورا ہونے کے لمحات قریب سے قریب تر ہوتے چلے آرہے تھے، بروز جمعرات صبح سحری کھا کر جب ہوٹل دارالحکمی پہنچے تو مدینہ منورہ سے آئے ہوئے جناب محترم مختار احمد کلیار صاحب ٹیکسی میں سوار اپنی والدہ محترمہ، چچا صاحب اور بچوں کے ہمراہ ہمارے منتظر تھے۔ سامان کی پیکنگ تو پہلے ہی کر لی تھی آبِ زم زم کے دو ڈرم اور کھجوریں ہوٹل دارالحکمی میں چھوڑ کر باقی سامان ٹیکسی میں رکھا اور مدینہ منورہ کے لئے فجر کی نماز سے پہلے روانگی ہوئی۔

Marfat.com

مدینہ منورہ کی شاہراہ پر ہماری ٹیکسی رواں دواں تھی مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۵ منٹ سفر کرنے کے بعد ایک مقام پر ہم نمازِ فجر کی ادائیگی کے لیے رُکے باجماعت نماز ادا کی اور پھر ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔ ہماری ٹیکسی تقریباً ۵ بجے روانہ ہوئی۔ ہم لوگ جلد مدینہ منورہ پہنچنے کیلئے بے تاب تھے۔ خدا خدا کر کے ہماری گاڑی مدینہ منورہ میں داخل ہوئی اور ہمارے چہرے یک دم خوشی سے دمک اٹھے۔

مدینہ منورہ وہ شہر ہے جسے آقائے نامدار ﷺ نے اپنی اقامت گاہ کے طور پر منتخب فرمایا تھا اور آپؐ نے اس شہر کو مستقل مستقر بنایا۔ وہ خطۂ ارضی جسے دنیا میں محبوب ترین شہر بننے کا اعزاز حاصل ہے۔ شہر دیکھ کر یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ اسے بہترین منصوبہ بندی کے تحت تعمیر کیا گیا ہے۔ شہر کی سڑکیں مکہ مکرمہ کے مقابلے میں زیادہ کشادہ ہیں۔ کھجوروں کے درخت شہر کی رعنائی میں اضافہ کرتے ہیں۔ اب مسجد نبوی ﷺ کے دور سے نظر آنے والے مینار ہماری نظروں کے سامنے تھے۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر بلاشبہ جمال وجلال کا حسین امتزاج ہے۔ یہ یقیناً ماڈرن طرز پر تیار کی گئی ہے۔ اٹلی کا سنگ مرمر استعمال ہوا ہے۔ خود بخود کھلنے اور بند ہونے والی چھتیں ہیں۔ ریاض الجنہ میں گہرے سبز قالین بچھے ہوئے ہیں۔ بہترین ساؤنڈ سسٹم نصب ہے دو چھتری والے صحن ہیں بٹن دبایا کھل گئے بٹن دبایا بند ہو گئے۔

صبح ساڑھے آٹھ بجے ہوٹل شاعرالمرکز پہنچ گئے جو کہ باب المجیدی کے باہر حرم شریف کے بالکل قریب ہے۔ حرم شریف سے بلڈنگ صاف نظر

Marfat.com

آتی ہے ہوٹل میں سامان رکھا اور دربار رسالت ﷺ میں شرف باریابی کے لئے مسجد نبوی ﷺ کا رخ کیا مسجد میں داخل ہوئے۔ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھی اور روضہ رسول ﷺ پر حاضری کیلئے روانہ ہو گئے۔ وہ سہانی گھڑی آن پہنچی جس کیلئے مجھے تین سال سے بے صبری کے ساتھ انتظار کرنا پڑا۔ تین سال قبل ۲۱ نومبر ۲۰۰۰ء بروز منگل بعد نماز فجر سسکیوں اور آہوں کے ساتھ وداعی سلام کرنے کے بعد آج ۱۳ نومبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات روضۂ رسول ﷺ پر حاضری نصیب ہوئی۔ میں نے وداعی سلام میں عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ مَیں آپؐ سے رخصت ہوتا ہوں مَیں آپؐ سے جدا ہوتا ہوں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس زیارت کو اور آپؐ کے حضور حاضری کو آخری نہ بنائے۔ اگر میں خیر و عافیت اور صحت و سلامتی کے ساتھ زندہ رہا تو انشاء اللہ دوبارہ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گا۔

میں اپنی قسمت پر رشک کر رہا تھا کہ آقا سید عالم ﷺ نے دوبارہ شرف باریابی بخشا اور اس ناچیز پُرتقصیر کو بلا لیا۔ پہلی حاضری انتہائی طویل تھی تقریباً دو گھنٹے روضۂ اقدس پر کھڑا رہا۔ درود اکبر اور دیگر درود شریف پڑھتا رہا۔ آنکھوں میں خوشی اور ندامت کے ملے جلے آنسو تھے۔ آقا سے گزارش کی کہ میرے آقا بڑی مدت کے بعد اور بڑی مشکل سے آپ کی بارگاہ اقدس تک پہنچا ہوں۔ مَیں اس آقائے دوعالم ﷺ کے عالی شان دربار پر حاضر تھا جن کے غلاموں، جاں نثاروں اور اصحابؓ کی عظمت کی داستانیں میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ مَیں سوچ رہا تھا کہ ہم جیسے میلے کچیلے اور گنہگار

Marfat.com

کس منہ سے حضور پاک ﷺ کے سامنے جائیں۔ میں اس وقت اپنے اعمال نامے کی طرف متوجہ ہوا کہ یہ کتنا آلودہ ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے سامنے دوبارہ حاضر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی پر قربان جاؤں کہ وہ اپنے گنہگاروں کا کتنا خیال رکھتا ہے کہ کہیں اس کے بندے اس کی رحمت سے مایوس ہو کر نا امید نہ ہو جائیں۔

۱۴ نومبر ۲۰۰۳ء/۱۹ رمضان المبارک جمعۃ المبارک سدا بہار اور گل وگلزار دن آ پہنچا۔ میرا دماغ تاریخ کے اوراق کو پلٹتا ہوا چودہ صدیاں پیچھے کو لوٹ رہا تھا۔

مدینہ منورہ میں یہ ہمارا پہلا جمعہ تھا۔ جمعہ کے حوالے سے یاد آیا کہ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف بنفسِ نفیس ہجرت سے پہلے حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ (جو کہ حضور اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے) کو تبلیغ اسلام کیلئے مدینہ منورہ روانہ فرمایا اور ان کی تبلیغی کوششوں سے ایک بڑی تعداد اسلام قبول کر چکی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ نے انہیں حکم بھیجا کہ وہاں جمعہ قائم کریں چنانچہ معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جو مہاجرین کے سردار تھے بارہ آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں جمعہ پڑھایا۔ جمعہ کا دن سید الایام ہے یعنی تمام دنوں کا سردار۔ آقائے دوجہاں سرورِ دوعالم ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد پہلے قبا کے مقام پر چودہ روز قیام کیا۔ حضور ﷺ جب قبا سے مدینہ میں داخل ہوئے تو محلہ بنی سالم میں نمازِ جمعہ ادا فرمایا۔ مسجد بنی سالم کی یہ مقدس مسجد جس میں سید الانبیاء ﷺ نے نمازِ جمعہ پڑھایا مسجد عاتکہ کے نام سے مشہور تھی۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے نمازِ جمعہ پڑھانے پر مسجد جمعہ ہوگئی۔

میں نے نماز جمعہ مسجد نبوی ﷺ میں گنبد خضرٰی کے سامنے دوسری چھتریوں والے صحن میں ادا کی اور بعد نمازِ جمعہ جنت البقیع کی زیارت کی اور وہاں فاتحہ پڑھی۔ عصر کے بعد جب ہم اپنے ہوٹل شاعر المرکز پہنچے تو وہاں سردار محمد یونس صاحب سے ملاقات ہوگئی جو اپنے والد محترم جناب سردار محمد اسلم ایڈیشنل کمشنر بہاول پور کے ساتھ پہلی مرتبہ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے۔

آج مسجد نبوی ﷺ میں محمد ارشاد صاحب سے اچانک ملاقات ہو گئی۔ آپ سٹیٹ بینک آف پاکستان بہاول پور میں ایگزیکٹو آفیسر ہیں اور رمضان شریف سے ایک ہفتہ قبل عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ان سے اچانک مل کر بے حد خوشی حاصل ہوئی۔

Marfat.com

باب چہارم

سعادت اعتکاف مسجد نبوی ﷺ

(۲۰ رمضان المبارک تا ۲۹ رمضان المبارک)

۱۵ نومبر ۲۰۰۳ء/ ۲۰ رمضان المبارک بروز ہفتہ بعد نمازِ ظہر اعتکاف کے لئے باب نمبر ۱۷ پر اپنا نام بطور معتکف درج کرایا۔ ایک عدد چادر ایک عدد تکیہ اور پاکستان سے لائے ہوئے موٹے موٹے حروف سے مزین سیپاروں والا قرآن شریف اور وظائف پنجسورہ، دلائل الخیرات، خزینہ درود شریف وغیرہ لے کر عصر کی نماز کے بعد اعتکاف کی نیت سے مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا۔ مَیں ایک ایسے ستون کے سہارے بیٹھا جو کہ باب نمبر ۱۸/۱۱ سے داخل ہونے پر بائیں طرف پر واقع ہے۔ جہاں سے گنبد خضریٰ کے بائیں طرف والا سفید گنبد نظر کے سامنے تھا۔ یہ میری زندگی کا پہلا اعتکاف تھا پاکستان میں میرے تقریباً تمام بیٹے اعتکاف میں پچھلے کئی سال سے بیٹھے چلے آرہے ہیں لیکن ہمیشہ سے میرے دل میں ایک ہی تمنا تھی ایک ہی آرزو تھی کہ جب کبھی اعتکاف میں بیٹھوں گا تو مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھوں گا۔ گنبد خضریٰ کے سائے تلے حضور ﷺ کے مبارک قدموں میں۔ اگر حضور ﷺ اپنے

Marfat.com

قدموں میں بلالیں اور یہ سعادت عظمیٰ حاصل ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی تمنا نہیں کوئی آرزو نہیں۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو ﷺ مانگ کر

اُٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اِس دعا کے بعد

الحمدللہ میری آرزو جو کہ دل میں عرصہ دراز سے مچل رہی تھی وہ بر آئی اور میں حضور ﷺ کے قدمین مبارک میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد ۲۰ تراویح پڑھی گئیں۔ تراویح کے بعد اعلان ہوا کہ آج سے وتر کی نماز واجب الیل کے ۱۰ نوافل کے بعد پڑھائی جائے گی۔ اس وقت تقریباً ۱۱ بج گئے تھے۔ ہم نے تھوڑی دیر آرام کیا اور ایک بجے رات کے واجب اللیل کے دس نوافل شروع ہو گئے۔ ان دس نوافل میں سوا سپارہ پہلے سپارے سے شروع کر کے پڑھایا گیا۔ لمبے لمبے رکوع اور لمبے لمبے سجود اور قیام، تین بجے صبح نوافل اور وتر سے فارغ ہوئے اور یہ سلسلہ ۲۸ رمضان المبارک تک جاری رہا۔ ۲۹ رمضان المبارک کو چونکہ عید کا چاند نظر آ گیا تھا اس لیے اس دن تراویح نہیں پڑھی گئیں۔ ظاہر ہے واجب اللیل کے نوافل بھی نہیں پڑھے گئے۔

۱۶ نومبر ۲۰۰۳ء/ ۲۱ رمضان المبارک بروز اتوار روح کے اضطراب کو اس وقت سکون آیا جب حضور اکرم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری ظہر کی نماز سے قبل ہوئی یاد رہے کہ رمضان شریف میں باب جبرائیل والا حصہ اہم شخصیتوں VIPs کیلئے بند کر دیا گیا تھا۔

Marfat.com

آج علی الصبح محترم جناب محمد ارشاد صاحب مجھے ملنے کے لیے تشریف لائے وہ واپس پاکستان جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھ مَیں نے گھر کے لیے کھجوریں بھجوائیں۔

۱۷ نومبر ۲۰۰۳ء/۲۲ رمضان المبارک بروز سوموار روضہ رسول ﷺ پر حاضری بعد نمازِ عصر نصیب ہوئی بہت رش تھا۔ درود و سلام پڑھنے والوں کا ہجوم گویا زبان حال سے یوں پکار رہا تھا:

اے آغوش نور میں پروان چڑھنے والے، آپ ﷺ کی نورانی ذات کو ہم سب کا سلام، آپؐ کے نام پر سلام، آپؐ کے کام پر سلام، آپؐ کے اسم پر سلام، آپؐ کے جسم پر سلام، آپؐ کے خال پر سلام، آپؐ کے حال پر سلام، چہرۂ والضحیٰ کو سلام، نظر ماطغیٰ کو سلام۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

۱۸ نومبر ۲۰۰۳ء/۲۳ رمضان المبارک بروز منگل آیا پھر رحمت کا پیام لایا اور آج حاضری بعد نمازِ تہجد نصیب ہوئی۔ ایک گھنٹہ حضور ﷺ کے دربار میں کھڑا رہا اور درود شریف وسلام پڑھتا رہا۔ انتہائی دل افروز سہانا منظر تھا۔ لوگ سسکیاں لے لے کر آقا کے دربار میں سلام پیش کر رہے تھے اور یہ بندہ ناچیز بھی انتہائی عاجزی وانکساری اور شرمندگی کے عالم میں درود و سلام کا نذرانہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ اس دوران فجر کی اذان شروع ہوگئی اور میں اپنی اعتکاف والی جگہ پر آ گیا۔

Marfat.com

۱۹ نومبر ۲۰۰۳ء/۲۴ رمضان المبارک بروز بدھ عشق رسول ﷺ نے یاوری کی اذن رسول ملا اور ظہر کی نماز سے قبل روضہ رسول ﷺ پر حاضری دی۔

۲۰ نومبر ۲۰۰۳ء/۲۵ رمضان المبارک بروز جمعرات دل سے اک ہوک اُٹھی کہ چل درِ مصطفیٰ پر میں تڑپ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ آج دربار رسول ﷺ پر حاضری صبح پونے دس بجے سے لے کر پونے بارہ بجے تک رہی۔ دو گھنٹے حضور ﷺ کے روضہ مبارک پر کھڑا ہوا الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ پڑھتا رہا۔ دو گھنٹے ایسے گزر گئے کہ قطعاً معلوم نہ ہوا۔ میں دل کی گہرائیوں سے حضور اکرم ﷺ پر صلوٰۃ والسلام پڑھ رہا تھا۔ بعض احساسات جو ابھی میرے دل میں خوابیدہ تھے وہ آہستہ آہستہ جاگنے لگے۔ دبے ہوئے احساسات آنسو بن کر بہ نکلے لیکن جذبات کے انتہائی ہیجان میں بھی اس خیال سے اپنی سسکیاں ضبط کر رہا تھا کہ یہاں آواز نکالنا بے ادبی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل عشق مصطفوی ﷺ سے سرشار اور حُب نبوی سے ہمہ وقت بے قرار رہتے تھے۔ انہیں رب تعالیٰ کا اشتیاق بے چین کرتا تو بے تاب و اداس نگاہوں کو تر و تازگی سے معمور کرنے کی خاطر پروانہ وار اپنے محبوب آقا ﷺ کی زیارت سے شرف بار ہوتے۔ طلعت زیبا کی چھوٹی سے جھلک قرار سکون اور حیات نو کی نوید ثابت ہوتی۔ بادہ عشق کے سرمستوں کیلئے زیارت محبوب ﷺ لازوال دولت تھی۔ رخ انور کا دیدار ان کے لیے ایمان کی تازگی اور زندگی میں سرور پیدا کرتا تھا۔ اگرچہ

Marfat.com

محبوب انس و جاں ﷺ کے دنیا سے پردہ پوش ہو جانے پر چہرۂ پرضیاء کے دیدار کی سعادت سے محرومی تو ضرور ہوئی۔ لیکن پیکر جود و سخا سراپا رحمت ﷺ کی شان بندہ نوازی اور خوئے بندہ پروری کا یہ عظیم کرشمہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہم جیسے گنہگار اور آنے والی امت کو ایمان افروز نعمت سے محروم نہیں رکھا۔ مشتاقانِ دیدار کو شرف زیارت کی عظیم بشارتوں سے نوازتے ہوئے عالم آب وگل سے دارالبقا کو تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے روضہ مقدس کی زیارت فضیلت، عظمت اور اہمیت سے متعلق چند احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں تاکہ ہر مسلمان کے دل میں حاضری کا شوق فزوں تر ہو اور انتظار دید میں گداز نصیب ہو جو کہ سفر آخرت کا بہترین زادِ راہ ہے:

(۱) جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے شفاعت واجب ہوگئی۔

(۲) جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

(۳) جو آدمی صرف میری زیارت ہی کو آئے اس کے سوا کوئی دنیوی غرض نہ ہو تو مجھ پر حق عائد ہوتا ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

(۴) مدینہ شریف میں میرا گھر ہے اس میں میری قبر بھی ہوگی۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ میری قبر کی زیارت کو آئیں۔

لیکن وسعت و قدرت کے باوجود قبر اطہر کی زیارت نہ کرنا اس نعمت بے پایاں سے نہ صرف محرومی ہے بلکہ شفیق و رحیم آقا کے ساتھ سراسر ظلم و جفا

Marfat.com

اور سفا کی ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آئے اس نے میرے ساتھ ظلم کیا۔ بخاری شریف و مشکوٰۃ شریف میں بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ قاسمِ جنت ہیں۔ لہٰذا جنت جس کو لینی ہے وہ درِ مصطفیٰ ﷺ سے لے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے ہاتھوں میں جنت کی کنجیاں ہیں اللہ تبارک تعالیٰ دینے والا ہے اور ان کے خزانوں کو بانٹنے والا میں ہوں۔ اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ آپ مکہ مکرمہ تشریف لے جائیں عبادت کریں اور جب مدینہ تشریف لے جائیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ مکہ معظمہ میں نہیں ہے مکہ معظمہ کی بڑی فضیلت ہے۔ مکہ معظمہ کے فضائل بے شمار ہیں۔ ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ رکعتوں کے برابر ہے۔ مکہ معظمہ حرم شریف ہے مکہ شریف میں کعبۃ اللہ ہے۔ کعبہ ہے۔ ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے۔ مگر جنت مدینے میں ہے حضور کریم رؤف الرحیم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "مابین منبری و قبری روضہ من ریاض الجنۃ" یعنی میرے گھر اور قبر والا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یعنی جہاں حضور ﷺ کا مزار پر انوار ہے وہ جگہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور اگر کسی کو جنت لینی ہے تو درِ مصطفیٰ ﷺ سے لے۔ اگر کسی کو جنت لینی ہے تو حضور ﷺ سے لے۔ معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کے فضائل اپنی جگہ پر ہیں۔ حضرت احمد رضا بریلویؒ نے بڑی پیاری بات کی ہے:

Marfat.com

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

بات بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ مگر ہم تو عشق کے بندے ہیں۔

جنت مدینے میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ جب قیامت قائم ہوگی حشر کے میدان میں اپنے اصحاب حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ کو ساتھ لے کر سب سے پہلے قبر سے آؤں گا۔ حشر کے میدان میں جانے کے لئے یہ ٹکڑا بھی ہمارے ساتھ جنت میں واپس جائے گا۔ لہٰذا جس نے اس ٹکڑے میں نماز پڑھی گویا اس نے جنت میں نماز پڑھ لی۔ تو ثابت ہوا کہ جنت حضور ﷺ کی ہے۔ محسنِ کائنات رحمتِ موجودات علیہ افضل الصلوۃ واکمل کے امت پر جس قدر بے حدو بے پایاں، عظیم وجلیل احسانات ہیں ان کا تقاضا ہے کہ وسعت و قدرت حاصل ہو تو اس دربار گوہر بار کی زیارت سے ضرور شرف یاب ہو۔

میں رحیم وکریم و آقا ﷺ کی خوئے بندہ نوازی و بندہ پروری پہ قربان جاؤں کس دل آویز ادا سے مجھ بے نوا، گدائے بے سروساماں کی جھولیوں کو کرم کے گہر ہائے گراں مایہ سے بھر رہے ہیں اور کس مشفقانہ اور مربیانہ انداز سے اپنی شفاعت کی نویدِ جاں فزا سنا رہے ہیں۔

۲۱ نومبر ۲۰۰۳ء/ ۲۶ رمضان المبارک بروز جمعتہ الوداع کی نورانی روحانی اور وجدانی ساعتوں میں روضۂ رسول ﷺ پر حاضری صبح ساڑھے نو بجے سے گیارہ بجے تک حاصل رہی۔ آج جمعتہ الوداع تھا اور مدینہ منورہ میں

Marfat.com

ہمارا دوسرا جمعہ۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ ایک اور حدیث میں نقل ہے کہ باقی دنوں میں درود شریف مجھ پر فرشتوں کے ذریعے سے پہنچایا جاتا ہے جب کہ جمعہ والے دن کا پڑھا ہوا درود شریف میں خود اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

پھر ۲۲ نومبر ۲۰۰۳ء / ۲۷ رمضان المبارک ہفتہ کا دن آ پہنچا۔ آج فجر کی نماز پڑھ کر ہماری چالیس نمازیں پوری ہو گئیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں متواتر ادا کیں اُس کیلئے جہنم کے عذاب اور نفاق سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ ظہر کی نماز ریاض الجنہ میں پڑھی۔ ظہر کی نماز کے وقت اعجاز خالد مجھ سے ملنے کے لیے آئے لیکن میں اعتکاف والی جگہ پر موجود نہ تھا۔ جب میں نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ پہنچا تو اعجاز خالد جا چکے تھے۔

۲۳ نومبر ۲۰۰۳ء / ۲۸ رمضان المبارک بروز اتوار۔ آج کی رات امام حرم شریف نے تراویح میں قرآن شریف ختم کیا۔ میں نے اپنے معتکف ساتھی رحمت اللہ ابراہیم جو کہ جدہ میں ملازم ہیں اور سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں ان سے پوچھا کہ آج مٹھائی بھی تقسیم ہوگی۔ وہ ہنسے اور کہا کہ ختم قرآن شریف میں جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں اور مسجدیں روشنیوں سے مزین کی جاتی ہیں اور بعد میں مٹھائی بھی تقسیم ہوتی ہے لیکن یہاں پر نہیں، بلکہ پاکستان میں۔

۲۴ نومبر ۲۰۰۳ء / ۲۹ رمضان المبارک بروز سوموار۔ آج علی الصبح ہلکی ہلکی بارش شروع ہوئی اور رحمت کی برکھا برسنے لگی۔ میں مدینہ منورہ کی

Marfat.com

بارش میں بھیگنا اپنے لیے سعادت محسوس کر رہا تھا۔ آج ایک عجیب اور خوش کن واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ محمد نواز شریف صاحب سابق وزیر اعظم پاکستان سے راہ چلتے ہوئے دو تین ملاقاتیں ضرور ہوئیں لیکن ایک جگہ بیٹھ کر بات چیت کرنے کا موقع نہ ملا۔ میں اپنی کتاب سفرنامہ حرمین شریفین ''رحمت کی برکھا'' لئے جو اپنے بیگ میں رکھی ہوئی تھی اور یہی سوچا کرتا تھا کہ اگر کبھی بیٹھے ہوئے کسی جگہ ملاقات ہوگئی تو محمد نواز شریف صاحب کو اپنی یہ کتاب پیش کروں گا۔ ہوا یوں کہ عصر کی نماز کے بعد میرے ساتھی رحمت اللہ محمد ابراہیم نے مجھے اطلاع دی کہ اپنے ستون پر محمد نواز شریف صاحب شیخ ابو طارق کی دعوت پر روزہ افطار کرنے آ رہے ہیں۔ آپ اپنی کتاب رحمت کی برکھا تیار کرلیں۔ میں نے اسی وقت مندرجہ ذیل کلمات اپنی کتاب کے سرورق پر ثبت کیے اور دستخط کر دیے۔

''میں اپنے سفرنامہ حرمین شریفین ''رحمت کی برکھا'' کو بصد خلوص و نیک خواہشات اپنے ملک پاکستان کے انتہائی ہردلعزیز سابق وزیر اعظم کے علمی ذوق وشوق کی نذر کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہوں۔''

جونہی محمد نواز شریف صاحب آتے ہوئے نظر آئے ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے اور ان کے والد محترم جناب میاں محمد شریف صاحب وہیل چیئر پر تشریف لائے اور کچھ لوگ سیکورٹی گارڈ کے ساتھ۔ خاموشی کے ساتھ اُسی ستون کے ساتھ بیٹھ گئے جہاں پر میں اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں اسی وقت اُٹھا اور انہیں اپنی کتاب ''رحمت کی برکھا'' پیش کی۔ چند لمحے بعد میرے تحریر شدہ کلمات پڑھنے کے بعد محمد نواز شریف صاحب متوجہ ہوئے اور فرمایا

Marfat.com

بہت بہت شکریہ۔

افطاری میں جو سامان خوردونوش پہلے سے موجود تھا اس سے کئی گنا زیادہ اس ہوٹل سے آ گیا تھا جہاں پر محمد نواز شریف صاحب مقیم تھے۔ انواع واقسام کے لوازمات موجود تھے۔ پکوڑے سموسے، مکھن، اعلیٰ اقسام کی کھجوریں، کھجوروں کا حلوہ، فروٹ کیک، چائے اور آبِ زم زم۔

عشاء کی نماز سے قبل ہلکی ہلکی بارش شروع ہوگئی۔ عشاء کی نماز سے کچھ دیر قبل اعلان ہوگیا کہ شوال کا چاند نظر آ گیا ہے۔ لوگوں نے سنا تو چہرے پر خوشیاں پھیل گئیں۔ معتکف حضرات اپنے سامان کو باندھنے اور سمیٹنے لگے۔ میں نے بھی اپنے سامان کو درست کیا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے ہوٹل آ گیا۔ رات عید کے کپڑے تیار کر کے سب لوگ سو گئے۔ آج پہلی رات کو خوب نیند کی کیونکہ پچھلے نو دس دنوں سے قیام اللیل کے نوافل ایک بجے سے تین بجے پڑھنے کے لیے ضروری جاگنا پڑتا تھا۔ شرطے سوتے ہوؤں کو زبردستی اٹھا دیتے تھے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

باب پنجم

عید سعید مدینہ منورہ میں
(اس عید پر لاکھوں عیدیں قربان)

۲۵ نومبر ۲۰۰۳ء/ یکم شوال المکرّم بروز سوموار۔ زکوٰۃ کی ادائیگی اور فطرہ کی تقسیم جو کہ دس ریال فی کس تھی۔ مَیں نے رمضان المبارک کے آخری دنوں میں ادا کردی تھی۔ میرے لیے یہ عید سعید دائمی خوشیاں لے کر آئی۔ زندگی میں پہلی بار اس عید سعید کے موقع پر میں اپنی قسمت پر نازاں تھا اور فخر کر رہا تھا کہ میں عید کی نماز حضور اکرم ﷺ کے قدمین مبارک میں ادا کرنے کا شرف حاصل کروں گا اور عید کی نماز کے بعد حضور اکرم ﷺ کے دربارِ اقدس میں حاضری کی سعادت دارین نصیب ہوگی۔ ہم لوگ علی الصبح نئے کپڑے پہن کر تہجد کے وقت اپنے ہوٹل الشاعر المرکز سے حرم شریف روانہ ہوئے۔ تہجد کی نماز پڑھی اس کے بعد فجر کی نماز ادا کی اور وہیں پر سب کے سب بیٹھے رہے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آیا۔ سورج نکل آنے پر امام صاحب نے بلند آواز سے وقفے وقفے سے تکبیرین پڑھنا شروع کر دیں۔ بالا آخر سات

Marfat.com

بجے عید کی نماز پڑھی گئی۔ امام صاحب نے چھ زائد تکبیریں پہلی رکعت میں پڑھیں اور چھ زائد تکبیریں ہی دوسری رکعت میں جبکہ پاکستان میں تین زائد تکبیریں پہلی رکعت میں اور تین زائد تکبیریں دوسری رکعت میں کل زائد چھ تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔ نماز کے بعد لمبا خطبہ اور اس کے بعد لمبی ہی دعا۔ اختتام دعا کے بعد میں دوسرے چھتری والے صحن میں آ گیا۔ جہاں سے گنبد خضریٰ کا پرشکوہ نظارہ ہمارے سامنے تھا۔ تمام حضرات خصوصاً پاکستانی حضور اکرم ﷺ کے دربار میں مل کر درود وسلام کا نذرانہ پیش کر رہے تھے۔ اگرچہ آواز آہستہ تھی لیکن زائرین کی لاکھوں کی تعداد ایک گونج پیدا کر رہی تھی۔ زائرین سسکیاں لے لے کر صلوٰۃ والسلام پڑھ رہے تھے۔ بڑا ہی رقت آمیز لمحہ تھا۔ جسے دیکھا تو جا سکتا ہے لیکن قلمبند نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بندہ ناچیز ان کی آواز کے ساتھ آواز ملاتے ہوئے صلوٰۃ والسلام پڑھ رہا تھا۔

یا نبی سلام علیک۔ یا رسول سلام علیک

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند　　اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اُس وقت میں دربارِ مصطفےٰ ﷺ میں چپ چاپ کھڑا تھا۔ میرے دل کی عجیب حالت تھی۔ میری زبان اور الفاظ میرے جذبات اور احساسات کا ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔ زبان کی بجائے میری آنکھیں بول رہی تھیں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میرا وجود مجھ سے گم ہو چکا ہے اور میں اپنے

Marfat.com

آپ سے بچھڑ گیا ہوں۔ گو کہ دربارِ مصطفےٰ ﷺ میں کچھ دیر ہی رہا تھا لیکن ایسا لگتا تھا جیسے صدیاں سمٹ کر رہ گئی ہیں۔ میں رو رو کر گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کر رہا تھا کہ کیا یااللہ اب بھی مجھ پر تیرا کرم نہیں ہوگا؟ اب تو میں اپنے آقا ﷺ کی چوکھٹ مبارک پر بڑی مشکل سے اور بڑی مدت کے بعد حاضر ہو گیا ہوں۔ شرمندگی اور ندامت کے آنسو میری چشم تر سے جاری تھے۔ آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو نجانے کب سے اس وقت کا منتظر تھا میری آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔ میری برسوں کی التجاؤں عاجزانہ سلاموں نے وہاں چپ سادھ لی۔ یوں لگتا تھا کہ جسم کا تمام پانی آنکھوں سے بہہ جائے گا۔ میں اپنی قسمت پر نازاں وفرحاں تھا۔ اپنی ان آنکھوں سے رحمتوں کی برسات برستے دیکھ رہا تھا۔ کرنیں میرے وجود سے اس طرح نکل رہی تھیں جیسے میں خورشید بن گیا ہوں۔ دربارِ مصطفےٰ ﷺ میں جس سے بھی ملا ایسا لگا کہ وہ سب میرے ہیں۔ اپنائیت کی خوشبو اُن سے ہویدا تھی۔

شاعر جناب محترم اعجاز رحمانی ثناخوان مصطفےٰ ﷺ نے مندرجہ ذیل نعت شریف ایسے ہی لمحات کے لیے لکھی تھی جسے بہت خوبصورتی سے عشق مصطفےٰ ﷺ میں ڈوب کر جناب وحید ظفر قاسمی نعت خوانِ مصطفےٰ و عاشق مصطفےٰ ﷺ نے پڑھی تھی۔

میں چپ کھڑا ہوں دربار مصطفےٰ میں
آنکھوں سے بولتا ہوں دربار مصطفےٰ میں

میرا وجود جیسے گم ہو کے رہ گیا ہے
خود سے بچھڑ گیا ہوں دربار مصطفےٰ میں

محسوس ہو رہا تھا صدیاں سمٹ گئی ہیں
کچھ دیر ہی رہا ہوں دربار مصطفےٰ میں

Marfat.com

کیا اب بھی میرے رب کا مجھ پر کرم نہ ہوگا　　اب تو میں آ گیا ہوں دربار مصطفیٰؐ میں

آنسو ندامتوں کے ہیں چشم تر سے جاری　　چھپ چھپ کے رو رہا ہوں دربار مصطفیٰؐ میں

اللہ مری قسمت برسات رحمتوں کی　　آنکھوں سے دیکھتا ہوں دربار مصطفیٰؐ میں

کرنیں نکل رہی ہیں میرے وجود سے بھی　　خورشید بن گیا ہوں دربار مصطفیٰؐ میں

دل میں سما گئی ہے اپنائیت کی خوشبو　　جس جس سے میں ملا ہوں دربار مصطفیٰؐ میں

اعجاز میری مٹی اب ہوگئی صوارہ　　میں کیمیا بنا ہوں دربار مصطفیٰؐ میں

صلوٰۃ وسلام کے بعد جنت البقیع میں حاضری دی فاتحہ پڑھی اور ہوٹل آ گیا۔ رات کا پلاؤ گرم کیا اور کھایا۔ عصر کی نماز سے ایک گھنٹہ قبل قصر شیریں سے مٹھائی کا ڈبہ لے کر حاجی محمد یوسف صاحب اور برخوردار ذیشان آ گئے اور عید ملے۔ ایک گھنٹہ ہمارے پاس رہے۔ مغرب سے قبل ہم دونوں بھائی مختار احمد کلیار کے گھر گئے اور اُن کو عید مل کر آئے۔ انہوں نے ہمیں سویاں کھلائیں۔ حرم شریف میں مغرب کے وقت پہنچ گئے۔

یہاں پاکستان میں جونہی عید کا اعلان چاند نظر آنے کے بعد ہوتا ہے تو لوگ فوراً مسجدوں کا رخ کرتے ہیں۔ اپنے عزیز واقارب، دوست، بھائی، بیٹے یا والد کو جو کہ معتکف ہوتے ہیں اُن کو نہایت ہی اعزاز واکرام کے ساتھ پھولوں کے ہار پہنا کر گھر لاتے ہیں۔ لیکن میرے ساتھ مدینہ منورہ میں ایسا نہیں ہوا۔ اپنا سامان باندھ کر اکیلا ہی خراماں خراماں ہوٹل پہنچا۔ اکیلا ہی عید پڑھنے گیا اور واپس آیا تو اکیلا۔ یہ پہلی عید تھی جو بچوں کے بغیر گزری۔ عید پر بچے بہت یاد آئے لیکن اس عید پر ہزاروں لاکھوں عیدیں قربان۔ یہی عید تو

Marfat.com

میری زندگی کا سرمایہ ہے جو حضور کریم روف الرحیم ﷺ کی معیت ورفاقت میں گزری۔

عشاء کی نماز کے بعد دربارِ رسالت مآب ﷺ پر جانے والوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ روضۂ انور پر جانے کے لیے تمام روٹ ختم کر کے صرف ایک روٹ باب دارالسلام سے گزارا گیا۔ تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ تیس منٹ میں طے ہوا۔ بڑا روح پرور منظر تھا۔ بہت ولولہ انگیز نظارہ تھا۔ اس قدر عظیم اجتماع۔ اتنا خشوع وخضوع۔ اتنا انہماک جس کی مثال نہیں ملتی۔ لوگوں کا جم غفیر تھا جو الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ پڑھتا ہوا آقائے دوعالم ﷺ کے دربار مبارک پر عید ملنے کے لیے جا رہا تھا۔ یہ کیفیت عشاء کے بعد ہی نہ تھی بلکہ تمام دن عید کی نماز کے بعد یہی حالت رہی۔ کھچا کھچ ایک دوسرے سے پیوست ہو کر عاشقان رسول اللہ ﷺ دربار رسالت پر حاضری کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک بندہ ناچیز میں بھی تھا۔ ایک شاعر عاشق مصطفےٰ ﷺ نے اس موقع کی مناسبت سے کیا خوب کہا:

اے صل علیٰ دل کی دنیا کچھ اور ہی پائی جاتی ہے
سرکار دوعالمؐ کی صورت آنکھوں میں سمائی جاتی ہے
دیوانوں کا جب یہ عالم ہے تو اُن کی کشش کا کیا کہنا
جس سمت اُٹھاتے ہیں وہ قدم اس سمت خدائی جاتی ہے

یہاں محبتوں کے پھول کھلتے ہیں۔ لوگ یہاں آنے کے لیے بے قرار

Marfat.com

ہیں۔صدیوں سے قافلے ہر رنگ اور ہر ڈھنگ میں یہاں پہنچ رہے ہیں۔کوئی آرہا ہے کوئی جارہا ہے۔ ہر جگہ محفلیں سجی ہوئی ہیں۔ دنیا بھر سے مسلمان خواتین وحضرات آئے ہوئے ہیں۔ان گنت حضرات ان گنت چہرے اور ہر چہرہ خوشی سے روشن۔ عجیب منظر ہے۔مختلف اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے لوگ گروپوں کی شکل میں آرہے ہیں۔

عبدالستار خان نیازی فیصل آباد کے نعت خوان صاحب نے ایسے ہی موقع کی مناسبت سے ایک مشہور زمانہ نعت شریف جو ہر ایک کی زبان پر عرصہ دراز تک رہی لکھی تھی:

کی کی نہ کیتا یار نے اک یارؐ واسطے
رب محفلاں سجائیاں نے سرکارؐ واسطے
دل یاد لئی بنایا اے تعریف لئی زبان
اکھیاں بنائیاں سوہنے دے دیدار واسطے

سبحان اللہ یہاں کا چپہ چپہ مقدس ہے۔اکثر اولیا کرام اس بستی میں جوتے پہن کر چلنا خلاف ادب سمجھتے تھے اور ننگے پاؤں رہتے۔اس زمین کے ذرے ذرے پر حضور نبی کریم ﷺ کے نقوش پا موجود ہیں۔وہ اسی تصور میں گم رہتے:

اُن کا ہی تصور ہے محفل ہو کہ تنہائی
سمجھے کوئی دیوانہ جانے کوئی سودائی

بندہ مومن چشم تصور میں اس دور کی جھلکیاں دیکھنے لگتا ہے جب سرکار

Marfat.com

دو عالم ﷺ یہاں صحابہ کرامؓ کے ساتھ محو خرام ہوا کرتے تھے اور دل میں یہ خواہش چٹکیاں لینے لگتی ہے کہ کاش میں بھی اس دور میں پیدا ہوا ہوتا اور حضور پرنور ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوتا۔

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا — پھر کبھی تو تجھے ملا ہوتا
ذرہ ہوتا جو تیری راہوں کا — تیرے تلووں کو چھو لیا ہوتا

۲۶ نومبر ۲۰۰۳ء/ ۲ شوال المکرّم بروز بدھ۔ آج میں نے شش عید کا پہلا روزہ رکھا۔ سحری کا کوئی انتظام نہ تھا۔ رمضان المبارک کے علاوہ سحری کے وقت ہوٹل نہیں کھلتے۔ لہٰذا ڈبل روٹی اور دودھ سے ہی روزہ رکھ لیا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ شش عید کے روزے پاکستان جا کر رکھ لینا کیونکہ یہاں پر سحری کا بندوبست نہیں ہوسکتا۔ میں نے کہا کہ مدینہ منورہ میں رکھے گئے روزہ کا ثواب پاکستان میں رکھے گئے روزوں سے پچاس ہزار گنا زیادہ ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار نیکیوں کے برابر ملتا ہے تو وہاں پر ہر روزہ رکھنا کس قدر عظیم ثواب کا باعث ہوگا۔ آج روضۂ مبارک پر حاضری صبح سات بجے سے ساڑھے آٹھ بجے تک رہی۔ میں افطاری کا سامان لے کر مسجد نبوی ﷺ پہنچا۔ یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ شوال المکرّم کے ماہ میں بھی حرمین شریفین میں افطاری کا اسی طرح انتظام ہوتا ہے جس طرح رمضان شریف میں۔ لیکن چند مخصوص جگہوں پر۔ کیونکہ شش عید کے روزے تمام لوگ تو رکھتے نہیں۔ سعودی عرب کے ارباب اقتدار سے گزارش ہے کہ جس طرح محدود طریقے سے حرمین شریفین میں افطاری کا انتظام شوال المکرّم

Marfat.com

میں کیا جاتا ہے اُسی طرح چند ہوٹلوں میں سحری کا انتظام بھی ہونا چاہیے۔

۲۷ نومبر ۲۰۰۳ء/۳ شوال المکرّم بروز جمعرات، آج دوسرا روزہ ڈبل روٹی اور دودھ کے ساتھ رکھا۔ آج روضۂ رسول اللہ ﷺ پر حاضری بعد نمازِ ظہر ہوئی اور دوبارہ حاضری عشاء کے بعد ہوئی۔ حاضری کے بعد بابِ البقیع سے گزر کر گنبد خضریٰ کے سامنے یعنی باب جبرائیل اور بابِ البقیع کے درمیان والی جگہ پلر کے ساتھ تقریباً ایک گھنٹہ بیٹھ کر درود شریف پڑھتا رہا۔ بیحد ذوق وشوق پیدا ہوا۔ مجھے یہاں پر بیٹھنے کی تلقین حاجی محمد یوسف برادر عزیز ڈیرہ بکھا والے نے کی تھی۔ بلاشبہ محبت رسول اللہ ﷺ جانِ ایمان اور شدید محبت کا اظہار کمالِ ایمان کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا: "النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم نبی مومنوں کے نزدیک اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار ہیں۔" یعنی حضور اکرم ﷺ کے قدموں پر جان نچھاور کرنا صرف سعادت مندی ہی نہیں بلکہ یہ اُن کا حق ہے کہ اُن کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی ایک پہچان یہ بتائی ہے کہ وہ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔ "والذین امنو اشد حب اللہ۔ ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔" لیکن محبت وہی معتبر ٹھہرے گی جو بواسطہ رسالت مآب ﷺ ہو۔ فرمان ربی ہے: "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اے نبی آپ (ﷺ) فرمادیں اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔"

Marfat.com

۲۸ نومبر ۲۰۰۳ء / ۴ شوال المکرم بروز جمعۃ المبارک، پہلی دو سحریاں ڈبل روٹی اور دودھ کے ساتھ کھانے سے معدہ متاثر ہوا جس کی وجہ سے میں نے عشاء کی نماز کے بعد ہوٹل سے چاول کی ایک ڈش لے لی اور صبح سحری کے وقت اُسی کو گرم کر کے کھالیا اور روزہ رکھ لیا۔ آج دربار مصطفٰی ﷺ پر حاضری کی سعادت صبح سات بجے سے پونے نو بجے تک رہی۔ الحمدللہ جمعۃ المبارک خطبہ امام صاحب نے ۳۵ منٹ میں مکمل کیا۔ عشاء کی نماز کے بعد دوبارہ روضۂ مبارک پر حاضری ہوئی۔ اس کے بعد بابِ جبرائیل اور بابِ البقیع کے درمیان والے ستون کے سامنے بیٹھ کر حضور اکرم ﷺ پر دیر گئے تک درود وسلام پڑھتا رہا۔

۲۹ نومبر ۲۰۰۳ء / ۵ شوال المکرم بروز ہفتہ، چوتھے روزہ کی سحری کھائی اور حرم شریف پہنچا۔ آج حاضری کی سعادت فجر کی نماز کے بعد نصیب ہوئی۔ حاضری کے بعد میں نے اپنی دو تسبیحیں روضۂ رسول کی جالی سے مس کیں تو ڈیوٹی پر موجود شرطے نے مجھے پکڑ لیا اور دیر تک مجھے عربی میں لیکچر دیتے رہے کہ یہ حرام ہے بدعت ہے تاہم تسبیحیں واپس کر دیں۔ باب الفتح سے باہر جاتے ہوئے میری اپنی تسبیح جو کہ ۱۹۹۶ء میں مجھے خواجہ محمد شفیع کاشمیری نے مدینہ منورہ باب المہدی کے باہر تحفے کے طور پر دی تھی وہ گم ہوگئی جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ تمام دن تلاش کرتا رہا لیکن نہ ملی۔ آج بروز ہفتہ مدینہ منورہ کی زیارتوں کا پروگرام بنا تھا لیکن اعجاز خالد وعدہ کر کے نہ آئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انہیں بخار ہوگیا تھا۔ آج بہاول پور نعیم کو اس کے

Marfat.com

موبائل پر ایک پیغام بھیجا کہ اپنی خیریت سے آگاہ کریں اور مجھے نو بجے رات ٹیلی فون کریں۔ پندرہ منٹ بعد ہی اس کا پیغام موصول ہوگیا کہ وہاں پر سب خیریت ہے۔ رات نو بجے ٹیلی فون بھی آ گیا۔ عظمیٰ سے معلوم ہوا کہ میری اہلیہ کے ماموں جان محمد رفیق صاحب ۲۹ رمضان المبارک کو انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۳۰ نومبر ۲۰۰۳ء/ ۶ شوال المکرّم بروز اتوار، سحری کھائی۔ نمازِ فجر کے بعد دربار رسالت ﷺ پر حاضری ہوئی۔ نو بجے واپس ہوٹل پہنچا۔ آج ساڑھے دس بجے ہوٹل سے روانہ ہوا اور عنابیہ کے علاقے میں پہنچا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ بہت سے ہوٹل، دکانیں جس میں ہوٹل الموذن بھی شامل تھا گرا دیئے گئے ہیں اور وہاں پر سڑک بن گئی ہے۔ البتہ دارین ماضی ہوٹل جس میں ہم ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۶ء میں مسلسل رہائش پذیر رہے ہیں ابھی تک اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔ آج یہ دیکھ کر خوشی حاصل ہوئی کہ بابِ جبرائیل جہاں پر داخل ہوتے وقت حضور اکرم ﷺ کے قدمین مبارک ہیں کھول دیا گیا ہے۔ میں حضور ﷺ کے قدمین مبارک میں بیٹھ کر گھنٹوں درود و سلام کے نذرانے پیش کرتا رہا۔ وہیں پر ظہر کی نماز پڑھی۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر کھڑے ہو کر صلوٰۃ والسلام پڑھتا رہا حتیٰ کہ شرطوں نے مردوں کو وہاں سے نکالنا شروع کر دیا کیونکہ عورتوں کی زیارت روضہ مبارک کا وقت شروع ہوگیا تھا۔ آج عصر کی نماز کے بعد الحمدللہ مسجد نبوی ﷺ میں ۸۰ نمازیں باجماعت مکمل ہوگئی تھیں۔

کثرت سے تاجدار مدینہ آقا حضور ﷺ پر درود وسلام کا نذرانہ

Marfat.com

پیش کیا۔ جی بھر کر عبادتیں کی ہیں اور جی بھر کر ہی روضہ رسول ﷺ پر حاضری ہوئی ہے۔ کثرت سے تاجدار مدینہ آقا حضور ﷺ پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ جی نہیں بھرا۔ میں بے حد خوش ہوں کہ اپنی قسمت پر جس قدر فخر کروں وہ کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی خاص رحمتِ یزداں سے نوازا اور میری زندگی بھر کی دلی خواہش کو پورا کیا۔ اس ذات پاک کا جس قدر شکر ادا کروں کم ہے۔ تاجدار مدینہ آقا حضور اکرم ﷺ کو مدینہ اور اہل مدینہ سے جتنی محبت تھی محدثین کرام نے وہ احادیث بیان کردی ہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے اس شہر کی عظمت ورفعت کا تعین بخوبی کردیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ منورہ میں گزرا ہوا رمضان دوسرے شہروں میں گزرے ہوئے ہزاروں رمضانوں سے افضل ہے۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناچیز کو مدینہ منورہ میں رمضان المبارک گزارنے اور اس کے بعد شوال المکرم کے چھ روزے رکھنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ وما توفیقی اللہ بااللہ۔ میں نے اکثر نمازیں گنبد خضریٰ کے سامنے دوسرے چھتریوں والے صحن میں پڑھی ہیں۔ کیا خوب نظارہ نصیب ہوا ہے کہ سامنے گنبد خضریٰ سے میں رحمت کی برسات برستے ہوئے دیکھتا ہوں۔ نور کی کرنیں گنبد خضریٰ میں سے نکل رہی ہیں جس کو دیکھ کر میرے ایمان میں تروتازگی اور زندگی میں سرور پیدا ہو رہا ہے اور قیامت تک عاشقان مصطفےٰ ﷺ پروانہ وار روضہ اقدس اور گنبد خضریٰ کی حاضری کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں گے۔

Marfat.com

عشاء کی نماز کے بعد اعجاز خالد اور اس کے بچے ہمارے ہوٹل آئے میں اور اعجاز خالد الموذن ہوٹل پہنچے اور غلام عباس منیجر صاحب سے ملے اور انہوں نے ہماری ٹکٹوں کی بازیابی کے متعلق مکہ مکرمہ میں ٹیلی فون کیا جہاں پر صابر صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے ٹکٹوں کی موجودگی کی تصدیق کی۔

یکم دسمبر ۲۰۰۳ء / ۷ شوال المکرم بروز سوموار، سحری کھانے کے بعد حرم شریف پہنچے۔ فجر کے بعد ریاض الجنت میں حاضری ہوئی جہاں پر مؤذن صاحب کھڑے ہو کر اذان دیتے ہیں اس بالکنی کے نیچے والے حصے میں اشراق کی نماز پڑھی اور صلوٰۃ التسبیح بھی ادا کی۔ اس کے بعد روزہ رسول ﷺ پر حاضری دی۔ ۹ بجے اپنے ہوٹل واپسی ہوئی۔ ظہر کی نماز حضور اکرم ﷺ کے قدمین مبارک بابِ جبرائیل کے اندر پڑھی اور وہیں پر صلوٰۃ والسلام پڑھا۔ دن تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔ جوں جوں دن گزرتے تھے روضہ اقدس و گنبد خضریٰ کی جدائی کا خیال دامن گیر ہوتا جا رہا تھا۔ میں حضور ﷺ کے قدموں میں حاضر تھا اور سوچ رہا تھا کہ ہمارے قیام کا عرصہ ختم ہونے والا ہے۔ اس شہر خوباں کو ہم الوداع کہہ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور جس شہر کی سربلندی اور خوشحالی کے لیے حضور ﷺ نے دعائیں مانگی ہیں۔ گذشتہ پندرہ صدیوں سے ہر سال اطراف عالم سے لاکھوں مسلمان اس شہر کی زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں اور عالم اسلام پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب ہزاروں مسلمان بارگاہِ رسالت میں مدینہ کی زیارت سے مشرف ہونے کی دعائیں نہیں کرتے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں داخل ہوتے ہی کسی کو اجنبیت کا

Marfat.com

احساس نہیں رہتا۔ بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس کے مناظر پہلے بھی دیکھ چکا ہے۔ اُس کی گلیوں اور بازاروں میں اور اس کی فضا میں سانس لے چکا ہے۔ یہ احساس کسی نہ کسی حد تک ہر مسلمان کے دل میں موجود رہا ہے کہ اُس کی روح کی آخری پیاس مدینہ کے سوا کہیں اور نہیں بجھ سکتی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ نبی ﷺ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ اُن کے قریب ہے۔

ظہر کی نماز پڑھ کر دوبارہ گنبدِ خضریٰ کے سائے تلے چھتریوں والے صحن میں آ گیا۔ کچھ دیر تک تلاوت کلام پاک کرتا رہا اور اس کے بعد الموذن ہوٹل واپسی ہوئی اور غلام عباس صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہماری دعوت بعد از نمازِ مغرب کی اور مکہ مکرمہ صابر صاحب کو ٹیلی فون کیا کہ مجھے ٹکٹیں واپس کر دیں مکہ مکرمہ پہنچنے پر اور ان کی کنفرمیشن ہم خود ہی کروالیں گے۔ مغرب کی نماز کے بعد دعوت میں شریک ہوئے۔ کھانا بہت ہی پر تکلف تھا۔ لیکن ہم اس کے ساتھ صحیح انصاف نہ کر سکے کیونکہ مغرب اور عشاء کے درمیان وقت بہت کم ہوتا ہے۔ آدمی بمشکل کھانا کھاتا ہے تو اذان شروع ہو جاتی ہے۔ عشاء کے بعد دوبارہ دربارِ رسول اللہ ﷺ پر حاضری تھی۔

دن گزرتے جا رہے تھے اور آقائے مدنی ﷺ کی جدائی کے لمحے قریب سے قریب تر آتے جا رہے تھے۔ اس دِلِ مضطرب کی حالت دن بدن دگرگوں ہوتی جا رہی تھی کہ اب اس خطۂ پاک سے کوچ ہونے والا تھا۔ جو سوختہ دل عاشقان کے لیے قرار جان تھا اور تا ابد رہے گا۔ جہاں سے خلوص، للّٰہیت، ایثار و سخاوت، جواں مردی و شجاعت، عزیمت و استقامت کے ایسے

Marfat.com

شیریں اور روح پرور چشمے پھوٹتے تھے جس سے عالم انسانیت سراب ہوگئی۔ جس کے مطلع علم وحکمت سے ایک ایسا آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنوں نے ظلم وظلمات کو کافور کردیا۔ جس کی مسجد و مکتب میں ایسے ارشد تلامذہ کی تربیت کی تکمیل ہوئی جس کے نفوسِ قدسیہ نے مردہ اقوام کو حیات نو بخشی۔ جنہوں نے بگڑے ہوئے آدمی کو انسان بنانے کا فریضہ انجام دیا۔ عشاء کی نماز اور حاضری دربار رسالت ﷺ کے بعد ہوٹل واپسی ہوئی اور کل کی سحری کا انتظام کیا۔ آج الحمدللہ میرے چھ شش عید کے روزے تو مکمل ہو چکے تھے لیکن ابھی ایک قضا روزہ کی ادائیگی باقی تھی کیونکہ رمضان شریف میں پاکستان سے سعودی عرب آنے کی وجہ سے ایک روزہ کم ہوگیا۔ ۲۸ روزے رکھنے کے بعد مدینہ منورہ میں عید ہوگئی۔ لہٰذا ۲۹ واں روزہ رکھنے کے لیے ہوٹل سے چاول لیے اور سو گئے۔

Marfat.com

باب ششم

میرے امی لقب آقا تیری عظمتوں کا کیا کہنا

ملائک تیرے درباں ہیں تیری شوکت کا کیا کہنا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

هو الذی بعث فی الامین رسوله یتبعون الرسول النبی الامی

اللہ رب العزت نے فرمایا کہ لوگو پیروی کرو اس رسول ﷺ کی جو نبی بھی ہیں اور اُمی بھی۔ تین الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ رسول، نبی اور اُمی۔ جو لوگ پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی جو نبی ہے اور نبی بھی اُمی ہے۔

پہلی آیت کا ترجمہ وہ ذات جس نے اپنے رسول کو اُمیوں میں بھیجا۔ اب جو بات توجہ طلب ہے وہ یہ ہے کہ لفظ اُمی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسول بھیجا وہ رسول ایسا رسول ہے جو نبی ہے اور نبی ایسا نبی جو اُمی ہے۔ ان تین چیزوں میں آپس میں تعلق کیا ہے۔ اگر کہہ دیتے کہ رسول کو بھیجا۔ ۱۲ ربیع الاول کو وہ رسول آئے۔ بات تو اس قدر کہنے سے بھی پوری ہو سکتی تھی۔ مگر نہیں۔

Marfat.com

فرمایا اُس رسول کی پیروی کرو جو نبی ہے اور نبی اُمی۔

رسول تو اس لئے فرمایا کہ انہیں بھیجا گیا۔ جو اللہ تعالیٰ کی زبان بن کر اللہ تعالیٰ کا نمائندہ بن کر اللہ تعالیٰ کی رضا بن کر اللہ تعالیٰ کی اتباع بن کر اس دنیا میں آیا۔ اب رسول کی آگے تعریف کی ہے۔ لوگو تمہیں معلوم ہے یہ رسول ہے کون؟ یہ رسول نبی ہیں، اُمی ہیں، نبی اور اُمی کا جوڑ کیا ہے۔ یہ خاص نقطہ توجہ طلب ہے۔ لفظ نبی نباء سے نکلا ہے، نباء کا معنی ہے خبر۔ انباء خبروں کو کہتے ہیں۔ نباء کی جمع انباء ہے تو نباء وہ لفظ ہے اسی مادہ سے نبی نکلا ہے تو نبی کا مطلب ہے وہ ذات جو باخبر ہو۔ رسول کے بعد لفظ نبی استعمال کر کے یہ اعلان فرمایا کہ رسول چونکہ نبی ہوتا ہے اس لئے وہ باخبر ہوتا ہے۔ بے خبر نہیں۔ آگے فرمایا وہ الاُمی۔ ایسا باخبر ہے کہ اُمی ہے۔ اس کے دو ترجمے ہیں۔ ایک باخبروں کا ترجمہ اور دوسرا بے خبروں کا ترجمہ بے خبروں کا ترجمہ معاذ اللہ اَن پڑھ۔ اُمی کو معاذ اللہ اَن پڑھ کہنا اس سے بڑی اَن پڑھوں والی بات کوئی نہیں ہے۔ تو جو اُمی کو اَن پڑھ کہتا ہے وہ خود اَن پڑھ ہے۔

دوسری طرف قرآن نے فرمایا: **ھوالذی بعث فی الامیین رسولا۔**

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس نے اُمیوں میں ایسا رسول بھیجا تاکہ ان پر ہماری آیتیں اور نشانیاں پڑھے اور بھیجا اَن پڑھوں میں تاکہ اُن کو پڑھائے یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ کیا اَن پڑھوں کو پڑھانے کیلئے کبھی اَن پڑھ کو بھیجا جاتا ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میرے رسول کو اَن پڑھ کہنے والو سنو! اَن پڑھوں کی طرف بھیجا ہے اور بھیجا میں نے ہے۔ اگر میں اَن پڑھوں

Marfat.com

کی طرف پڑھانے کیلئے اَن پڑھ کو بھیجوں تو اس سے بڑا مذاق کوئی نہ ہوگا۔

آگے قرآن مجید کہہ رہا ہے تاکہ وہ ان پر اللہ کی آیتیں پڑھے۔ اگر حضور ﷺ معاذ اللہ پڑھے ہوئے نہ ہوتے تو آیتیں پڑھ کر کیسے سنا سکتے تھے۔ اس تصور کی نفی ہوگئی۔ یہاں اُمی کہنے کا مطلب ہے کہ ساری کائنات میں کسی اور نے اسے کوئی خبر نہیں دی ساری خبر اس کو اللہ تعالیٰ نے دی۔ اَن پڑھوں کو پڑھانے کے لئے آیا ہے مگر چونکہ اُمی ہے اس لئے دنیا میں کسی سے نہیں پڑھا۔ صرف اللہ تعالیٰ سے پڑھ کر آیا ہے۔ اگر دنیا میں کسی سے پڑھ کر آیا ہوتا تو پھر جس سے خود پڑھ کر آیا ہوتا تو وہ اس کے پڑھائے جانے سے خارج ہوتا مگر یہ تو آیا ہے سب کو پڑھانے کیلئے۔ لہٰذا اس کو سب کچھ اللہ نے پڑھایا ہے۔

لفظ اُم کے کئی معنی ہیں۔ اُم کا ایک معنی ہے ماں۔ ماں کو عربی میں اُم کہتے ہیں۔ جب ماں کا مطلب یہ ہوا کہ اُمی، تو اشارہ ماں کی گود کی طرف چلا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام شہر میں لے کر آئیں تو اُنہیں پنگھوڑے میں رکھ دیا۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ مریم تمہاری ماں تو ایسی نہ تھی۔ تم ایسی کہاں سے بن گئی۔ بغیر شادی اور بغیر باپ کے یہ بچہ کہاں سے لائی ہو، تو حضرت مریمؑ نے فرمایا میرا روزہ ہے میں کلام نہیں کر سکتی خود اسی آنے والے سے پوچھ لو۔ اُم بولی اُسی بچے سے پوچھ لو۔ اُنہوں نے کہا یہ بچہ کیا بولے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اُٹھے: قال انی عبداللہ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بعثت کا اعلان فرمایا۔ مگر توجہ طلب بات ہے

Marfat.com

کہ یہ اعلان پنگھوڑے میں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی۔ پورے قرآن شریف اور انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کو اُمی نہیں کہا۔ انہوں نے علم کا ظہور پنگھوڑے میں کیا۔ جب آقا ﷺ کی باری آئی تو فرمایا جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی ہے اور نبی اُمی۔ یعنی یہ وہ باخبر نبی ہیں کہ اُسے ساری خبر اُس وقت سے تھی کہ جب وہ اپنی ماں کے شکم مبارک سے تشریف لائے یہ ماں کے پیٹ سے باخبر ہو کر آئے۔

آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ کہ جب آپ بچپن میں پنگھوڑے میں تھے تو میں نے ایک عجیب بات دیکھی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیا عجیب بات تھی تو انہوں نے عرض کیا حضور ﷺ میں آ رہا تھا آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں پنگھوڑے میں تھے۔ رات کا وقت تھا۔ آپ کے پاس آپ کو کھلانے کے لئے کوئی نہ تھا۔ میں آپ ﷺ کی خیریت دریافت کرنے کے لئے حلیمہ سعدیہ کے گھر گیا۔ چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا۔ میں نے اچانک آسمان کی طرف دیکھا تو چاند دائیں بائیں اِدھر اُدھر ہلتا تھا بھاگتا تھا۔ آسمان پر چاند حرکت میں تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ چاند آج معمول سے ہٹ کر میزان سے ہٹ کر اتنی تیزی سے گردش پذیر کیوں ہے کہ اچانک میری نظر آپؐ کے ہاتھ مبارک پر پڑی۔ آپ ﷺ کی انگلیاں ہلتی تھیں چاند ہل جاتا تھا۔ جدھر اُنگلی کا اشارہ ہوتا تو چاند اُسی طرف گردش کرنے لگتا۔ کھلانے والا اور کوئی نہ تھا تو چودھویں رات کا چاند حضور اکرم ﷺ کو پنگھوڑے میں کھلا رہا ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

Marfat.com

نور والے کا ہے نور کا جھولنا

کھیلتے ہیں حبیب خدا جھولنا

حضور اکرم ﷺ نے جب یہ بات اپنے چچا جان سے سنی تو فرمایا چچا عباس آپ اسی بات پر حیران ہو گئے کیا میں آپ کو اس سے بھی ایک عجیب تر بات نہ بتاؤں وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ بتایئے اس سے بھی عجیب تر بات۔ فرمایا: مجھے اُس رب کی عزت وجلال کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جب میں اپنی ماں کی گود میں تھا تو لوحِ محفوظ پر جب تقدیر کا قلم چلتا تھا تو میں اُس کی آواز سنتا تھا۔ علم کی انتہا تقدیر ہے اور اُس علم الٰہی کا مبداء اور علم الٰہی کا مصدر قلم ہے تو تم علم اور خبر کی بات کرتے ہو۔ کیا علم ہے اور کیا نہیں ہے ارے علم کا قلم جب لوحِ محفوظ پر چلتا تھا۔ مصطفٰے ﷺ اماں جان کی گود میں اُس کی آواز سنتے تھے۔ حضور ﷺ نے ولادت سے قبل انوار اللہ کی گود میں اللہ تعالیٰ کی قربت کی گود میں پرورش پائی۔ جس طرح ماں بچے کو دودھ پلا پلا کر جوان کرتی ہے۔ اسی طرح قربت الٰہی کی گود میں نورِ مصطفٰے ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فیض دے دے کر جوان کیا۔ اتنا پالا اتنی پرورش کی اور اپنے علم وفیض سے اتنا سیراب کر دیا کہ جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو علم سے اتنے لبریز ہو چکے تھے کہ کسی سے اور کچھ پڑھنے کی حاجت نہ رہی۔ کچھ بچا ہی نہیں تھا جو مزید پڑھتے تو آقا ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے پڑھ کر آئے اور اُمی ہوئے۔

اصل لفظ ہے اُم جس سے اُمی بنا۔ اب اُم عربی زبان میں ایک

Marfat.com

خاص معنی کیلئے استعمال ہوتا ہے لفظ اُم کہتے ہیں اصل کو۔ جڑ کو، ماں کو بھی اُم اس لئے کہتے ہیں کہ ماں بیٹے کی جڑ ہوتی ہے۔ ماں بیٹے کی اصل ہوتی ہے۔ کسی شے کے اصل کو اُس کے Origin کو مبدا اُم کہتے ہیں لہٰذا ترجمہ یہ ہوا اُس رسول، اُس نبی کی پیروی کرو جو ساری کائنات کا مبداء کائنات ہے۔ جو مصدر کائنات ہے اور ساری کائنات کا وجود جس جڑ سے پھوٹا وہ محمد ﷺ ہیں۔ یہ وہ رسول ہیں کہ ساری کائنات کے نور اُن سے پھوٹے۔ عرش و کرسی اُن کے وجود سے پھوٹا۔ لوح و قلم اُن کے نور سے پھوٹے اور خلائق و ملائک اُن کے نور سے پھوٹے۔ الغرض جب حضور ﷺ نہ تھے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ساری کائنات کے نور کو وسعت ملتی گئی نورِ مصطفےٰ ﷺ سے۔ تو حضور ﷺ کا نور اصل کائنات ہوا۔ ساری کائنات کی ابتداء حضور ﷺ سے ہوئی تو فرمایا لوگو اس رسول کی پیروی کرو کہ جو بیشک آیا تو سب سے آخر میں مگر ساری کائنات کی ابتداء ہے۔

اُم کا ایک معنی اور بھی ہے۔ شہر مکہ کو قرآن مجید میں اُم القریٰ کہا گیا یعنی تمام شہروں اور تمام قریوں کی اُم۔ تمام شہروں کی جڑ۔ اصل جڑ۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کائنات میں روئے زمین پر ابھی کچھ نہیں تھا صرف پانی تھا اور کچھ نہ تھا جب پانی خشک ہوتا گیا جہاں جہاں خشک ہوتا گیا وہاں زمین ظاہر ہوتی گئی جہاں خشک نہ ہوا بقیہ حصہ سمندر رہ گیا۔ حدیث میں آتا ہے جب ساری کائنات ارض پر پانی تھا اور زمین وجود میں آنے لگی تو سب سے پہلا ٹکڑا جو پانی میں سے خشک ہوا اور زمین کے طور پر ظاہر ہوا وہ ٹکڑا شہر

Marfat.com

مکہ کا تھا۔ چونکہ مکہ ظہور اوّل ہے اس لئے اس کو اُم القریٰ کہا گیا۔ جس طرح زمین پر ظہور اوّل مکہ ہے وہ اُم القریٰ کہلایا۔ اسی طرح ساری کائنات میں بعد از اللہ تعالیٰ ظہور اوّل مصطفےٰ ﷺ ہیں تو وہ اُم کہلائے۔ ساری کائنات میں اور جملہ خلق میں ظہورِ اوّل جب کچھ نہ تھا سب کچھ پردۂ غیب میں تھا۔ انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون ط اس امر کن سے جس نقش حسن کا ظہور اوّل ہوا۔ اُس کا نام مصطفےٰ ﷺ ہے۔ اس لئے فرمایا کہ یہ رسول اُمی ہے۔ یعنی یہ وہ رسول ہیں جو کائنات میں ظہور اوّل ہیں اور ساری کائنات ان کے ظہور کا صدقہ ہے۔

اُمی کا ایک معنی اور بھی ہے۔ قرآن مجید کو دیکھئے تو لوحِ محفوظ کو ام الکتاب کہا گیا۔ یہ سارا علم کائنات کا اُم الکتاب میں ہے۔ ساری کائنات کے علوم اس لوحِ محفوظ میں سے متولد ہوئے۔ اس میں سے نکلے تو اُم اُس مقام علم کا نام ہے جس سے علم کے سارے چشمے پھوٹے تو جب کتاب کی بات ہو تو لوح محفوظ اُمی ہے اور جب نبوت کی بات ہو تو مصطفےٰ ﷺ اُمی ہیں۔ مصطفےٰ کی اُمیت کی بات کرنے والو ایک مصطفےٰ ﷺ اکیلا تھوڑا اُمی ہے۔ مصطفےٰ ﷺ بھی اُمی ہیں، مکہ بھی اُمی ہے، لوحِ محفوظ بھی اُمی ہے، قرآن بھی اُمی ہے۔ یہ سب اُمی کے مختلف ظہور ہیں۔

اور پھر سورۃ فاتحہ کو اُم الکتاب کہا گیا کیونکہ سورۃ فاتحہ سے قرآن شروع ہوتا ہے۔ جس سے قرآن شروع ہوتا ہے۔ وہ سورۃ فاتحہ اُمی۔ اُس اُم سے اُمت ہے۔ ہم اُمت محمدیؐ ہیں۔ کیا آپ اُمت کا ترجمہ یہ کریں گے

Marfat.com

''اَن پڑھوں کا گروہ'' اُمت اُس کو کہتے ہیں بہت انسانوں کا گروہ جو کسی ایک مذہب پر جمع ہو اُن کو اُم کہتے ہیں۔ اُمت کا معنی بھی ہے جامعیت جمع ہونے کی وجہ سے اُمت بنی۔ تو مصطفیٰ ﷺ میں کیا جمع ہوا کہ اُمی ہے۔ وجود ایک تھا مگر جمع اُس میں ساری کائنات ہوگئی۔ وجود ایک ہے مگر آدمؑ بھی اُسی میں نوحؑ بھی اُسی میں حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ بھی اُسی میں موسیٰؑ و داوُدؑ سلیمانؑ، زکریاؑ، یحییٰؑ اور عیسیٰؑ بھی اُسی میں ہیں۔ اس کا حسن اگر منتشر ہو گیا تو انبیاء بن گئے، حسن اگر یکجا ہو گیا تو مصطفیٰ بن گئے۔

آگے چلیں امام بھی اُم میں سے بنا۔ اُسی اُمی نے علم بھی دیا۔ اُسی اُمی نے امام بھی دیئے اُسی اُم سے اُمت بنی۔ امام کہتے ہیں وہ جو مقتدا ہو جس کے پیچھے چلا جائے اُس کو امام کہتے ہیں۔ اگر ایک امر میں کوئی مقتداء ہو تو اُس کو امام کہتے ہیں اور اگر ساری کائنات کے اماموں اور نبیوں کا مقتداء ہو تو نبی اُمی ہوا۔ جس سے ساری امامتیں تولد ہوئیں۔ حضرت علی ؓ کی امامت بھی۔ حضرت امام حسن ؓ و حسین ؓ کی امامت بھی زین العابدین ؓ کی امامت اس میں سے نکلی۔ الغرض تمام اماموں کی امامتیں اُسی نبی اُمی سے ظہور پذیر ہوئیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی اُسی کی کرن بن کر نکلے۔ حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ، حضرت علی ؓ، عشرہ مبشرہ ایک ہی نور کی کرنیں ہیں۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ حضور ﷺ پڑھے ہوئے نہ تھے۔ یہ ترجمہ جنہوں نے بھی کیا اُنہوں نے قرآن کی نفی کی۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک سورۃ الاعلیٰ میں فرماتا ہے۔

Marfat.com

سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ ط

ترجمہ: ہم خود آپ کو پڑھائیں گے پس آپ اسے نہ بھولیں گے بجز اس کے جو اللہ چاہے۔

حضرت صدرالا فاضل رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کریم ﷺ کو بشارت ہے کہ آپؐ کو حفظ قرآن کی نعمت بے محنت عطا ہو گی اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ اتنی بڑی کتاب بغیر محنت و مشقت اور بغیر تکرار، و دور کے آپ کو حفظ ہو گئی۔ مفسرین نے فرمایا کہ یہ استثناء واقع نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ آپ کچھ بھولیں۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا پڑھایا کہ پھر کبھی بھولے نہیں اسی لئے اُمی کہلائے عام پڑھے لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھا بھی اور تھوڑے عرصے بعد بھول گیا امتحان قریب آیا۔ رٹا لگایا، امتحان گزر گیا، پھر بھول گئے۔ دنیا والوں کا پڑھنا یوں ہے کہ یاد کیا پھر بھول گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محبوب تجھے اس قسم کا پڑھنا نہیں سکھاؤں گا۔ تمہیں ایسا پڑھائیں گے فلا تنسیٰ پھر بھولیں گے نہیں۔ کیونکہ بھولے ہوؤں کو راہ بتانے حضور ﷺ آئے تھے۔

پھر اور فرمایا **الرحمٰن، علم القرآن، خلق الانسان، علمه البیان۔** رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت (کی جان محمدؐ) کو پیدا کیا۔ (ما کان و ما یکون) کا بیان اُنہیں سکھایا۔

اس جہان میں ہر کسی کو کسی نہ کسی نے پڑھایا۔ صرف ایک ہی شخص تو ایسا ہے جس نے قرآن پڑھا تو صرف اللہ تعالیٰ سے۔ مصطفےٰ ﷺ ایسا وجود

Marfat.com

انسانی ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن بھی پڑھایا اور ماکان ومایکون کا بیان بھی سکھایا۔ اس کے بعد بھی اُن کو اَن پڑھ کہتے ہو۔ معاذ اللہ یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو قرآن بھی پڑھایا، بیان بھی سکھایا اور اتنا پڑھایا۔ فرمایا: وعلمک مالم تکن تعلم۔ وکان فضل اللہ۔ یعنی آپ ﷺ کو اتنا پڑھایا کہ آپؐ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ سارا کچھ جان گئے اور آپؐ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہو گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اتنا پڑھایا کہ حضور ﷺ کی شان بن گئی اور کائنات انسانی میں جو کچھ دنیا نہیں جانتی تھی مصطفےٰ ﷺ نے پڑھا دیا۔ علم کی خیرات بانٹی اور اتنی بانٹی کہ اُس قرآن کو پڑھا دیا جس میں خشک وتر کوئی چیز ایسی نہیں اور عرش و فرش سے کائنات اور مبداء علم کا سب سے بڑا خزانہ ہے ۔ جب پڑھانے والا خدا اور پڑھنے والا مصطفےٰ ﷺ ہو تو اُمی کی شان سمجھ میں آ گئی ہے۔ وہ ہی جنہوں نے اعلان کیا کہ ''انا مدینۃ العلم و علی بابھا'' ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے۔'' جبکہ مکہ کیلئے شہر استعمال نہیں کیا بلکہ اُم القریٰ۔ یعنی بستی گاؤں اس لئے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں علم کی بستی نہیں کہا۔ مطلب یہ کہ یہاں پر سب کچھ ملتا ہے جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔

سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ میرے آقا منبر پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں ان بدبختوں کا کیا حشر ہو گا جو میرے علم پر طعنہ کرتے ہیں۔ اشارہ ان منافقین کے لئے تھا جو بند کمرے میں آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ یہ نبی کیسا ہے کہتا ہے دعویٰ کرتا ہے۔ کہ میں ہر ایک قیامت تک آنے

Marfat.com

والے کو جانتا ہوں پہچانتا ہوں۔ ہم منافقین دن رات اُن کے ساتھ رہتے ہیں ہمیں پہچان نہیں سکتے۔ حضور ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر اعلان فرما رہے ہیں میرے علم کی وسعتوں پر طعنہ زنی کرنے والو۔ سنوانی عما شئیتم۔ آج میرا سمندرِ علم جوش میں ہے۔ جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔ لوگ کانپ گئے لرزہ براندام ہو گئے۔ کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سب سہم گئے ڈر گئے اور بیٹھ گئے۔ میرے آقا ﷺ فرماتے رہے پوچھ لو آج جو کچھ پوچھنا ہے۔

جب بار بار آوازیں بلند ہوئیں تو ایک شخص اُٹھا اُس نے سوچا اور تو کوئی سوال کر نہیں رہا۔ میں اپنا ہی مسئلہ حل کرا لوں۔ اُس کو لوگ کہتے تھے کہ وہ حرام زادہ ہے، حلالی نہیں ہے۔ اُس کے بارے میں عام خیال تھا۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے باپ کا نام کیا ہے؟ میرے اصل باپ کا نام کیا ہے؟۔ اب معاملہ تو ایسا ہے یہ تو ایک ایسا علم ہے جو اس کی ماں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تاجدار کائنات ﷺ چونکہ جوش میں تھے۔ فرمایا کہ تیری ماں کا جو شوہر تھا تو اُس کا بیٹا نہیں۔ تیرے باپ کا نام سالم ہے جو شیبہ کا ملازم تھا۔ تو اُس کا نطفہ ہے۔ وہ گھر گیا اُس نے تلوار نکالی۔ اپنی ماں کے سر پر کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ ماں مصطفیٰ ﷺ نے آج تک کوئی غلط بات نہیں کہی۔ آج رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے باپ کا نطفہ نہیں۔ شیبہ کے آزاد کردہ غلام سالم کا بیٹا ہے۔ سچ بتا دے ماں نے کہا بیٹا۔ میرا تلوار سے سر قلم نہ کر۔ تیرے باپ سے اولاد نہیں ہو سکتی تھی۔ اُس نے اُسی سالم سے تجھ کو لیا ہے۔ یہ ہے نبی اُمی۔

Marfat.com

پھر نبی اُمی آقا منبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

"اجز بداء الخلق حتیٰ دمل اهل الجنه مباز الهم و اهل النار مباز لهم۔ حفظ من حفظه۔ وسئی من نسئی۔"

آپ ﷺ نے کائنات کی ابتداء سے لے کر قیامت کے دن تک کے احوال، جنت اور دوزخ کے داخلے تک سب کچھ بیان فرما دیا۔ صحابہ کرام ؓ کہتے ہیں کہ جس کو جتنا یاد رہا یاد رہا اور جو بھول گیا بھول گیا۔ یہ وہ رسول نبی و اُمی ہیں اور اُمی اس لئے فرمایا کہ اس میں سارے حسن اور سارے کمال رب کائنات نے جمع فرما دیئے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔

درود اس پر سلام اس پر

درود ہو اُس نبی الامی رہبرِ اعظم رسول معظم ﷺ پر جو اپنے ہمراہ وہ نسخہ کیمیا لائے جو قلزم حقائق اور مطلع الانوار ہے۔ جو کوثر علوم و معرفت اور مخزن الاسرار ہے۔ جو حقائق رحمانی و معارف ربانی کا گنجینہ اور ہدایت و موعظت کا خزینہ ہے۔ جو خداوند ذوالجلال کا آخری پیغام اور کائنات کا آخری ضابطہ حیات ہے۔ جس پر چل کر قوم مسلم دینی و دنیوی عروج حاصل کر سکتی ہے۔

سلام ہو! آسمان نبوت کے نیر اعظم ﷺ پر جس کی پاک تعلیم نے تاریک قلوب روشن، پھوٹی آنکھیں بینا، بہرے کان شنواء اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کر دیں۔ انسان کو انسان بنایا اور خدا تک پہنچایا۔ سنگلاخ زمینوں پر علم و معرفت کے چشمے بہائے اور ہر تفسیدہ لب کے سامنے جامِ کوثر لے کر خود آگے بڑھا۔

Marfat.com

درود ہو! اس نبی اکرم رسول مکرم سید عالم، نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ جو اللہ عزوجل کے خلیفہ اعظم نائب اکبر اور آخری رسول ہیں اور جن کی ذات ستودہ صفات پر نبوت و رسالت ناز کرتی ہے اور جن کی عظمت و رفعت، شوکت وسطوت، جبروت وجلال کا خطبہ رب العالمین پڑھتے ہیں۔

سلام ہو! اس نبی محترم ﷺ پر جو رحمۃ للعالمین ہے۔ کوثر کا ساقی، جنت کا قاسم، مملکت خداوندی کا مالک، غریبوں، مفلسوں کا مددگار، یتیموں اور بیکسوں کا والی اور بے سہاروں کا سہارا ہے۔ جس نے ڈوبتی کشتیاں ترائیں، ہلتی نیویں جمائیں، روتی آنکھیں ہنسائی ہیں۔ جو انسانیت کا غمگسار اور ان کے حقوق کا محافظ و نگہبان ہے۔ مختصر یہ کہ وہ اللہ کا محبوب اور ساری مخلوق کا مخدوم ہے۔

میرے امی لقب آقا تیری عظمت کا کیا کہنا
ملائک تیرے درباں ہیں تیری شوکت کا کیا کہنا

❀❀❀❀

Marfat.com

باب ہفتم

دعوتِ اسلامی کے پہلے سالانہ جلسہ سے

غزالیِ دوراں جناب سیّد احمد سعید کاظمیؒ کا خطاب دلنواز

دعوتِ اسلامی کے سالانہ روح پرور اجتماع میں بلا مبالغہ لاکھوں افراد شریک ہوتے ہیں۔ دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ کھنچے کھنچے چلے آتے ہیں۔ ان کی دیوانگی والہانہ پن وارفتگی دیکھنے والوں کے دلوں پر بھی پوری شدت کے ساتھ اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کے پہلے سالانہ اجتماع میں امامِ اہلسنت حضرت غزالیِ دوراں کا خطاب ماہنامہ ''السعید'' میں چھپا۔ یہ خطاب غالباً پہلی بار تحریری شکل میں پیش کیا گیا۔ تقریر سے تحریر کے قالب ڈھالنے کی سعادت دخترم آنسہ عظمیٰ اخلاق نے حاصل کی ہے۔ عظمیٰ اخلاق اسلامیہ یونیورسٹی میں ایم فل فائنل ایئر اسلامیات کی طالبہ ہیں۔

حضور امام اہلسنت غزالیِ دوراں نے دعوتِ اسلامی کے پہلے سالانہ اجتماع سے خطاب کے دوران جن دعاؤں سے نوازا ہے اور جن توقعات کا اظہار فرمایا ہے وہ حرف بحرف پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہیں۔ حدیث مبارکہ

Marfat.com

میں ایسے مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔

خطاب

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ و نستغفرہ و نومن بہ نتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ط واشھد اَنَّ لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد اَنَّ سیدنا و نبینا و حبیبنا و کریمنا ورؤفنا ورحمینا ومولٰنا، وملجانا و ماوٰنا محمدا عبدہ و رسولہ۔

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ، ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ٥(آل عمران) صدق اللہ مولٰنا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین و ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین۔ اِنَّ اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی، یا ایھالذین امنوا اصلوا علیہ و سلموا تسلیما۔

اللھم صلی علی سیدنا ومولٰنا محمد وعلی ال سیدنا ومولٰنا محمد وبارک وسلم علیہ۔

محترم حضرات علمائے اہل سنت، مشائخ کرام اور میرے ہزاروں سنی بھائی تشریف فرما ہیں۔ میرے لیے انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ دعوتِ اسلامی کے بلانے پر اسلامی دعوت پر آپ حضرات نے لبیک کہا اور یہ کثیر

Marfat.com

اجتماع اس وقت میرے سامنے روح پرور منظر ہے اور مولانا محمد الیاس قادری صاحب کو میں مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان تمام لوگوں کو جنہوں نے ان کے ساتھ سعیِ جمیل کی اور ان تمام احباب کو جنہوں نے ان کے ساتھ تعاون فرمایا اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ الہ العالمین اس نیک مقصد میں ان کو بہت اعلیٰ کامیابی عطا فرمائے۔ یہ اجتماع جو پہلے سال آپ دیکھ رہے ہیں ان شاء اللہ آئندہ سال اس سے بہت اعلےٰ منظر آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوگا اور اگر یہ کام اسی نوعیت سے جاری رہا اور سنیوں نے کوئی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کی اور یہ جذبہ عروج پر رہا تو انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں کہ سارے ملک میں دعوتِ اسلامی کا یہی منظر سنیوں کے نگاہوں کے سامنے ہوگا بلکہ پاکستان سے باہر بھی اس دعوتِ اسلامی کے انوار چمکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ مَیں اس دعوت اسلامی کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، نہایت اختصار اور بڑی جامعیت کے ساتھ۔ بات یہ ہے کہ دعوتِ اسلامی آپ سمجھتے ہیں کہ اسلام جس کی دعوت کا نام ہم اپنی زبانوں سے لے رہے ہیں وہ اسلام کیا ہے؟ لغت میں اسلام کے معنی ہیں ''اطاعت میں گردن رکھ دینا''، ''سر جھکا دینا'' اور ''وقت آئے تو سر کٹا دینا'' یہ کیا ہے؟ یہ اسلام کا مفہوم ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گردن کہاں جھکانا، کس کے سامنے جھکانا اور کس کے نام پر سرکٹانا۔ اسلام کے معنی تو گردن جھکانے کے ہے۔ اسلام کے معنی تو اطاعت میں سرخم کرنا۔ یہ اسلام کے معنی ہیں۔ مگر کس کی اطاعت میں؟ تو مَیں عرض کروں اسلام کے معنی ہیں اپنے خالقِ حقیقی، معبودِ برحق، ربِ کائنات

Marfat.com

اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ کی اطاعت میں سر کو جھکانا اور اللہ کے نام کی سر بلندی کے لیے اور اس کی محبت کے جذبات میں وارفتہ ہو کر اللہ کے لیے سر جھکانا اور اللہ کے لیے سر کٹانا، یہ ہے اسلام کا مفہوم اور یہی دعوتِ اسلامی کی دعوت کا مفہوم ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت میں سر جھکانا یہ تو اسلام ضرور ہے مگر اللہ کی اطاعت کا راستہ کیا ہے؟ اللہ کی اطاعت کیسے ہو گی؟ اطاعت یا تو قول کی ہوتی ہے یا فعل کی ہوتی ہے۔ اللہ کا قول اور اللہ کا فعل بلا واسطہ ہم تک نہیں پہنچا، نہ پہنچ سکتا ہے۔ ہمیشہ اطاعت یا قول کی ہو گی یا فعل کی ہو گی۔ اللہ کی اطاعت تبھی ہو گی جب ہم اللہ کے فرمان کی اطاعت کریں گے۔ اللہ کے قول کی اطاعت کریں، اللہ کے قول کے سامنے سر جھکائیں اور اللہ تبارک تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کے ارشادات کو تسلیم کریں۔ اس کے بغیر اللہ کی اطاعت ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ اللہ کا قول، اللہ کا ارشاد، اللہ کا فرمان اللہ کا حکم ہمیں کیسے مل سکتا ہے، جب ہم اللہ کو دیکھ نہیں سکتے اور اللہ کا کلام بلا واسطہ ہم سن نہیں سکتے تو اب کیسے ہم اللہ کی اطاعت کریں گے اور کیسے اس کا حکم ہم تک پہنچے گا تو میں اس مختصر بات کو آپ کے سامنے بہت وضاحت کے ساتھ پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اور اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام سننا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو گا؟ اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک پہنچے ہیں اور نبوت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ پر ختم ہو گیا اور یوں کہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیائے کرام علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا فرمایا اور ان کو جو کچھ کمالات علمیہ اور جو کچھ کمالات عملیہ عطا فرمائے یا جو آسمانی تعلیمات اللہ نے ان تمام انبیاء کو عطا فرمائیں ان سب کا لب لباب ان سب کا خلاصہ، ان سب کی روح اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی۔ تو میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اطاعت ہوتی ہے قول کی امر وحکم کی اور ارشاد کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول اس کے امر وحکم اور اس کے ارشاد کو ہم بلا واسطہ پا نہیں سکتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ قانون مقرر کیا کہ

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

میرے بندو تمہیں نہیں معلوم میں کس بات میں راضی ہوں لیکن یہ سمجھ لو تم نے اگر مجھے نہیں دیکھا تم اگر مجھ تک اپنے ادراک، اپنے عقل وحواس، اپنے شعور کے ساتھ اگر تم مجھ تک نہیں پہنچے تو رسولوں کو تو تم نے دیکھا، رسولوں کی بارگاہ تک تمہاری رسائی ہوگئی تو سمجھ لو کہ میری خوشی، میری رضا اور میرے حکم کا معیار میرے رسول کی خوشنودی ہے، میرے رسول کی رضا ہے۔ جو میرا رسول تمہیں حکم دے گا سمجھ لو وہ رسول کی بات نہیں ہے وہ میری بات ہے۔ رسول کا ارشاد میرا ارشاد ہے، تو یہ اعلان فرمادیا۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

پس جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

تو پتہ چلا کہ اب معیار اور مدار ذات رسول ﷺ ہے۔ اسی کا قول ہمارے لئے حجت ہے اور رسول ﷺ ہی کی بات ہمارے لئے اصل حقیقت

Marfat.com

اور دین کا بنیادی نکتہ ہے۔ اگر رسول ﷺ کی ذات کو پیچھے ہٹا دیا جائے تو دین کا کوئی تصور قائم نہیں ہوسکتا۔ ایک بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس ذات مقدسہ کو دین کا بنیادی نکتہ قرآن نے قرار دیا اور قرآن نے کہا:

ما اتا کم الرسول فخذوہ و مانھا کم عنه فا نتھوا۔

اور جس ذات رسولؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطا ع اللہ

اور ایک عام قانون بیان فرمایا:

وما ارسلنا من رسول الا الیطا ع باذن اللہ

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اذن اللہ سے اس کی اطاعت کی جائے۔

تو پتہ چلا کہ خدا کی بارگاہ میں سر جھکانا اور خدا کے لئے گردن جھکانا اور اسلام کی حقیقت اور روح کو پانا تب ہوسکتا ہے کہ جب رسول ﷺ کے حکم کے سامنے گردن کو جھکا دو اور رسول ﷺ کا حکم مان لو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بار بار فرمایا:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنه

رسول کی ذات میں تمہارے لئے نمونہ ہے۔

اور قرآن کریم نے اس لئے فرمایا:

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ

میرا رسول تو اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں وہ تو وہی فرماتا ہے جو اللہ

Marfat.com

کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔

لٰہذا رسول ﷺ کا فرمانا وحی الٰہی، رسول ﷺ کا کہنا اللہ کا فرمان، رسول ﷺ کا حکم اللہ کا حکم، رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت۔ تو سارا بنیادی نکتہ ذات رسول ﷺ ہے اور رسول ﷺ کو اگر درمیان سے الگ کر دیا جائے تو دین کا تصور ہی قائم نہیں ہو سکتا۔ ہمارے نزدیک ذات رسول ﷺ دین کا بنیادی نقطہ ہے۔ آپ کہیں گے کہ دین کی بنیاد تو توحید ہے۔ ارے خدا کے بندو مجھے یہ تو بتاؤ تمہیں توحید کا درس کہاں سے ملا؟ آپ کہیں گے کہ ہم نے اپنی عقل سے جانا اگر عقل پر مدار ہوتا تو دنیا کے سارے عقلاء خدا کی توحید کے قائل ہوتے جتنے زیادہ عقل کے وہ دعوے دار تھے اسی قدر وہ گمراہ تھے۔ بڑے بڑے عقلاء نے خدا کی ہستی کا انکار کر دیا۔ بڑے بڑے حکماء نے خدا کی ذات وصفات کے متعلق گمراہی کی راہوں کو اختیار کیا۔ کوئی اللہ کی ذات کا منکر ہے کوئی صفات کا منکر ہے۔ کوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام، کوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کا منکر ہے۔ تو پتہ چلا کہ خالی عقل معیار نہیں ہے عقل تو اس لئے دی ہے کہ جو چیزیں تمہاری عقل میں آئیں اس کو فرمان نبوت کے معیار پر پرکھ لو۔ حواس جہاں تک پہنچیں گے حواس کے ذریعے علم ہوگا جہاں حواس نہ پہنچے عقل کے ذریعے ادراک ہوگا اور جہاں عقل نہ پہنچے اس کا پتہ زبان نبوت کے بغیر نہیں چل سکتا۔ حواس کا ادراک وعقل کا ادراک اس کا معیار زبان نبوت ہے اگر زبان نبوت کے معیار پر وہ چیز صحیح ہے تو اس کو تسلیم کر لو اور اگر زبان نبوت کے معیار نبوت پر وہ بات صحیح نہیں تو اس کو پھینک دو

Marfat.com

اس کو دور کر دو اس کو دیوار پر مار دو تو دین کا بنیادی نکتہ ذاتِ رسول ﷺ ہے۔ اب ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں توحید کا درس بھی زبانِ نبوت سے ملا، توحید کا سبق زبانِ رسالت نے دیا۔ ہر رسول اللہ کی توحید کا اعلان کرتا آیا ہے اور ہر رسول نے خدا کی توحید کو ہمارے آگے رکھا۔ تو میرے عزیزو اور میرے دوستو اگر فقط توحید دین کا بنیادی نکتہ ہوتا تو شیطان سب سے بڑا دین دار ہوتا کیونکہ توحید کا اس نے بھی انکار نہیں کیا لیکن چونکہ اس نے شانِ نبوت کو نہیں مانا اس لئے وہ رجیم ہوا، وہ ملعون ہوا وہ مردود ہوا تو میں یہ جانتا ہوں کہ توحید کا وہ تصور، توحید کا وہ سبق، توحید کا درس جو نبوت کی زبان سے ہم کو ملا ہے وہی اس دین کی بنیاد ہے۔ وہی توحید ہے وہی ایمان کا بنیادی نکتہ ہے تو میں یہ کہنا چاہتا تھا ہم نے توحید کو نبوت کی زبان سے پایا۔ توحید کا عقیدہ ہمیں رسولوں نے سکھایا تو جب رسول ﷺ کی ذات معیار ہوئی تو اب اس ذات میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو آپ مجھے بتائیں کہ معیار کو کیسے معیار تسلیم کیا جائے۔ اس لئے میں کہوں گا کہ جب رسول ﷺ کی ذات دین کا معیار ہے تو رسول ﷺ کا فعل غلطی سے پاک، رسول ﷺ کا قول غلطی سے پاک، رسول ﷺ معصوم، رسول ﷺ ہر اس عیب سے پاک کہ جس کی بنیاد پر اس کے معیارِ نبوت معیارِ رسالت اور معیارِ دین ہونے پر حرف آتا ہو۔ ہر عیب سے نبی پاک ہوتا ہے اور جب تک نبی کی ذات کے بارے میں علمی و عملی کمالات کا ارتکاز نہ مانیں ہمارے لئے دین کا معیار قائم نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ نے فرمایا:

Marfat.com

قل ان کنتم تحبون اللہ

میرے بندو اگر تم خدا کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور اللہ کی محبت کا دعویٰ تو فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ اللہ جل جلالہ کی مخلوق ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام حقائق کائنات کے کمالات کو سمیٹ کر انسان میں رکھا اور انسان کو اپنی صفات الوہیت کا آئینہ بنایا۔ اپنے جمال الوہیت کا نقشہ بنایا اور کمال الوہیت اور جمال الوہیت کے جلوے انسان کی ذات میں جمع کر دیئے۔ یہ فرع ہے وہ اصل۔ یہ عبد ہے وہ معبود ہے۔ یہ مخلوق ہے وہ خالق ہے۔ یہ مصنوع ہے وہ صانع (بنانے والا) ہے۔ صانع کا جلوہ مصنوع میں نظر آتا ہے۔ خالق کا جلوہ مخلوق میں نظر آتا ہے اور جمال معبود عبد میں نظر آتا ہے۔ اس لئے فرع ہونے کے اعتبار سے طبعاً وہ نفسیاتی طور پر اس کے دل میں خدا کی محبت ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہیں میری محبت ہے تو اس کا ایک ہی ثبوت ہے اُس محبت کا جو ثبوت اور اس دعوے کی جو دلیل ہے وہ فقط ایک ہے وہ کیا ہے۔

فاتبعونی

جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو۔

اور رسول ﷺ کے پیچھے چلو، وہ جو کہیں، وہ دین ہے جو وہ کر کے دکھا دیں وہ دین ہے۔ اسلام کی بنیاد مصطفیٰ ﷺ ہے وہ جو کہہ دیں وہ دین ہے۔ وہ جو کر دیں وہ دین ہے۔ حضور ﷺ کی اداؤں کا نام دین ہے۔ حضور ﷺ کی مقدس حرکات، حضور ﷺ کی نورانی سکنات، خدا کی قسم اگر وہ

Marfat.com

فرمائیں تو ان کا فرمانا اور ان کا کہنا دین ہے۔ اگر وہ کر کے دکھائیں تو ان کا کرنا دین ہے اور اگر وہ چپ ہو جائیں تو چپ رہنا بھی دین ہے۔ وہ دین کی اصل ہیں دین کی بنیاد ہیں اسی لئے جس دل میں عظمت رسول ﷺ نہیں جس دل میں رسول ﷺ کی حیثیت قائم نہیں ہوئی اس میں دین کا بنیادی نکتہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اب وہ نمازیں پڑھتا رہے، وہ سجدے کرتا رہے، اپنی شکل و صورت بناتا رہے۔ کوئی فائدہ نہیں، وہ فائدہ تب ہوتا ہے جب دین کے بنیادی نکتے کو قبول کرلیا جائے اور دین کا بنیادی نکتہ یہ کہ ذاتِ رسول ﷺ کو گناہوں سے پاک مانو۔ ذاتِ رسول ﷺ کو معصوم تسلیم کرو۔ یہ مت کہو کہ ان سے فلاں موقع پر خطا ہوئی۔ زید بن ارقم کے معاملے میں رسول ﷺ سے غلطی ہوگئی۔ فلاں مقدمے میں رسول ﷺ سے خطا ہوگئی۔ خدا کی قسم رسول ﷺ تو معیار ہے حق کا اور قرآن نے اعلان فرمایا:

فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم۔

میرے محبوب تیرے رب کی قسم حالانکہ خود ہی تو رب ہے خود ہی فرما رہا ہے۔ انداز کلام دیکھئے، انداز بیان دیکھئے۔ **فلا وربک** میرے پیارے تیرے رب کی قسم **لا یومنون** یہ کبھی مومن ہو ہی نہیں سکتے **حتی یحکموک فیما شجر بینهم** یہاں تک کہ اپنے ہر اشتراک میں تجھے اپنا حاکم اور حکم تسلیم نہ کریں۔ میرے پیارے وہ مومن نہیں ہو سکتے۔ پھر فقط حاکم تسلیم کر لینے سے حکم مان لینے سے مومن نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد ایک اور بات ہے **حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدو فی انفسهم**

Marfat.com

حرجا مما قضیت کہ اے میرے محبوب تجھے اپنا حاکم مانے اور پھر تو جو بھی فیصلہ کردے مما میں ما عام ہے، میرے محبوب جب تک تیرے ہر فیصلے کو وہ دل و جان سے تسلیم نہ کرلیں اور نہ تو دل میں تنگی پائیں اور نہ ہی زبان سے انکار کریں، دل میں بغیر تنگی کے دل سے مان لیں اور زبان سے بھی اقرار کرلیں۔ جب تک تیرے ہر فیصلے کو وہ تسلیم نہ کریں تو خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے۔ مما قضیت میں ما کے عموم پر نظر ڈالیے تو پتہ چلتا ہے کہ رسول ﷺ کا کوئی فیصلہ ایسا نہیں جس کو رد کر کے کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ کسی فیصلے پر حرف گیری کرے پھر مسلمان رہے یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک رسول ﷺ کے ہر فیصلے کو دل و جان سے نہ مانے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلا وربک لا یومنون۔ •

تیرے رب کی قسم وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ اللہ میرے پیارے دوستو اور محترم عزیزو جن کی حاکیت اور جن کے حکم ہونے کو تسلیم کرنا اور جن کے ہر فیصلے کو ماننا ایمان کی بنیاد ہے تو آپ بتائیں کہ اگر ان کی ذات مقدسہ کو الگ کردیا جائے تو ایمان کہاں ہوگا؟ اسلام کہاں ہوگا؟ پھر نماز کیسی، روزہ کیسا، حج کیسا اور زکوٰۃ کیسی۔ سب کی بنیاد تو ذاتِ پاک رسول ﷺ ہے۔ دعوتِ اسلامی کی تعلیم کا اور اس کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک اپنے دل میں تم ذاتِ رسول ﷺ کو اس معیار کے مطابق قائم نہیں کرو گے جو اللہ نے ان کا معیار مقرر کیا ہے۔ اگر تم انہیں اپنے جیسا بشر سمجھتے رہو، اگر تم یہ کہتے رہو کہ وہ تو ہمارے ہی جیسے بشر ہیں اگر تم کہتے رہو اور نبی کریم ﷺ کی ذات

Marfat.com

اقدس کو اپنے جیسا تصور کر کے وہ تمام عیوب نقائص خامیاں، خرابیاں جو تمہارے اندر پائی جاتی ہیں وہ نبی علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے رہو۔

قل انما انا بشر مثلکم قرآن نے کہا وہ تو ہماری ہی مثل بشر ہیں۔ تو میرے دوستو اگر یہ تم کہتے رہو تو خدا کی قسم نہ تمہارے اندر ایمان ہوگا نہ تمہارے اندر اسلام ہوگا۔ نہ تمہاری کوئی عبادت ہوگی اور نہ تمہاری کوئی نیکی ہوگی۔ سب چیزیں موقوف ہیں۔ ذاتِ رسول علیہ السلام کی عظمت و احترام پر۔ اس کے معیار حق ہونے پر۔ اب آپ کہیں گے کہ قل انما انا بشر مثلکم آخر قرآن کی آیت ہے تو وہ کیا غلط کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں وہ قرآن ہے۔ اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کا کلام حق ہے، قرآن حق ہے۔ مگر قرآن کے معنی بھی سمجھ لو۔ قل انما انا بشر مثلکم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جس طرح تمہارے اندر بشریت کے عیب ہیں حضور کے اندر بھی بشریت کے عیب ہیں۔ وہ ہر لحاظ سے تم جیسا ہے۔ میرے دوستو اس آیت کے معنی یہ نہیں ہیں۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو پہلے تشریف لاتے رہے لوگوں نے ان کے جانے کے بعد ان کی الوہیت کا اعتقاد پیدا کرلیا۔ ان کی پوجا کی ان کی عبادت کی، ان کو معبود مانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے بعض انبیاء سے وہ سوالات کیے وہ مطالبات کیے جو اللہ سے کیے جاتے ہیں۔ بلکہ خود رسول علیہ السلام سے بھی ایسے سوالات کیے گئے جو اللہ سے کرنے چاہئیں۔ مثلاً مشرکین عرب نے آپؐ سے سوال کیا کہ آپؐ آسمان پر چڑھ جائیں اور اس پر چڑھ کر وہاں سے ہمارے لئے کتاب نازل کریں۔ وہ

Marfat.com

کتاب ایسی ہو کہ آپؐ اسے نازل کریں اور ہم اسے پڑھیں۔ اللہ اکبر اب آپؐ سے پوچھتا ہوں کہ کتاب کا نازل کرنا یہ رسول کا کام ہے یا اللہ کا کام ہے۔ ارے کتاب کا نازل کرنا تو اللہ کا کام ہے۔ **تنزیل من رب العلمین** تو رسول سے وہ مطالبہ کیا جو خدا سے کرنا چاہیے تھا۔ رسول ﷺ سے وہ بات طلب کی جو خود خدا سے کرنی چاہیے۔ گویا انہوں نے رسول ﷺ کی الوہیت کو رسالت کے لئے لازم قرار دیا۔ گویا ان کا مفہوم یہ تھا کہ جو اللہ جیسے کام نہ کر سکے وہ رسول ﷺ نہیں ہو سکتا، تو الوہیت اور رسالت میں انہوں نے کوئی فرق نہیں رکھا۔ اللہ نے فرمایا:

قل انما انا بشر مثلکم

میرے محبوب فرما دیجئے کہ میں الوہیت کا مدعی ہو کر نہیں آیا۔ معبود نہ ہونے میں میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ جیسے تمہارا معبود ہونا محال ہے ویسے میرا بھی معبود ہونا محال ہے۔ تو فقط معبود نہ ہونے میں یہ مماثلت ہے۔ ورنہ یہ نہیں کہ جیسے تمہارے اندر عیب ہیں ویسے رسول ﷺ کے اندر بھی عیب ہوں۔ قرآن نے تو یہ صاف صاف فرما دیا اور یہ بتا دیا کہ میرے محبوب کی اطاعت تم پر فرض ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی

اللہ کی محبت کے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ تم ان کی ہر بات کو مانو، ہر قول کو مانو، ہر حکم کو مانو۔ اگر وہ ہماری طرح خطا کار ہوں ہمارے جیسے عیوب ان کے اندر ہوں تو جس طرح ہماری کوئی بات دلیل نہیں ہو سکتی۔ رسول ﷺ

Marfat.com

کی بھی کوئی بات دلیل نہ ہوگی۔ رسول ﷺ کی ہر بات دلیل ہے۔ معلوم ہوا کہ ہم سے غلط کاری ممکن ہے لیکن رسول ﷺ سے غلط کاری نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بات حجت نہیں، ہماری بات دلیل نہیں، رسول ﷺ کی ہر بات حجت ہے۔ رسول ﷺ کہیں تو دلیل، رسول ﷺ کریں تو دلیل، رسول ﷺ کچھ نہ کہیں اور خاموش رہیں تو خدا کی قسم ان کا خاموش رہنا بھی دلیل۔ اس لیے رسول ﷺ کے بارے میں قرآن کی آیت پڑھ کر غلط معنی کرنا کہ وہ ہمارے جیسے ہیں، عیب دار بشر ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ ارے اگر یہی بات یہ تو مجھے بتاؤ کہ قرآن کریم نے تو یہ حکم دیا کہ کہہ دو میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ اگر اس کے یہی معنی ہیں تو حضور ﷺ کو کیا کہنا چاہیے تھا۔ حضور ﷺ کو یہ فرمانا چاہیے تھا کہ لوگو میں تو تمہارے ہی جیسا بشر ہوں، تمہارے جیسی غلطیاں مجھ سے ہو سکتی ہیں۔ تم جیسی لغزشیں مجھ سے صادر ہو سکتی ہیں، تم جیسے عیوب میرے اندر بھی ہو سکتے ہیں، میں تو تمہارے جیسا ہوں مگر نہیں قرآن کریم نے فرمایا کہہ دو میں تم جیسا بشر ہوں لیکن اے زبان رسالت تجھ پر کروڑوں سلام بخاری اور مسلم کی احادیث میں ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا کہ اے میرے آقا ﷺ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں ہمیں بھی اجازت ہونی چاہیے۔ صوم وصال کیا ہے؟ مسلسل روزہ ستر ستر دن تک بغیر کھائے پیئے، مسلسل روزہ۔ بعض صحابہؓ نے رکھا صوم وصال، بے ہوش ہو کر گر پڑے، حضور ﷺ نے فرمایا ان کا کیا حال ہے عرض کیا گیا، انہوں نے صوم وصال رکھا اس لیے بے ہوش ہو پڑے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ارے میں

Marfat.com

اپنے رب کے پاس رہتا ہوں وہ مجھے روحانی غذا دیتا ہے، وہ مجھ کو روحانی تقویت پہنچاتا ہے۔تم میں کون میری مثل ہوسکتا ہے۔فرمایا: لست کاحد منکم۔لست مثلکم ارے میں تمہاری مثل نہیں ہوں ۔ میں تم سے کسی کی مثل نہیں ہوں، تو حضور ﷺ کو تو فرمانا چاہیے تھا میں تو تمہاری مثل ہوں، کیونکہ قرآن کہتا ہے:

قل انما انا بشر مثلکم

لیکن نہیں حضور ﷺ نے فرمایا: لست کا حد منکم، ولست کھئیتکم، لست مثلکم میں تمہاری مثل نہیں، میں تمہاری طرح نہیں میں تمہارے جیسا نہیں۔تو پتہ چلا کہ میرے آقا ﷺ ہماری مثل ہیں تو معبود نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں۔ ہمارا بھی معبود ہونا محال ہے ان کا معبود ہونا محال ہے اور بشریت کے امور میں خدا کی قسم وہ ہماری مثل نہیں ہم ان کی مثل نہیں اور نہ ان کے کھانے میں، نہ ان کے پینے میں، نہ چلنے میں، نہ پھرنے میں، نہ سونے میں، نہ جاگنے میں، میں آپ کو سچ کہتا ہوں کہ میرے آقا ﷺ کا سونا بھی تمہاری مثل نہیں ہوسکتا۔آپ ذرا دیر سو جائیں آپ کی نیند ناقص وضو میرے آقا ﷺ چوبیں گھنٹے سوتے رہیں آپ ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ کیوں؟ کہ میرے آقا ﷺ بشریت میں ہماری مثل نہیں ہیں اور میں تو ایک بات یہ کہنا چاہتا ہوں، دوستو اس بات پر ذرا غور کرو سمجھو لوگ تو حضور ﷺ کو اپنی مثل کہتے ہیں لیکن میرے دوستو اور عزیزو ہر پیدا ہونے والے کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔حضور ﷺ نے جب یہ فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے عرض

Marfat.com

کیا کہ میرے آقا قرین من الجن، وہ ہمزاد وہ شیطان ہر ایک کے ساتھ پیدا ہوتا ہے کیا سرکار ﷺ وہ آپ کے ساتھ بھی پیدا ہوا تو حضور ﷺ نے کیا جواب دیا؟ وہ جواب حضور ﷺ کا ایک معیار ہے۔ حق کا آپؐ نے فرمایا: اے عائشہؓ ہاں وہ میرے ساتھ بھی پیدا ہوا مگر مسلمان ہو گیا اور وہ خیر کے سوا مجھے کوئی مشورہ ہی نہیں دیتا۔ محدثین نے اس کو اس طرح ضبط کیا ''ولکن اسلم'' میں اس سے بالکل صحیح سالم ہوں۔ مجھے وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نقصان کیوں نہیں پہنچا سکتا کیوں کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کوئی جن ہو کوئی انسان ہو اگر حضور ﷺ کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہو جائے حضور ﷺ کے زمانے میں مسلمان ہو جائے اور مسلمان ہو کر وہ حضور ﷺ کے ساتھ ہو ان کو دیکھے ایمان سے کہنا وہ صحابی ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اب یہ بتاؤ تم صحابیؓ ہو سکتے ہو تم صحابی کی مثل ہو سکتے ہو۔ ارے تم تو میرے رسول ﷺ کے ساتھ پیدا ہونے والے شیطان کی مثل نہیں ہو سکتے تو خود رسول کریم ﷺ کی مثل کیسے ہو سکتے ہو۔ بخاری کے الفاظ ہیں تمام میدان محشر کے لوگ میرے آقا ﷺ کی حمد کریں گے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ میرے آقا ﷺ کی محمدیت پر ایمان رکھنے والو، سمجھ لو کہ جو میرے آقا ﷺ کو غلطیوں اور کمزوریوں سے متصل مانتا ہے۔ وہ میرے آقا ﷺ کی محمدیت کو تسلیم نہیں کرتا میرے پیارے دوستو خوب سمجھ لو کہ جو حضرت محمد ﷺ کے علمی اور عملی کمالات کا انکار کرتا ہے نہ وہ حضور ﷺ کی محمدیت کا قائل ہے اور نہ وہ ان کی رسالت کا قائل ہے۔ اس لیے دعوتِ اسلامی کے پیغام کا خلاصہ یہ کہ تم سب

Marfat.com

سے پہلے حضور ﷺ کو اس شان کے ساتھ مانو جس شان سے اللہ نے ان کو بھیجا۔ ہم حضور ﷺ کو خدا نہیں کہتے ہم حضور ﷺ کو الہ نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک حضور ﷺ الہ کے شریک نہیں ہیں، اللہ کے بیٹے نہیں ہیں، اللہ نہیں ہیں۔ وہ اللہ کے شریک نہیں ہیں مگر خدا کی قسم وہ اللہ کے نبی ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں اور واللہ باللہ رسول اللہ کے شریک نہیں ہیں۔ مگر وہ اللہ کے حبیب ہیں شریک کی بات ٹھکرا دی جاتی ہے۔ حبیبوں کی بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضور ﷺ تو اللہ کے نبی ہیں۔

تو میرے دوستو اور عزیزو میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع فقط یہ نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ بھائی اتباع تو کرلیں اس کا مطلب یہ کہ ہماری داڑھیاں شریعت کے مطابق ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوں اور تمہاری نمازیں بہت لمبی ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ لمبی ہوں۔ وہ واقعہ سنانے کا موقع نہیں ہے وقت زیادہ ہو جائے گا بس بہر حال لوگوں کا نظریہ ایسا ہے۔ لیکن میرے دوستو میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں سنت کے مطابق نماز پڑھنا کب ہوگا۔ جب ہوگا کہ جب صاحب سنت رسول معظم ﷺ کی عظمت و محبت تمارے دل میں ہوگی۔ تب سنت کے مطابق تمہارا نماز پڑھنا صحیح قرار پائے گا اور وہ اتباع رسول ہوگی۔ اتباع کے معنی نقالی نہیں ہیں۔ کوئی اگر کسی کی نقل کرلے تو وہ اس کا متبع نہیں ہوا کرتا۔ کئی نقالوں کو دیکھا ہوگا کبھی کسی نواب کی نقل اُتار رہے ہیں، کبھی کسی شاعر کی نقل اُتار رہے ہیں اور کبھی کسی صانع کی نقل اُتار رہے ہیں۔ نقال نقل اُتارتے ہیں مگر بتانا کہ کیا وہ نقال ان

Marfat.com

کے متبع ہیں؟ نہیں، نقل اُتارنا اور چیز ہے اور اتباع اور چیز ہے۔ نقل اور اتباع کا فرق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ نقل کے معنی تو یہ ہیں کہ کوئی ہنس رہا ہے آپ نے ہنس کر اس کی نقل اُتار دی، کوئی رو رہا ہے آپ نے بھی نقل اُتار کر رونے کا منہ بنالیا، یہ نقل ہے مگر اتباع کے کیا معنی ہیں اتباع کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ کے نزدیک کوئی محبوب ہے کوئی معظم ہے کوئی قابل اطاعت اور قابل احترام ہے تو اس کی محبت کے رنگ میں آپ رنگ جائیں، اس کی محبت کے سانچے میں آپ ڈھل جائیں۔ اس کی محبت کا تقاضا آپ کو مجبور کر دے کہ اپنے محبوب کی ادا کے سانچے میں تم ڈھل جاؤ۔ اپنے محبوب کی ادا کے رنگ میں تم رنگ جاؤ، تو جب تک وہ تقاضائے محبت کسی کی ادا کو اپنے اندر پیدا نہ کر لے اس وقت تک اتباع نہیں ہوتی۔ ارے اتباعؑ کے لئے محبت بنیادی نکتہ ہے۔ مگر محبت کے بغیر کوئی کام اگر کرو گے تو وہ نقالی ہوگی اور اگر محبت کے تقاضے سے مجبور ہو کر اس کی طرح کا کام کرو گے تو اتباع ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے محبوب کی نقلیں اُتارو، تم میرے محبوب کی نقلیں اُتارتے رہو۔ ارے وہ نقلیں اُتارنے والے بھی تھے وہ کون تھے؟ وہ منافقین تھے۔ وہ کلمہ بھی پڑھتے تھے، وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے، مسجد میں آ کر نماز پڑھتے تھے، لیکن خدا کی قسم وہ رسول ﷺ کی اتباع کرنے والے نہ تھے۔ کیوں؟ اس لئے نہ تھے کیونکہ وہ تو صرف حضور ﷺ کی اداؤں کی نقل کرتے تھے وہ محبت رسول سے خالی تھے۔ ہاں صحابہ کرام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ، اہل بیت صحابہؓ یہ حضور ﷺ کے متبعین

Marfat.com

تھے۔ کیونکہ انہوں نے محض حضور ﷺ کے کاموں کی نقل نہیں بلکہ حضور ﷺ کی محبت نے انہیں مجبور کیا کہ جو کچھ محبوب ﷺ نے کیا وہ ہم کریں تو جس کو محبوب ﷺ کی محبت مجبور کردے اور محبت کی تقاضے سے مجبور ہو کر وہ محبوب ﷺ کا سا کام کرنے لگے اس کے کرنے کا نام اتباع ہے اور اگر محبت کے بغیر کوئی کسی کا کام نقل کرتا ہے تو میرے دوستو وہ نقالی تو ضرور ہے مگر اتباع نہیں اور یہ فرق دلیل سے ثابت ہے کیونکہ میں نے آپ کو بتا دیا کہ منافقین بھی حضور ﷺ کی ظاہری سنتوں پر عمل کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ بھی حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے تھے۔ منافقین منافقین ہیں متبعین حضور ﷺ نہیں ہیں اور صحابہؓ اور اہل بیت اصحابؓ یہ سب متبعین رسول ہیں۔ فرق کیا ہے کہ وہ فقط نقل اُتارتے تھے اور یہ حضرات محبت کے جذبے سے متاثر ہو کر حُبّ رسول ﷺ میں مستغرق ہو کر حضور ﷺ کی اداؤں کے سانچے میں ڈھل جاتے تھے۔ تو کسی کے کہنے کے مطابق عمل کرنا جو محبت کی بنیاد پر ہو اس عمل کو اتباع کہیں گے اور جہاں محبت کا کوئی تصور نہ ہو تو میرے دوستو وہاں اتباع نہیں ہوتی۔ شاید آپ یہ کہیں گے کہ محبت تو دل میں ہوتی ہے ہمیں کیا پتہ کہ کسی کے دل میں محبت ہے یا نہیں تو اس کا ایک معیار آپ کو بتا دوں۔ میں کیا بتا دوں؟ اے زبانِ رسالت تجھ پر کروڑوں درود وسلام ہوں، میرے آقا ﷺ پر یہ سب حقیقتیں پہلے سے عیاں تھیں۔ سرکار ﷺ نے پہلے بیان فرما دیا ابو داؤد شریف کی حدیث ہے یہ معیار حق ہے اور یہ نقل اور اتباع میں فرق کرنے والی حدیث ہے تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کہاں نقالی ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ چل

Marfat.com

جائے کہ اتباع حقیقتاً کہاں ہو رہی ہے۔ ارے محبت کے بغیر کوئی حضور ﷺ کے کاموں پر عمل کرے وہ نقال ہے اور جو محبت کی بنیادوں پر حضور ﷺ کے کاموں پر عمل کرے وہ حضور ﷺ کا متبع ہے۔ اب محبت کا معیار کیا ہے میں نہیں کہتا زبانِ نبوت نے فرمایا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبک الشیئی یعمی ویصم

حضور ﷺ نے فرمایا جب تجھے کسی چیز کی محبت ہو جاتی ہے تو پھر محبت کا نشان محبت کی دلیل محبت کی علامت کیا ہے۔ محبت تو دل میں ہوتی ہے تو کیسے معلوم ہو گا کہ محبت ہے کہ نہیں۔ فرمایا ایسے معلوم ہو گا کہ جب تجھے کسی چیز کی محبت ہو گی تو محبوب کا عیب دیکھنے سے آنکھ اندھی ہو جائے گی اور محبوب کا عیب سننے سے کان بہرہ ہو جائے گا، محبت محبوب کا عیب دیکھنے نہیں دیتی اور محبت محبوب کا عیب سننے نہیں دیتی۔ یہ تو اس محبوب کی بات ہے جس میں عیب ہو اللہ اللہ اگر محبوب میں کوئی عیب ہو تو محبت کی بناء پر محب کو عیب نظر ہی نہیں آتا۔ اگر محبوب میں کوئی عیب ہو تو محبت والا محبوب کے عیب کو سننا گوارہ نہیں کرتا۔ یہ تو اس محبت کی بات ہے جو کسی عیب دار محبوب کے ساتھ ہو مگر میرے پیارے دوستو میرے آقا ﷺ تو محبوب ہیں کہ عیب کو ان کی بارگاہ میں راہ نہیں ملتی۔ اللہ بے عیب ہے اور اس بے عیب اللہ نے محبوب کو بے عیب بنایا تو نتیجہ کیا نکلا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ محبت تو محبوب کا اگر واقعی عیب ہو تو اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ اللہ اللہ تو جہاں عیب ہے ہی نہیں تو جس کو اس بے عیب محبوب میں عیب نظر آئے تو ایمان سے کہنا وہ بھی محبت والی آنکھ ہو سکتی ہے؟ جو بے عیب

Marfat.com

محبوب کا عیب بیان کرے وہ محبت والی زبان ہو سکتی ہے؟ تو میرے دوستو! تم سمجھ گئے ہو گے۔ صورتحال تم پر واضح ہو چکی ہو گی کہ جہاں جہاں کمالات نبوت کا انکار ہے، جہاں حضور ﷺ کی علمی اور عملی کمالات کا انکار ہے، جہاں حضور ﷺ کی شان محمدیت کا انکار ہے۔ میرے دوستو! جو حضور ﷺ کی حیات کے بھی قائل نہیں اور جو حضور ﷺ کے علم کے بھی قائل نہیں۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ بھئی ان کو دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ سرکار تو یہ فرمائیں۔ فعلمت مافی السمٰوات والارض۔ زمین آسمان کی ہر چیز میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ ہر چیز مجھ پر روشن ہے۔ ساری دنیا اور ساری دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو میں اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی ہے۔

قرآن تو یہ کہے۔ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوت والارض ولیکون من الموقنین۔ ہم نے ابراہیم کو ملکوت السمٰوت دکھائے اور ملکوت ارض دکھائے اور یہ لوگ اپنے نبی ختم الرسل کے بارے میں یہ کہیں کہ ان کو دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہیں تو میرے عزیز و میرے دوستو، جس کو کسی محبوب میں عیب نظر آتا ہے وہ اس کی محبت کے دعوے میں جھوٹا ہے اور جس کو محبوب کا حسن و جمال نظر آتا ہے وہی محبت کے دعوے میں سچا ہے۔ بھئی قاعدہ ہے کہ بلبل بھی پرواز کرتی ہے اور گدھ بھی اُڑتا ہے۔ فضا میں گدھ بھی چلا، بلبل بھی چلی، لیکن کیا کہوں آپ سے کہ گدھ کی نظر ہے مُردار پر، جہاں مُردار نظر آیا وہیں گر پڑا اور بلبل کی نظر ہے پھول پر اور جہاں پھول نظر آیا وہیں چہکنے لگی۔ وہیں بیٹھ گئی۔

Marfat.com

اے سنیو، اے سنیو! تم تو چمنستان نبوت کی بلبلیں ہو گلستان نبوت کی بہار تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ان کرگسوں کو چھوڑ و جن کی نگاہیں تلاش کرتی ہیں کہ انہیں رسول ﷺ میں کوئی عیب نظر آئے۔ وہیں گر پڑتی ہیں حالانکہ رسول ﷺ میں عیب تو ہوتا نہیں مگر ان کو نظر آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس کو رسول ﷺ میں عیب نظر آتا ہے وہ رسول ﷺ کا عیب نہیں ہے وہ اس کا اپنا عیب ہے۔ جس کو رسول ﷺ کے آئینہ میں وہ دیکھ رہا ہے حضور ﷺ عیب سے پاک ہیں حضور ﷺ تو آئینہ ہیں۔

عزیزان محترم اب میں اپنی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ **الصلاۃ عمادالدین** (نماز دین کا ستون ہے) **من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر** (جس نے ایک وقت کی نماز قصداً چھوڑ دی اس کو ادا نہیں کیا اور اس کے ذمے رہ گئی اس نے کفر کیا) وہ کفر کفر عملی ہے اور میں بتاؤں آپ کو قرآن بار بار فرماتا ہے **اقیموا الصلوٰۃ، حافظوا علی الصلوٰت**۔

اللہ اللہ لیکن میرے دوستو اور میرے محترم بھائیو اس نماز کا پڑھنا اور اس کا ادا کرنا اگر محبت رسول ﷺ کے ساتھ ہے یہی دعوتِ اسلامی کا پیغام ہے اور محبت رسول ﷺ کیا ہے کیا یہ بھی محبت رسول ﷺ ہو سکتی ہے کہ وہ نماز جو رسول ﷺ کی عطا ہے وہ نماز جو رسول ﷺ کو پسند ہے وہ نماز جو حضور ﷺ کے اعمال مقدسہ میں شامل ہے۔ اس نماز کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس میں اگر رسول ﷺ کا خیال آ گیا تو نماز ٹوٹ گئی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ میرے دوستو اور عزیزو! میں نہیں سمجھ سکتا اگر یہ فلسفہ یہی ہے

Marfat.com

تو التحیات میں السلام علیک ایھا النبی، کسی طرح کہا جا سکتا ہے۔ ہم تو جب نماز پڑھتے ہیں ہمارا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جب ہم نے اللہ اکبر کہا تو ہم اللہ کے دربار میں حاضر ہو گئے پھر ہم نے سوچا کہ ہم خود تو آ نہیں سکتے تھے ہمیں لایا کون کوئی لانے والا ضرور ہوگا۔ اس دربار میں ہم خود تو نہیں آ سکتے تھے ہمیں لایا کون؟ ہم نے جب اس اللہ کے دربار میں غور کیا اللہ اللہ ارے ہم نے قیام کیا، ہم نے رکوع کیا، ہم نے سجدہ کیا، ہم نے پھر دوسری رکعت پڑھی اور ہم اللہ کے دربار میں بیٹھے حاضری کا شرف حاضر ہوا پھر ہم نے سوچا کہ ہم یہاں کیسے آئے۔ ہمیں کون لایا؟ تب اس بارگاہ الوہیت میں نمازی کی نگاہ اُٹھتی ہے تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ غاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر اللہ اکبر حبیب کی بارگاہ میں حبیب حاضر ہے۔ ربّ کی بارگاہ میں رسول ﷺ موجود ہے۔ جب ہم نے دیکھا تو ہم سمجھ گئے کہ ہم تو آنے کے قابل نہ تھے یہی وہ ذات مقدسہ ہے کہ جن کی روحانیت سے وابستہ ہو کر جن کے دامن محبت، دامن الفت، دامن محمدیت، دامن نبوت، دامن رسالت سے وابستہ ہو کر ہم خدا کی بارگاہ میں پہنچے۔ جب ہمیں یہ محسوس ہوا کہ سرکارِ خدا کے دربار میں موجود ہیں ہم نے فوراً کہا: **السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ و برکاتہ** میرے دوستو اور عزیزو! نماز تو یہ ہے۔ اسی نماز کی تلقین دعوتِ اسلامی کا پیغام ہے۔ عزیزان محترم جب تک یہ بات نہ ہو نماز نماز نہیں ہے اور میں اس سے زیادہ اور کچھ کہہ نہیں سکتا۔ بس اتنا کہوں گا کہ انسان جامع الحقائق ہے۔ حقائق کائنات کا جامع ہے۔ جب انسان اللہ اکبر کہہ کر خدا کے سامنے حاضر ہوتا اور

Marfat.com

نماز شروع کرتا ہے تو اس کے دامن میں تو اٹھارہ ہزار کائنات ہیں تو یہ انسان صرف حاضر نہیں ہوا۔ انسان نے فقط نماز نہیں پڑھی بلکہ اٹھارہ ہزار کائنات کی حقیقتوں کو بارگاہ میں اس نے حاضر کر دیا کیوں کہ سب حقیقتیں اس کے دامن سے لپٹی ہوئی تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ ساری کائنات کی جو عبادتوں کی حقیقت تھی وہ ہماری نماز میں اللہ نے رکھ دی اب آپ سے پوچھتا ہوں کائنات میں کوئی متحرک ہے، کائنات میں کوئی ساکن ہے، کائنات میں کوئی قعود کی حالت میں ہے، کائنات میں کوئی رکوع کی حالت میں ہے، کائنات میں کوئی سجدہ کی حالت میں ہے، کائنات میں کوئی قیام کی حالت میں ہے۔ اللہ اکبر کوئی حرکت میں ہے کوئی سکون میں ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری نماز میں قیام بھی رکھ دیا وقوموا للہ قنتین تاکہ کائنات کا جو ذرہ قیام کی حالت میں اللہ کی عبادت کر رہا ہے اس کی عبادت بھی تم ادا کر دو کیونکہ وہ کھڑی ہوئی مخلوق جو قیام کی حالت میں عبادت کر رہی ہے ارے اس کی حقیقت کو بھی تو تم اپنے اندر لے کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ لہٰذا یہ قیام جو تمہاری نماز میں ہے یہ اس لئے ہے کہ جتنی مخلوق قیام ہونے کی حالت میں عبادت کر رہی ہے جیسے درخت، اشجار، باغات اس کی عبادت بھی ادا ہو جائے۔ پھر تمہیں حکم دیا وارکعو مع الراکعین کائنات کے جو افراد حالت رکوع میں خدا کی عبادت کر رہے ہیں فرمایا تم بھی رکوع کرو کیونکہ ان راکین کی حقیقت بھی تو تمہارے دامن میں موجود ہے جب تم رکوع کرو گے تو ان کی عبادت بھی ادا ہو

Marfat.com

جائے گی۔ پھر اس کائنات میں وہ مخلوق بھی جو سر زمین پر رگڑتی ہوئی جیسے حشرات الارض زمین پر سر رگڑتے ہوئے چلتے ہیں فرمایا تم بھی اپنا سر زمین پر رکھ دو تاکہ جو مخلوق سجدے کی حالت میں نماز ادا کر رہی ہے اس کی عبادت بھی تم سے ادا ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ وہ چیزیں جو عالم قعود میں ہے جیسے پہاڑ ہیں ٹیلے ہیں تم بیٹھ جاؤ تو قعود کی حالت جب ہو گی تو ان کی عبادت بھی تم سے ادا ہو جائے گی۔ کائنات میں جو عالم قعود میں ہیں پھر ہماری عبادت میں حرکت کو رکھ دیا جب ہم تکبیر تحریمہ کہیں گے تو ہاتھوں کو اٹھائیں گے یہ حرکت ہے تو زبان کو ہلائیں گے، یہ حرکت ہم قیام سے رکوع میں جائیں گے، تو یہ حرکت ہے رکوع میں قومہ کریں گے، تو یہ حرکت ہے قومہ سے سجدے میں جائیں گے، تو یہ حرکت ہے سجدے کے بعد پھر دو سجدوں میں جلسہ کریں گے، یہ بھی حرکت ہے یہ حرکات انتقالیہ یہ کیا ہیں یہ بھی عبادت ہیں ارے ہماری نماز میں سکون کو بھی رکھ دیا قعود کو بھی رکھ دیا، رکوع کو بھی رکھ دیا سجود کو بھی رکھ دیا اور یہ بتا دیا کہ انسان جب تو نے خدا کی عبادت کی تو جتنی حقیقتیں تیرے دامن میں تھیں سب کی عبادت اس تیری عبادت کے ضمن میں ادا ہو گئی۔ انسان کامل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کامل انسان کو کامل عبادت فرمائی۔

عزیزانِ محترم! یہ نماز ایسی عبادت ہے جو انسان کی جامعیت اور انسان کے کمال انسانی کی علمبردار ہے۔ انسان کے کمال انسانی کی آئینہ دار ہے۔ لہٰذا نماز جس نے ادا کی اس نے نماز کو قائم کیا اس نے گویا انسان ہونے کا بھرم رکھا یہ اور بات ہے کہ بہ تقاضائے بشریت کسی شرعی عذر کی بناء پر نماز

Marfat.com

وقت سے بے وقت ہو جائے، قضا ہو جائے لیکن مسلمان وہ ہے جو کوشش کرے نماز کو اس کی شرط، اس کے آداب اور اس کے محاسن کے ساتھ ادا کرے۔ اگر کہیں کوئی کوتاہی بہ تقاضائے بشریت ہو جائے تب بھی نماز اس کے ذمے نہ رہے اگر کسی مسلمان کے ذمے نماز رہ رگئی تو سمجھ لو اس نے اپنی انسانیت کو داغ دار کر دیا اپنی جامعیت کو تباہ کر دیا اور رب کے سامنے شرمسار ہو کر کوئی جواب نہیں دے سکے گا۔

تو میرے دوستو! میرے عزیزو! ہم ایسی نماز کی دعوت دے رہے ہیں دعوتِ اسلامی ایسی نماز کی دعوت دے رہی ہے۔ جس کی ایک جھلک مَیں نے آپ کے سامنے پیش کی اور آپ کو بتایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہر ایک کو ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

اب اس کے بعد وقت پورا ہو گیا۔ مَیں اور کچھ کہہ نہیں سکتا اور سب موضوعات تشنہ رہے۔ لیکن وہ تشنگی تو باقی رہے گی کہ وقت قلیل ہے۔

❁❁❁❁

Marfat.com

باب ہشتم

الوداع یا رسول اللہ ﷺ، الفراق یا نبی اللہ ﷺ

۲دسمبر۲۰۰۳ء/۸ شوال المکرّم بروز منگل، صبح سو کر اُٹھے اور قضا روزے کی نیت سے سحری کھا لی۔ فجر کی نماز چھتریوں والے صحن میں پڑھی جہاں سے گنبد خضریٰ کی بہاریں دل میں اُتر رہی تھیں۔ دلائل الخیرات وظائف اور تلاوت قرآن پاک کرنے کے بعد گنبد خضریٰ سے ہوتے ہوئے دربار رسالت مآب ﷺ پر الوداعی حاضری کا وقت آن پہنچا۔ دوسرے دن بعد نماز فجر ہمیں مکہ مکرمہ روانہ ہونا تھا۔ الوداعی حاضری کے وقت روضہ پاک سے جدائی کے خیال سے عجیب حالت تھی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے صدیاں سالوں میں، سال مہینوں میں، مہینے دنوں میں اور دن لمحوں میں تبدیل ہوگئے تھے۔ دربار رسول ﷺ میں معاً خیال آیا کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں اور اس کے ساتھ ہی میری آواز بیٹھ گئی۔ میں بڑی کوشش سے رک رک کر دعائی کلمات اور سلام وداع پڑھ رہا تھا۔

الوداع یارسول اللہ۔ الفراق یا نبی اللہ

Marfat.com

اس وقت دیارِ مدینہ اور روضہ مبارک سے جدائی کے خیال سے آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں رواں تھیں۔شاید ساری زندگی مَیں نے آنسو اسی لمحے کے لیے بچا کر رکھے تھے۔

مدینہ منورہ کے مقدس مقامات کی زیارتیں

جیسا کہ مَیں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہمارا مدینہ منورہ کی زیارتوں کا پروگرام ہفتہ کو تھا لیکن اعجاز خالد کو بخار ہونے کی وجہ سے آج بعد نمازِ ظہر کا پروگرام بنا۔ظہر کی نماز کے بعد اعجاز خالد اپنے بچوں کے ساتھ گاڑی لے کر آ گئے۔ پہلے مسجد فتح پہنچے۔ یہ مسجد سلع پہاڑ کے غربی حصہ پر واقع ہے اس کے جنوب میں بھی چند مساجد پائی جاتی ہیں۔ ان سب مساجد کو مساجد فتح کہتے ہیں۔اس مسجد میں دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار فرمایا تھا۔اس لیے اسے مسجد فتح کہا جاتا ہے اور یہ قول بھی ہے کہ اس مسجد میں سورۃ فتح نازل ہوئی تھی۔اسے مسجد احزاب اور مسجد علی بھی کہا جاتا ہے۔

۵ ہجری کا واقعہ ہے کہ ابوسفیان نے اُحد سے واپسی کے وقت آئندہ سال میدان بدر میں مسلمانوں کو جنگ کا چیلنج دیا تھا۔سرکار دوعالم ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور حسب وعدہ اپنے پندرہ سو مہاجرین کو ہمراہ لے کر مقررہ وقت پر بدر کے میدان میں پہنچ گئے۔لیکن ابوسفیان نے قحط سالی کا بہانہ بنا کر میدان بدر میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے سے گریز کیا۔ اس کے ایک سال بعد ابوسفیان یہودی قبائل سے ساز باز کر کے مختلف مشرک قبائل کو لے کر

Marfat.com

مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا اور یہ ہجرت کا پانچواں سال تھا۔ اس وقت اسلام کی دشمنی میں تین قوتیں پیش پیش تھیں۔

۱۔ قریش مکہ

۲۔ عرب کے مشرک قبائل

۳۔ مدینہ منورہ میں آباد یہودی قبائل

ان پانچ سالوں میں ہر فریق نے اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لیے سارے جتن کر کے دیکھ لیے تھے اور رحمت عالم ﷺ کی روز افزوں قوت وثروت کو پامال کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے۔ چنانچہ ہر فریق پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو چکی تھی کہ وہ علیحدہ علیحدہ کسی طرح بھی محمد عربی ﷺ کے ان مٹھی بھر دیوانوں کو شکست نہیں دے سکتے۔ لیکن انہوں نے عزم کر رکھا تھا کہ وہ اپنے بتوں کا بھرم ہر قیمت پر برقرار رکھیں گے۔ یہود کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف حسد وعناد کے جو طوفان موجزن تھے وہ انہیں مجبور کر رہے تھے کہ وہ ہر قیمت پر اسلام کے پرچم کو سرنگوں کر کے چھوڑیں گے۔ اب انہوں نے طے کر لیا کہ اگر وہ الگ الگ رہ کر اس مہم کو سر نہیں کر سکتے تو وہ سب متحد و متفق ہو کر اسلام کے مرکز پر لشکر جرار سے حملہ کریں گے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں گے۔ بار بار کی عہد شکنی اور عملی سازشوں کے ارتکاب کے باعث بنی نضیر کو مدینہ طیبہ سے پہلے ہی جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ اُن کے چند خاندان شام چلے گئے اور اکثریت خیبر میں رہائش پذیر ہو گئی۔ اس جلاوطنی نے ان کے جذبہ حسد وعناد کو مزید بھڑکا دیا۔ اُن کی راتیں

Marfat.com

اور اُن کے دن مسلمانوں کے خلاف جال بننے میں صرف ہوتے۔ آخر کار طویل سوچ و بچار کے بعد انہوں نے ایک منصوبہ تیار کیا اور اُن کا وفد اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مکہ روانہ ہوا۔ چوبیں افراد پر مشتمل یہ وفد مکہ پہنچا اور قریش کو حضور ﷺ کے خلاف جنگ پر اُبھارنا شروع کیا اور انہیں یقین دلایا کہ وہ اس جنگ میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اسلام اور بانی اسلام کو نعوذ باللہ ختم کر کے دم لیں گے۔ اس وفد کی ملاقات جب ابوسفیان سے ہوئی تو اس نے ان کا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا اور انہیں کہا کہ ہمارے نزدیک سب سے پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو محمد (فداہ روحی) کی عداوت پر ہمارے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں، یہود اور کیا چاہتے تھے۔ انہوں نے ابوسفیان کی اس آمادگی کو دیکھ کر کہا کہ آپ قریش میں سے پچاس سردار چن لیں اور آپ بھی ان میں ہوں۔ ہم سب جا کر کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر اور اپنے سینے کعبہ کی دیواروں سے لگا کر وعدہ کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی عداوت میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گے۔ جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہا وہ اسلام کے خلاف جنگ جاری رکھے گا۔ چنانچہ قریش کے پچاس سرداروں اور یہودیوں کے اس وفد کے کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر اور اپنے سینے کو اس دیوار کے ساتھ لگا کر اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا معاہدہ کیا۔

اس موقع پر ابوسفیان نے یہودیوں کے وفد سے یہ پوچھا کہ اے گروہ یہود! تم صاحبِ کتاب ہو اور صاحبِ علم و فضل ہو تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ سے ہم برسرپیکار ہیں ہمیں ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہم راہِ راست پر ہیں یا محمد ﷺ

Marfat.com

یہودی وفد جوان کے احبار (ماہرین) اور سرداروں پر مشتمل تھا۔ انہیں اچھی طرح علم تھا کہ قریش مکہ بتوں کے پرستار ہیں اور کعبہ مقدسہ جس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جوان یہودیوں کے بھی جدامجد تھے فقط اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے تعمیر کیا تھا۔ اس مقدس گھر میں ان ظالموں نے تین سو ساٹھ بت سجا رکھے ہیں اور ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ اُن کے برعکس مسلمان فقط ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان تمام حقائق کو جانتے ہوئے ایک موہوم فائدہ کیلئے انہوں نے اتنا بڑا جھوٹ بولا جسے چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود تاریخ ہضم نہ کرسکی ہے اور نہ ان کو فراموش کرسکی ہے۔ اُن کے اپنے انصاف پسند مصنفین نے بھی اُن کی اس حرکت پر انہیں سخت لعن طعن کیا۔

یہودی وفد نے قریش مکہ کے استفسار پر کہا کہ اے قریش مکہ (اے لات وہبل کے پرستارو) تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں زیادہ حق کا دامن پکڑے ہوئے ہو کیونکہ تم اُس گھر کی تعظیم کرتے ہو، حاجیوں کو پانی پلاتے ہو، فربہ اونٹوں کو ذبح کرتے ہو اور اُن خداؤں کی پرستش کرتے ہو جن کو تمہارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے۔

ابوسفیان نے اُن سے کہا کہ اے یہودی رئیسو ہمیں تمہاری اس بات پر اس وقت تک یقین نہیں آسکتا جب تک تم ہمارے معبودوں کو سجدہ نہ کرو۔ چنانچہ سب یہودیوں نے جن میں اُن کے چوٹی کے علماء بھی تھے بتوں کو سجدہ کیا۔ چنانچہ ہر یہودی وفد مزید یقین دہانیاں کرانے کے بعد واپس یثرب روانہ ہوا۔

Marfat.com

وقت مقررہ پر چار ہزار کا قریشی لشکر ابوسفیان کی قیادت میں مکہ سے نکلا۔ ان میں تین سو گھڑ سوار تھے اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ اس لشکر میں عرب کے مزید مشرک قبائل شامل ہوتے گئے حتی کہ ان تمام افواج کی تعداد دس بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ لشکر جرار ایک چھوٹی سی بستی مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب کریم ﷺ بھی اپنے دشمنوں کے عزائم سے بے خبر نہ تھا۔ مختلف قبائل میں حضور اکرم ﷺ کے جو غلام تھے انہوں نے آپ کو ساری تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ حالات بڑے نازک تھے۔ ایک چھوٹی سی بستی پر اتنے بڑے لشکر جرار کی یلغار کیسے روکی جائے۔ جب کہ اس بستی میں بھی مار ہائے آستین کی کمی نہ تھی۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ملک فارس میں جب دشمن یوں حملہ کرنے کی نیت سے دھاوا بولتا ہے تو ہم اپنے شہر کے اردگرد خندق کھود کر اس کی پیش قدمی کو روک دیتے تھے۔ ارشاد ہوا تو مدینہ کے اردگرد خندق کھودی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے اس تجویز کو بہت پسند فرمایا اور شہر کی اس جانب جدھر چڑھائی کا خطرہ تھا۔ خندق کھودنے کے لیے نشانات لگائے گئے۔ ہر دس آدمی کو چالیس گز خندق جو پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری ہو کھودنے کا فریضہ سونپا گیا۔ خندق کھودنے کے کام میں سب مسلمان شریک تھے۔ کوئی بھی مستثنیٰ نہ تھا۔ فخر دو جہاں سرور کون و مکاں ﷺ اپنے دست مبارک میں کدال لیے اپنے غلاموں کے دوش بدوش خندق کھودنے میں

Marfat.com

مصروف تھے اور مٹی اُٹھا اُٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ شکم مبارک کے بال مٹی سے اٹ گئے تھے اور جلد مبارک دکھائی نہ دیتی تھی۔ جاڑے کا موسم تھا اور غضب کی سردی تھی۔ صحابہ کرامؓ بھوک سے نڈھال تھے اور تھکاوٹ سے چور لیکن اپنے محبوب قائد ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں سرگرم عمل تھے۔ عمرو بن عوفؓ کہتے ہیں کہ مَیں، سلیمانؓ، حذیفہؓ، نعمانؓ بن مقرن المزنی اور چھ انصاری اپنے حصے کی خندق کھود رہے تھے کہ اتفاق سے ایک چٹان آ گئی ہم نے بہت زور لگایا مگر وہ نہ ٹوٹی۔ مَیں نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کریں۔ یہ سن کر حضور ﷺ خود اُٹھے اور اس جگہ کی طرف روانہ ہوئے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ضرب لگائی۔ اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر الگ جا گرا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں۔'' پھر ضرب لگائی تو دوسرا حصہ ٹوٹ گیا فرمایا: ''مجھے ایران کی کنجیاں بخش دی گئیں۔'' تیسری مرتبہ ضرب لگائی تو باقی ماندہ چٹان بھی ریزہ ریزہ ہوگئی پھر فرمایا: ''مجھے یمن کی کنجیاں مرحمت کر دی گئیں۔''

اس طرح نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اپنی ضربوں سے اُس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا بلکہ دنیا کی دو بڑی طاقتوں ایران اور روم کے ممالک کی فتح کی نوید بھی اپنے غلاموں کو سنا دی۔ حضور ﷺ کی یہ بشارت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں پوری ہوئی۔

Marfat.com

خندق کی کھدائی، فاقہ کشی اور برکاتِ الٰہی کا ظہور

سخت سردی تھی، یخ بستہ ہوائیں چل رہی تھیں اور پتھریلی زمین میں خندق کی کھدائی کا کام زور و شور سے جاری تھا۔ تین دن گزر گئے تھے۔ صحابہؓ کو ایک لقمہ تک میسر نہیں آیا۔ اپنی کمر کو سیدھا رکھنے کے لیے انہوں نے اپنی کمر پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا۔ فاقہ کشی کی تکلیف جب ناقابل برداشت ہونے لگی تو اس کا شکوہ اپنے کریم آقا ﷺ سے کیا۔ حضور ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے قمیض اُٹھائی، صحابہ کو عجیب منظر دکھائی دیا۔ سب نے ایک ایک پتھر پیٹ پر باندھ رکھا تھا لیکن سلطان دو عالم ﷺ نے اپنے شکم مقدس پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ تمام شکوے دور اور ساری تکلیفیں کافور ہو گئیں۔ حضرت جابرؓ نے جب یہ منظر دیکھا تو صبر کی تاب نہ رہی۔ سرکار دو عالم ﷺ سے اذن طلب کر کے گھر آئے اور اپنی اہلیہ کو بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس چند سیر جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ بھی موجود ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس نے جَو پیسے اور آٹا گوندھا۔ مَیں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا۔ گوشت ہنڈیا میں پکانے کے لیے رکھا۔ مَیں جب واپس جانے لگا تو میری بیوی نے کہا کہ مجھے حضور ﷺ اور صحابہؓ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ یعنی زیادہ آدمیوں کو لے کر نہ آجانا۔ مَیں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی راز داری سے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ بڑی قلیل مقدار میں کھانا پکایا ہے۔ حضور ﷺ تشریف لے چلیں۔ ایک یا دو آدمی اپنے ساتھ بھی لے جایئے۔ سرکار ﷺ

Marfat.com

نے پوچھا کتنا کھانا پکایا ہے۔ مَیں نے عرض کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''کثیر طیب'' یہ تو بہت زیادہ اور بہت پاکیزہ ہے۔ دیکھو میرے آنے سے پہلے ہنڈیا نیچے نہ اُتارنا اور نہ ہی روٹیاں پکانا۔ پھر حضور ﷺ نے بلند آواز سے اعلان فرمایا اے خندق والو! جابر نے تمہارے لیے کھانا پکایا ہے آؤ سب کھاؤ۔ میں جب گھر پہنچا تو بیوی سے کہا اے نیک بخت! سرورِ دو عالم ﷺ مع مہاجرین وانصار تشریف لا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں۔ اس نے پوچھا کیا رسول ﷺ نے تم سے دریافت فرمایا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا اب فکر کی ضرورت نہیں۔ سب کو آنے دو۔ اس کے ایسا کہنے سے میری ساری تشویش جاتی رہی۔ پھر سرور انبیاء ﷺ تشریف لائے اور حکم دیا کہ دس دس آدمیوں کو بلاتے جاؤ۔ میں نے گندھا ہوا آٹا پیش کیا حضور ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ پھر اس طرح ہنڈیا میں بھی اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر حکم دیا روٹیاں پکاتے جاؤ اور ہنڈیا سے سالن ڈالتے جاؤ۔ ایک ہزار آدمی نے کھانا کھایا۔ ہنڈیا لبالب بھری رہی اور آٹے میں ذرا کمی نہ ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب خود بھی کھاؤ اور رشتہ داروں اور دوستوں میں بھی تقسیم کرو۔ ہم دیر تک بانٹتے رہے اور سرور دو عالم ﷺ تشریف فرما رہے۔ جب حضور ﷺ تشریف لے گئے تو ہر چیز ختم ہوگئی۔

حضرت نعمانؓ بن بشیر کی ہمشیرہ سے مروی ہے کہ خندق کی کھدائی کے دنوں میں ایک روز میری والدہ نے مجھے کھجوروں سے بھرا ہوا ڈونگا دے کر بھیجا کہ یہ میں اپنے باپ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کو دے آؤں۔ میں

Marfat.com

جب یہ لے کر جا رہی تھی تو مجھے رحمت عالم ﷺ نے دیکھ لیا اور اپنے پاس بلایا۔ جب میں حاضر ہوئی تو حضور ﷺ نے یہ کھجوریں مجھ سے لے لیں اور ایک چادر بچھا کر انہیں اس پر بکھیر دیا۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ باآواز بلند اعلان کرو۔ اے اہل خندق! آؤ کھانا تیار ہے۔ سب اکٹھے ہو گئے۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ جب تک وہ کھاتے رہے کھجوریں بڑھتی رہیں۔

الغرض نبی مکرم ﷺ اور جان نثار فرزندان اسلام کی شب و روز کوششوں سے چھ دن کی قلیل مدت میں خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہو گیا۔ رحمت عالم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور خود جبل سلع کے دامن میں آکر اپنا خیمہ نصب کیا۔ یہ وہی جگہ تھی جس کی زیارت آج ہم کر رہے تھے۔ اسلامی لشکر جس کی تعداد تین ہزار تھی۔ اُس کو مناسب مقامات پر متعین فرمایا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زیدؓ بن حارث کو اور انصار کا حضرت سعدؓ بن عبادہ کو مرحمت فرمایا۔ مسلم خواتین اور بچوں کو اُن مضبوط گڑھیوں میں ٹھہرایا گیا جو شہر کے اندرونی حصوں میں تھیں۔ شہر کے بڑے بڑے راستوں پر دیواریں چن دی گئیں۔ اس طرح سارا شہر ایک قلعہ کی مانند محفوظ ہو گیا۔

لشکر کفار کی آمد اور ان کا پڑاؤ

مسلمان جب اپنی تیاریاں مکمل کر چکے تو مشرکین عرب کا یہ لشکر بھی مدینہ طیبہ کی حدود میں داخل ہو گیا۔ یہ لشکر دو اہم فریقوں پر مشتمل تھا۔ ایک

Marfat.com

فریق قریش اور ان کے حلیفوں کا تھا۔ جن میں کنانہ، تہامہ اور احابیش شریک تھے۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ دوسرا فریق ان قبائل پر مشتمل تھا جو نجد کی طرف سے آئے تھے۔ ان میں بنو غطفان اور اُن کے حلیف قبیلے شریک تھے۔ ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ جنگ کے بارے میں مشرکین کا پروگرام تو یہ تھا کہ وہ اُمڈتے ہوئے سیلاب کی طرح مدینہ کی چھوٹی سی بستی پر چڑھ دوڑیں گے۔ لیکن جب وہاں پہنچے تو اتنی گہری اور چوڑی خندق کو راستے میں حائل پایا۔ مسلمانوں کی اس جنگی تدبیر نے اُن کے اوسان خطا کر دیئے۔ انہوں نے تو اس قسم کی رکاوٹ کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔ مجبوراً خندق کی دوسری طرف انہوں نے اپنے خیمے نصب کر لیے اور حملہ کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔

ایک روز ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اور عمرو بن عبدود عرب کا مشہور شہ سوار اور جنگجو اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر خندق کا چکر کاٹنے لگا۔ ایک جگہ خندق نسبتاً تنگ تھی۔ اس نے گھوڑے کی ایڑ لگائی۔ گھوڑا بجلی کی سرعت کے ساتھ کود کر دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بلند آواز کے ساتھ پکارا۔ ''ھل من مبارز'' ''ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا'' کافر کی یہ للکار سن کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے شیر علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنی تلوار ہوا میں لہراتے ہوئے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''اے عبدود کے بیٹے!'' مَیں نے سنا ہے کہ تو نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو ان دو میں سے ایک تو ضرور

Marfat.com

دے گا۔ اُس نے کہاہاں۔آپؓ نے فرمایا میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر لے۔ اُس نے کہا مجھے اُس کی ضرورت نہیں۔ شیرِ خدا نے فرمایا: پھر میری درخواست ہے کہ آ اور میرے ساتھ مقابلہ کر۔ وہ کہنے لگا آپ کے والد ابوطالب کے ساتھ میرے بڑے دوستانہ مراسم تھے۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ میری تلوار سے قتل ہوں۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا لیکن میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ میری ذوالفقار تیرا سر قلم کرے۔ یہ سن کر وہ غصہ سے پاگل ہوگیا اور حیدر کرارؓ سے پنجہ آزمائی کے لیے آگے بڑھا۔ دونوں نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اتنی گردوغبار اُڑی کہ دونوں اس میں چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب اپنی چشم اشکبار سے سیدنا علی ؓ کی کامیابی کے لیے مصروف دعا ہو گیا۔

دونوں لشکر اپنے اپنے بہادروں کی تلواروں کی جھنکار اور ان کے آپس میں ٹکرانے کی آوازیں سن رہے تھے۔ دکھائی کچھ نہیں دیتا تھا۔ چند لمحوں کے لیے سناٹا چھا گیا۔ یہ لمحے مسلمانوں کے لیے قیامت کے لمحے تھے۔ جب غبار چھٹا تو دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا شیر اس کافر کی چھاتی پر بیٹھا اُس کا سر تن سے جدا کر رہا ہے۔ یہی وہ ضرب حیدری تھی جس نے کفر کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس واقعے کے بعد ایک مہینہ کے قریب کفار محاصرہ کیے رہے لیکن پھر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے شیروں کی کھچار کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

اگر چہ یہ سب ہنگامہ یہود کے ایک قبیلہ بنونضیر کی ریشہ دوانیوں سے

Marfat.com

رونما ہوا تھا۔ لیکن دوسرا یہودی قبیلہ بنو قریظہ اس میں ملوث نہ تھا۔ اس کے سردار کا نام کعب بن اسد قرظی تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے دوستی کے معاہدے کی پوری پابندی کر رہے تھے۔ ایک دن موقع پا کر بنو نضیر کا رئیس حیی بن اخطب بنی قریظہ کے سردار کعب کو ملنے گیا۔ جب کعب کو اُس کے آنے کی خبر ہوئی تو اُس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اُس کو ملنے سے انکار کر دیا۔ حیی نے اُسے طعنہ دیا کہ تم دروازہ اس لیے نہیں کھول رہے کہ تم کو روٹی کھلانی پڑے گی۔ بخل کا یہ الزام کعب کے لیے نا قابل برداشت تھا۔ اُس نے با دل نخواستہ دروازہ کھول دیا۔ جب دونوں تنہائی میں بیٹھے تو حیی نے کہا! اے کعب! میں تمہارے پاس زمانہ بھر کی عزت لے کر آیا ہوں ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس قریش کے جنگجو اُن کے سرداروں سمیت لے کر آیا ہوں۔ اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا ایسا زریں موقع پھر نہ ملے گا۔ اس موقع کو غنیمت جانو اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ کعب نے پہلے تو صاف انکار کر دیا اور کہا! اے حیی تم میرے پاس زمانے بھر کی عزت نہیں لائے بلکہ جہاں بھر کی ذلت اور رسوائی لے کر آئے ہو۔ لیکن حیی اُس کو عہد شکنی پر برانگیختہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ کامیاب ہو گیا اور کعب نے آخر کار مسلمانوں سے دوستی کے معاہدے کو بالائے طاق رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے جب یہ بات سنی تو تصدیق کے لیے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ اور خزرج کے رئیس سعد بن عبادہ کو چند آدمیوں کے ساتھ بنو قریظہ بھیجا۔ یہ حضرات جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جنگ کی تیاریاں زور و شور سے ہو

Marfat.com

رہی تھیں۔ انہوں نے کعب سے گفتگو کرنا چاہی تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کی پریشانی کی حد ہوگئی۔ پہلے تو صرف بیرونی حملہ آور سے مقابلہ تھا اب گھر بھی محفوظ نہ رہا۔

بنو قریظہ نے ایک رات یہ ارادہ کیا کہ مدینہ طیبہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیں۔ جب مسلمانوں کو ان کے منصوبے کا علم ہوا تو ان کی پریشانی کی حد نہ رہی۔ لیکن رحمت عالم ﷺ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے فوری طور پر سلمہؓ بن اسلم الاشہلی کی قیادت میں دو سو مجاہدین اور زید بن حارثؓ کی قیادت میں تین سو مجاہدین کو مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ وہ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں چکر لگاتے اور آواز سے نعرہ تکبیر کہتے تھے۔ جس سے سارا مدینہ گونج جاتا تھا۔ اس بروقت اقدام نے بنو قریظہ کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ مسلمان غافل نہیں ہیں۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے دوران ایک رات میں نے دیکھا کہ سید عالم ﷺ اپنے خیمے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ کافی دیر تک نماز پڑھنے کے بعد باہر تشریف لے گئے اور کافی دیر تک گردوپیش کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے عباد بن بشیر کو آواز دی۔ انہوں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ ﷺ ! حضور ﷺ نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ عرض کی میرے ساتھ مجاہدین کا ایک گروہ ہے۔ فرمایا اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لو اور خندق کا چکر کاٹو۔ مجھے مشرکین کے گھڑ

Marfat.com

سوار نظر آ رہے ہیں جو خندق کے گرد گھوم رہے ہیں۔ وہ اس تلاش میں ہیں کہ انہیں کوئی تنگ جگہ ملے اور وہ وہاں سے داخل ہو کر اچانک تم پر حملہ کر دیں۔ تعمیل ارشاد کے لیے حضرت عبادؓ اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر خندق کا چکر لگانے کے لیے روانہ ہوئے۔ اچانک وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ابوسفیان چند گھڑ سواروں کو اپنے ہمراہ لے کر خندق کی ایک تنگ جگہ سے گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجاہدین نے اُن کو للکار کر تیروں کی ایسی بارش کی کہ وہ سراسیمہ ہو کر فرار کی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔

جب کفار کی انفرادی کوششیں ناکامی سے دوچار ہو گئیں تو ایک رات انہوں نے طے کیا کہ صبح سویرے سارا لشکر اجتماعی طور پر اس جگہ حملہ کرے گا جہاں حضور سرور دو عالم ﷺ کا خیمہ نصب ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے ان کی غیر معمولی سرگرمیاں دیکھ کر خطرہ کا احساس فرما لیا اور اسلام کے سارے جانبازوں کو حکم دیا کہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں۔ کفار اگر حملہ کریں تو ان کا منہ توڑ جواب دیں۔ صبح ہوتے ہی کفار کے دستوں نے مختلف اطراف سے محاصرہ کر لیا اور اُن کا وہ دستہ جو نہایت منظم اور پوری طرح مسلح تھا اُس نے پورا زور اُس قبہ مبارکہ پر حملہ کرنے میں لگا دیا جس میں رحمت عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ سارا دن جنگ جاری رہی۔ مسلمانوں نے بھی اپنے آقا ﷺ کی حفاظت اور اسلامی پرچم کو بلند رکھنے کے لیے جان کی بازی لگا دی۔

جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو کفار کی فوجیں اپنے اپنے خیمہ گاہوں میں واپس آ گئیں۔ مسلمان بھی اپنے مورچوں میں لوٹ آئے۔ واپسی سے پہلے سرکار

Marfat.com

دو جہاں ﷺ نے اسیر بن حضیر کو حکم دیا کہ وہ دوسو مجاہدین کے ساتھ خندق کی حفاظت کریں۔ اچانک خالد بن ولید کی قیادت میں مشرکوں کا ایک دستہ پلٹ کر حملہ آور ہوا۔ انہیں یہ غلط فہمی تھی کہ دن بھر کے تھکے ماندے مسلمان آرام کر رہے ہوں گے لیکن جب دوسو مجاہدین کی کمانوں سے نکلنے والے تیروں نے ان کو اپنا نشانہ بنایا تو انہیں خائب وخاسر واپس لوٹنا پڑا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہادری

اسی اثناء میں یہودیوں کے پانچ پانچ یا دس دس آدمیوں نے ٹولیوں کی شکل میں ان قلعوں کے گرد چکر لگانے شروع کر دیے جہاں مسلمان خواتین اور بچے ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت صفیہ رضی تعالیٰ عنہا سرور دو عالم ﷺ کی پھوپھی صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک یہودی کو مشکوک حالت میں اپنے قلعے کے اردگرد گھومتے دیکھا تو میں نے حضرت حسانؓ سے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر بتائے گا کہ ہماری حفاظت کے لیے کوئی پہرہ دار نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر حملہ کر دیں۔ بہتر ہے کہ آپؓ نیچے اتریں اور اس یہودی کا کام تمام کر دیں۔ انہوں نے کہا اے عبدالمطلب کی صاحبزادی اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے بخدا آپ جانتی ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں۔ اُن کا یہ جواب سنا تو میں نے اپنا کمر بند کس کر باندھ لیا اور ایک شہتیر اٹھا کر نیچے اتر آئی جب وہ یہودی میرے پاس سے گزرا تو مَیں نے اس کے سر پر دے مارا۔ اسی وقت اس کی جان نکل گئی۔ اوپر جا کر میں نے حضرت

Marfat.com

حسانؓ کو بتایا اور انہیں کہا کہ اس کا لباس اتار لائیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ مَیں نے کہا کہ اس مردے کا سر کاٹ کر یہودیوں کی طرف پھینک دو۔ آپ نے انکار کر دیا۔ میں نے اس کا سر کاٹا اور یہودیوں کی طرف پھینک دیا۔ جب انہوں نے ایک یہودی کا سر کٹا ہوا اپنے ہاں دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ مسلم خواتین کے محافظ موجود ہیں۔

حضور ﷺ نے کفار کی جمعیت اور طاقت کو منتشر کرنے کے لیے بنی غطفان کے سرداروں عیینہ بن حصن اور ابوالحارث بن عمرو سے بات چیت شروع کی۔ انہیں فرمایا اگر تم محاصرہ اٹھا کر چلے جاؤ تو مدینہ کی کھجوروں کا تیسرا حصہ تمہیں دیا جائے گا۔ ابھی یہ بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حضور ﷺ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ ؓ کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ انہوں نے عرض کی اے ہمارے آقا ﷺ اگر یہ معاہدہ حضور ﷺ کو پسند ہے اور خوشی کا باعث ہے تو ہمیں منظور ہے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو بھی ہمیں مجالِ انکار نہیں۔ اگر حضور ﷺ محض ہماری سلامتی کے پیشِ نظر یہ معاہدہ کر رہے ہیں تو پھر ہم یہ معاہدہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہماری غیرتِ ایمانی اور حمیتِ اسلامی کب گوارہ کر سکتی ہے کہ وہ یونہی ہماری کھجوروں میں حصہ دار بن جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے محض تمہاری سلامتی کے پیشِ نظر ان سے بات چیت شروع کی۔ اس تاریک ماحول میں ان صبر آزما مشکلات میں غیرت و جرأت کا یہ مظاہرہ دیکھ کر حضور ﷺ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے عرض کی ہمارے پاس انہیں دینے کے لیے صرف تلوار ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہمارے درمیان اوران کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اہلِ ایمان کے صبر وخلوص کا امتحان ہو چکا تو نصرت خداوندی رونما ہونے لگی۔ بنی غطفان کا ایک نوجوان نعیم بن مسعود بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو نورِ ایمان سے منور کر دیا ہے۔ میرے مسلمان ہونے کی کسی کو خبر نہیں اگر میں کسی خدمت کے قابل ہوں تو ارشاد فرمائیے۔ حضور کریم ﷺ نے فرمایا تم تنہا تو اس آڑے وقت میں اسلام کی کوئی نمایاں خدمت نہیں کر سکتے البتہ اگر تم کسی طرح دشمن کی صفوں میں انتشار پیدا کر دو تو یہ ہماری بڑی امداد ہوگی۔

نعیم کے بنی قریظہ کے ساتھ گہرے مراسم تھے وہ وہاں گیا اور بڑے رازدارنہ انداز میں ان سے کہا کہ قریش اور غطفان کے قبائل مدینہ پر حملہ کے لیے آئے ہیں اور تم نے مسلمانوں سے دوستانہ معاہدہ توڑ کر ان کی امداد کا اعلان کر دیا۔ لیکن تمہاری اور ان کی حالت یکساں نہیں۔ تمہاری یہاں رہائش ہے۔ تمہارے بال بچے مال ومتاع یہیں ہیں۔ تم کسی حالت میں انہیں چھوڑ کر یہاں سے جا نہیں سکتے۔ لیکن ان کے اہلِ وعیال اور مال ومتاع یہاں سے بہت دور اپنے اپنے علاقے میں محفوظ ہیں۔ انہیں موقع ملا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے اور کامیابی کی صورت میں ان کی ہر چیز پر قبضہ کرلیں گے۔ بصورت دیگر وہ یہاں سے چلے جائیں گے۔ خود سوچو کیا ایسی صورت میں تم تنہا اُس شخص کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ تم جنگ چھڑنے سے پہلے انہیں کہو کہ وہ اپنے چند مقتدر لوگ تمہارے پاس بطور یرغمال بھیج دیں

Marfat.com

تا کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ کسی حال میں تمہیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر اپنے وطن نہیں لوٹیں گے۔ یہود قریظہ اس کی بات سے بڑے متاثر ہوئے۔ وہاں سے نکل کر وہ قریش کے پاس آیا اور کہا کہ میرے تمہارے ساتھ عرصہ دراز سے دوستانہ مراسم ہیں مجھے خبر ملی ہے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ میں تمہارے گوش گزار کر دوں۔ لیکن خدارا کسی کو نہ بتانا۔ انہوں نے اسے یقین دلایا کہ یہ راز افشاء ہونے نہیں دیا جائے گا۔ نعیم نے کہا کہ بنو قریظہ مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کرنے کے بعد پچھتا رہے ہیں۔ انہوں نے معاہدہ کی تجدید کے لیے گفت وشنید شروع کر دی ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو کہا ہے کہ ہم اپنی وفاداری کے اظہار کے لیے قریش اور غطفان کے چند مقتدر آدمی کسی طرح بلا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ آپ ﷺ ان کو قتل کر دیجئے گا۔ پھر ہم آپ ﷺ کے ساتھ مل کر کفار پر حملہ کر کے انہیں مار بھگائیں گے۔ اِدھر یہودی تم سے بطور رہن چند آدمی طلب کریں تو خبردار ایک آدمی بھی نہ بھیجنا۔ بعینہٖ یہی بات اس نے غطفان کے سرداروں کو جا کر بتائی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہفتہ کی رات کو ابوسفیان نے عکرمہ اور ورقہ بن غطفان وغیرہ کو یہود کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ محاصرے کو مزید طول دینا اب ہمارے لیے ممکن نہیں۔ کل ہم سامنے سے مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور تم پیچھے سے ہلہ بول دو تا کہ ہم فارغ ہو کر اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ یہود نے جواب دیا کہ کل یوم سبت ہے اور ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے۔ دوسرا ہم مسلمانوں سے دشمنی مول لینے سے پہلے یہ یقین کرنا چاہتے

Marfat.com

ہیں کہ تم کسی وقت ہمیں بے یارومددگار چھوڑ کر چلے تو نہیں جاؤ گے۔ جس کے لیے تم اپنے چند معزز آدمی بطور رہن بھیج دو۔ اگر تمہیں یہ شرط منظور نہیں تو پھر ہم محمد ﷺ کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتے۔ جب وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ابوسفیان کو جا کر بتائی تو وہ کہنے لگا بخدا نعیم نے جو اطلاع ہمیں دی تھی وہ درست ہے۔ ابوسفیان نے ان کی یہ شرط ماننے سے انکار کر دیا۔ اس طرح بنی قریظہ کو یقین ہو گیا کہ نعیم نے جو مشورہ دیا وہ صحیح تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ وہ ایک دوسرے سے بدگمان ہو گئے اور اسلام کے خلاف ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

جاڑے کا موسم تھا بلا کی سردی پڑ رہی تھی سامانِ رسد بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا۔ حوصلے پست اور ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ ایک رات کو سخت آندھی آئی ان کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ ہانڈیاں اُلٹ گئیں گھوڑے رسے تڑوا کر بھاگ نکلے۔ ابوسفیان جو اس ساری شرارت کا سرغنہ تھا اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا یارو مَیں تو جا رہا ہوں۔ تم بھی کوچ کرو۔ قریش اور غطفان نے جب اپنے کمانڈر انچیف کو یوں بزدلی کا مظاہرہ کرتے اور فرار ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی بھاگ جانے میں عافیت سمجھی۔ حضرت حذیفہؓ نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کے فرار کا آنکھوں دیکھا حال بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا تو رحمت مجسم ﷺ خوشی سے ہنس پڑے۔ مسلمان جب صبح بیدار ہوئے اور لشکر کفار کے پڑاؤ کی طرف دیکھا تو وہاں ٹوٹی پھوٹی طنابوں، الٹی ہوئی ہانڈیوں، بجھی ہوئی آگ اور بکھرے ہوئے سامان کے سوا کوئی چیز نظر نہ

Marfat.com

آئی۔ کفر کی کالی گھٹا ناپید ہو چکی تھی۔ یثرب نگر کا مطلع صاف ہو چکا تھا۔ جہاں سورج کی کرنیں مسرتِ کامیابی اور اطمینان کی نوید سنا رہی تھیں۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اگر حضور ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر نہ بھیجا ہوتا تو یہ آندھی لشکرِ کفار کے ہر سپاہی کو ہلاک کر دیتی۔ آپ ﷺ چونکہ رحمت للعالمین ہیں لہٰذا آپ کی شان رحمت للعالمین کے طفیل کفار کو بھی عذاب الٰہی سے پناہ ملی۔

خطرات میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا ایک لشکرِ جرار نے مسلمانوں کا محاصرہ کر رکھا تھا بنو قریظہ کے حملہ آور ہونے کا خطرہ برقرار تھا۔ تقریباً ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ مسلمانوں کو رات کو چین نصیب تھا نہ دن کو آرام۔ حضور اکرم ﷺ تین روز لگاتار سوموار، منگل اور بدھ کو ظہر اور عصر کی نماز کے بعد اسی مسجد فتح میں تشریف لاتے اور لشکر کفار کی شکست کے لیے اپنے رب کریم سے التجا کرتے۔ تیسرے روز حضور اکرم ﷺ کے رخِ انور پر بشارت کے انوار چمکنے لگے۔ جب سورج ڈھل گیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو فتح کی خوشخبری سنائی۔ جب سورج طلوع ہوا اور اس کی روشنی سے کوہ و دمن میں اُجالا ہو گیا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ کفار اور مشرکین کے عساکر کا وہاں نام و نشان تک بھی نہیں۔ سب بھاگ گئے تھے اس وقت اُس بشیر و نذیر اور غیب کی خبریں دینے والے نبی ﷺ نے اپنے جانثاروں کو اُس مژدہ جاں فزا سے خورسند فرمایا:۔

الان نغزوهم ولا يغزوننا نحن نسير اليهم

Marfat.com

اب ہم ان پر حملہ کیا کریں گے۔ وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوسکیں گے۔ اب ہم ان کی طرف جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے ان کلمات طیبہ کو پورا کیا۔ اس کے بعد کفار مکہ کو کبھی جرأت نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں پر لشکرکشی کریں۔ ہمیشہ حضور نبی رؤف الرحیم ﷺ ان پر حملہ آور ہوتے رہے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔

اسی مسجدِ فتح میں ہم نے نفل ادا کیے۔ یہ مسجد تقریباً تیس سیڑھیاں عبور کرکے بلندی پر واقع ہے۔ مسجد فتح ''جو کہ سلع پہاڑ کے غربی حصے پر واقع ہے'' کے جنوب میں بھی کچھ مساجد پائی جاتی ہیں جن کی تعداد تین ہے۔ مسجد فتح کے قریب پہلی مسجد امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کے نام سے منسوب ہے اور دوسری جو اس کے شمال میں ہے سیدنا سلیمان فارسی ؓ کے نام سے منسوب ہے اور تیسری مسجد سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ کے نام سے منسوب ہے۔ ان تینوں مساجد کی زیارت کی اور دو دو نفل ادا کیے۔ یہاں سے فارغ ہوکر ہماری ٹیکسی نے مسجد قبلتین کا رُخ کیا۔ یہی وہ مسجد ہے جس میں نماز کے دوران تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ جس کی وجہ سے دو رکعت بیت المقدس اور دو رکعت بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کرکے ادا کی گئیں۔ اسی وجہ سے یہ مسجد قبلتین کے نام سے شہرت پذیر ہوئی۔ مقصودِ کائنات ﷺ ایک مرتبہ قبیلہ بنو سلمہ کی ایک عورت اُمِ بشر کی بیمار پرسی کو تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا۔ اسی اثناء میں ظہر کا وقت ہوگیا۔ آپ ﷺ

Marfat.com

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ نماز باجماعت ادا فرما رہے تھے۔ پہلی دو رکعت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کر چکے تھے کہ کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر لینے کا حکم آ گیا۔ اس پر آپ ﷺ فوراً کعبہ شریف کی طرف گھوم گئے اور بقیہ دو رکعت کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے پوری فرمائیں۔

سیدنا برا ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ مگر آپ ﷺ اس بات کے خواہشمند تھے کہ بیت اللہ شریف کو قبلہ مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ نماز ظہر پڑھ رہے تھے کہ تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔

ہماری ٹیکسی مسجد قبلتین جا کر رکی۔ پہلے دو نفل تحیۃ المسجد ادا کی اور بعد میں دو نفل اور پڑھے اور اس وقت واقعی دو محرابوں کی بجائے ایک ہی محراب موجود ہے۔ قبلہ اوّل والی محراب کے آثار اب نئی اور پختہ تعمیرات کی وجہ سے موجود نہیں ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ پر تحویل قبلہ کی جو وحی نازل فرمائی تھی اور اس مسجد کو عہد رسالت کے لائق افتخار مسلمانوں کی سجدہ گاہ بنانے کا جو شرف حاصل تھا اس کی یادوں کی مہک اب بھی موجود ہے اور یہاں رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔

وضو کے لیے ٹھنڈے گرم پانی کی سہولت موجود ہے عمدہ قالین بچھے ہوئے ہیں۔ روشنی اور ہوا کا بندوبست ہے۔ دیواروں پر مسجد قبلتین کی فضیلت و تاریخ قلمبند ہے۔ محافظ اور رہنمائی کرنے والے موجود ہیں۔ اللہ کے نیک اور مخلص بندوں کو ان ظاہری باتوں سے زیادہ اپنے حاضر ہونے کی طمانیت قلب ہوتی

Marfat.com

ہے۔نوافل سے فارغ ہو کر ہم ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔اب ہماری منزل مسجد قبا تھی۔ظہور اسلام کے بعد مساجد کی تاریخ میں مسجد قبا کو نہ صرف اولیت کا شرف حاصل ہے بلکہ فخر دو عالم ﷺ کے دست اطہر سے تعمیر ہونے کا اسے اعزاز بھی ملا۔مقصود کائنات ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو چودہ دن تک قبا میں قیام فرمایا۔اسی دوران آپ ﷺ نے اسلام کے تابناک باب کی ابتدا تعمیر مسجد قبا سے فرمائی۔آپ ﷺ نے بنی عمرو بن عوف کے رئیس کلثوم بن عدم کے گھر رہائش اختیار فرمائی اور ان ہی کے مکان میں نماز ادا فرماتے رہے۔بعدازاں آپ ﷺ نے کلثوم بن عدم کی ایک افتادہ زمین میں جہاں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں مسجد قبا کی رسم تاسیس ادا فرمائی جسے ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اس مسجد قبا کی رفعت وعظمت شان کا تذکرہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کیا ہے:

المسجد اسس علی التقویٰ ۔

وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔

تعمیر مسجد میں شاہ کونین ﷺ بھی عام مزدوروں کے شانہ بشانہ مصروف کار رہے۔بڑے بڑے وزنی پتھر اٹھاتے وقت جسد اطہر خم ہو جاتا۔مگر اس جلیل القدر کام میں تساہل گوارہ نہ کیا۔عقیدت مند بڑی لجاجت و مروت سے عرض کرتے آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان آپ چھوڑ جائیں اتنے وزنی پتھر ہم اٹھائیں گے۔آپ ﷺ ان کی دلداری کرتے ہوئے وہ پتھر تو چھوڑ دیتے مگر اسی کے برابر کا دوسرا بڑا پتھر اُٹھا لیتے۔جب

Marfat.com

مسجد قبا کا سنگ بنیاد رکھا جانے لگا تو مقصود کائنات ﷺ نے اپنے دست مبارک سے پہلا پتھر رکھا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس کے ساتھ دوسرا پتھر رکھا۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے ہاتھ سے حضرت صدیق ؓ کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھا۔ پھر عثمان ذالنورین ؓ پتھر لائے اور اس کے ساتھ نصب کر دیا۔ بعد ازاں ہر کس و ناکس پتھر رکھتا گیا۔ اس موقع پر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد اسی ترتیب کے ساتھ خلافت عطا کی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ ہر ہفتہ کو مسجد قبا کی زیارت کو پیدل اور کبھی سواری پر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے اس عمل کی پیروی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی باقاعدگی کے ساتھ اس مسجد کی زیارت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مسجد قبا میں نفل نماز پڑھنا عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب ؓ کا ارشاد ہے کہ اگر مسجد قبا کسی انتہائی دور مقام پر واقع ہوتی تب بھی ہم اس کی زیارت کے لیے سفر کرتے اور اونٹوں کے جگر فنا کر دیتے۔

سورۃ توبہ رکوع ۱۳ اہل قبا کی حق میں نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ زیادہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں وہاں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔'' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فخر دوعالم ﷺ قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں قبا تشریف لے گئے اور اُن سے دریافت فرمایا تمہارا کونسا پسندیدہ اور قابل

Marfat.com

تعریف عمل ہے جس کی وجہ سے قرآن مجید نے تمہاری تعریف و تحسین کی ہے۔ وہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے حبیب آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان ہو جائیں۔ ہمارے پاس بہت زیادہ محبوب عمل تو کوئی نہیں البتہ ہم رفع حاجت سے فارغ ہو کر ڈھیلہ استعمال کرنے کے بعد مزید طہارت کے لیے پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ اسی لطافت اور طہارت پسندی کے باعث اللہ کریم نے تعریف فرمائی ہے۔

ہماری ٹیکسی مسجد قبا میں آئی اور دو نفل تحیۃ المسجد پڑھے اور دو نفل اور ادا کیے۔ دعا کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ اعجاز خالد ہمارے اور بچوں کے لیے مشروب لے آئے۔ اب ہماری ٹیکسی کی آخری منزل جبل اُحد تھی مدینہ منورہ کے شمال میں ڈھائی میل کے فاصلے پر وہ پہاڑ ہے جو جبل اُحد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پہاڑ تقریباً تین میل کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ اُحد حدیث سے ماخوذ ہے جو ذات اُحد کی صفت لازمہ سے ہے۔ سن ۳ ہجری اُحد کی مشہور جنگ اسی پہاڑ کے دامن میں لڑی گئی۔

وادی بدر میں قریش مکہ کی پسپائی صرف جنگی نوعیت کی نہ تھی بلکہ اس نے ان کی زندگی کے سارے گوشوں کو شکست وریخت سے دوچار کر دیا تھا۔ اس شکست نے صرف قریش کی سطوت کو ہی پارہ پارہ نہ کر دیا تھا بلکہ ان کے بتوں کی خدائی کے عقیدے پر بھی کاری چوٹ لگائی تھی۔ بدر کے اس معرکے نے انہیں اس تجارتی شاہراہ سے محروم کر دیا تھا جس کے ذریعے اُن کے تجارتی کارواں ملک شام اور دیگر نواحی ممالک میں بڑی آزادی اور آسانی سے

Marfat.com

آمدورفت رکھتے تھے۔ سب سے بڑی بات جو ہر لحظہ کانٹا بن کر ان کے سینے میں چبھتی اور ان کو بے قرار کرتی تھی وہ ان کے ستر مقتول تھے۔ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا تھا جہاں کسی کا باپ، کسی کا بھائی، کسی کا بیٹا موت کی بھینٹ نہ چڑھا ہو۔ یہ وہ مجموعی اسباب تھے جنہوں نے قریش مکہ کو مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں سے نبرد آزما ہوں اور قبائل عرب میں اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دیں۔ اپنے خداؤں کے ڈولتے ہوئے سنگھاسن کو گرنے سے بچائیں اور مسلمانوں کا خون بہا کر اپنی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کریں۔

عملی اقدام

ابوسفیان نے رات کی تاریکی میں مدینہ منورہ پر حملہ کر کے بدلہ چکانے کی کوشش کی۔ لیکن یہ کوشش اُلٹا اُن کی رسوائی کا باعث بنی۔ غزوہ سویق میں جب لشکرِ اسلام نے ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے اپنے سامان رسد کی سینکڑوں بوریاں راستہ میں پھینک کر اپنی جانیں بچا کر بھاگ جانے کو ہی غنیمت جانا۔ اس لیے انہوں نے ضروری سمجھا کہ اجتماعی طور پر کوئی مؤثر اقدام اُٹھایا جائے۔

ایک روز اہلِ مکہ کا ایک وفد جو عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام اور چند دیگر افراد پر مشتمل تھا ابوسفیان کے پاس گیا اور کہا کہ محمد ﷺ نے ہماری ساری قوم کو تباہ کر دیا ہے۔ جب تک ہم ان سے اپنے مقتولوں کا انتقام نہ لے لیں ہمارے دلوں کو قرار اور روحوں کو چین

Marfat.com

نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلے میں ہماری پہلی درخواست تو یہ ہے کہ آپ ہمارے لشکر کی قیادت قبول کریں اور دوسری درخواست یہ ہے کہ اس جنگ کے اخراجات کے لیے ہمارے ساتھ مالی تعاون کریں۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اس تجارتی قافلے کا اصل سرمایہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیا جائے لیکن اس دفعہ جو نفع ہوا ہے وہ تمام لوگ اس انتقامی جنگ کے فنڈ میں جمع کروا دیں۔ ابوسفیان نے دونوں درخواستوں کو بخوشی قبول کرلیا۔ مالی ضرورتوں کی فراہمی سے مطمئن ہونے کے بعد اب انہوں نے جنگجو لوگوں کو جمع کرنے پر توجہ مبذول کی۔ صرف اہلِ مکہ کو ہی جنگ میں شمولیت کی دعوت نہیں دی بلکہ اپنے میں سے ایسے افراد پر مشتمل ایک وفد تیار کر کے مختلف قبائل کی طرف بھیجا جو اپنی چرب زبانی، عیاری اور سیاسی سمجھ بوجھ کے اعتبار سے بڑے ممتاز تھے۔ چنانچہ بہت جلد تین ہزار کا لشکر جرار اکٹھا ہو گیا۔ جن میں قریش، بنو کنانہ، اہلِ تہامہ اور مختلف قبائل کے بہادر شریک ہوئے۔ ان میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھڑ سوار تھے۔

حضرت عباسؓ، عم النبی الکریم ﷺ نے ابھی تک اظہارِ ایمان نہیں کیا تھا۔ انہوں نے بنی غفار کے ایک آدمی کو مناسب اجرت دے کر ایک خط حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب یہ شخص پہنچا تو حضور ﷺ کے حکم سے ابی بن کعبؓ نے خط پڑھ کر سنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بخدا مجھے اُمید ہے اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا اور حکم دیا کہ اس راز کو افشا نہ کرے۔''

Marfat.com

لشکر کفار کی روانگی

۵ شوال ۳ ہجری کو کفار کا لشکر جو تین ہزار جنگ آزما سورماؤں پر مشتمل تھا مدینہ طیبہ کی ایک چھوٹی سے بستی پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہورہا تھا۔ اگرچہ یہ تعداد مسلمانوں کے لشکر سے پانچ گنا زیادہ تھی، لیکن اس کے باوجود وہ میدان جنگ سے فرار کے ایک فیصد امکان کو بھی ختم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی بیویوں کو بھی ہمراہ لے جائیں گے تاکہ انہیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگنے کا کوئی تصور ہی نہ کرسکے۔ چنانچہ ان کے بڑے بڑے سردار اپنی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ ہی لے گئے۔

لشکرِ کفار میں ایک اور عنصر بھی تھا جو بغض وعناد میں کسی سے کم نہیں تھا۔ ابو عامر راہب یہ بھی اپنے پچاس حواریوں سمیت ابوسفیان کے لشکر میں شامل تھا، یہ یثرب کے قبیلے اوس کا فرد تھا۔ اسے اپنے قبیلے میں وہی اثرونفوذ حاصل تھا جو عبداللہ بن ابی کو اپنے قبیلے خزرج میں نصیب تھا۔ سرور کائنات ﷺ کی ہجرت سے پہلے یہ راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا اور نبی منتظر کی آمد کے لیے چشم براہ تھا۔ لوگوں کو بتایا کرتا کہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ بالکل نزدیک آگیا ہے۔ سرور عالم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس ماہِ تمام کو دیکھ کر اس کے قبیلہ اوس کے سارے مرد وزن حضور ﷺ کے گرویدہ ہوگئے۔ اوس کی ارادت وعقیدت میں اچانک یہ تبدیلی اس کے لیے سوہانِ روح بنتی گئی اور حسد کی آگ اس کے سینے میں سلگنے لگی۔ مدینہ

Marfat.com

طیبہ میں ابو عامر کا ٹھہرنا محال ہوگیا۔ وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ آ گیا اور کفار کو حضور ﷺ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ جب لشکر کفار فرزندانِ اسلام سے نبرد آزما ہونے کے لیے مکہ سے روانہ ہوا تو یہ بھی اپنے ستر یا پچاس حواریوں سمیت لشکر میں شامل ہوگیا۔ محبوب رب العالمین ﷺ نے اس بارے میں اپنے پروردگار کی جناب میں عرض کی تھی۔ الٰہی! اس دشمن حق کو اپنے وطن سے دور تنہائی اور بے کسی کی موت دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کفار کا لشکر مدینہ طیبہ کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ یہ لشکر جب ذوطوی کے مقام پر پہنچا تو عمرو بن سالم خزاعی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان سے الگ ہو کر چپکے سے مدینہ منورہ پہنچا اور سارے حالات سے حضور ﷺ کو مطلع کیا۔ حضور ﷺ نے فضالہ کے دونوں بیٹوں انسؓ اور مونسؓ کو مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ وادی عتیق میں ان کا آمنا سامنا ہوا۔ انہوں نے واپس آ کر حضور ﷺ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت حبابؓ بن منذر کو ان کی سرگرمیوں اور ان کی فوجی طاقت کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر تفصیلی حالات بیان کیے۔ حضور ﷺ نے انہیں تاکید کی کہ اس بات کی تشہیر نہ کریں۔

وادی قناۃ کے وسط میں شہر مدینہ کے سامنے جبل اُحد کی سمت میں کفار کا لشکر خیمہ زن ہوا۔ یہ لشکر بارہ شوال بروز بدھ یہاں پہنچا۔ بدھ، جمعرات اور جمعہ تین روز یہ لوگ یہاں ٹھہرے رہے اور جنگ کے لیے اپنی تیاریاں کرتے رہے۔ ہفتہ کے روز پندرہ شوال کو اللہ تعالیٰ کے محبوب نے اسلام کے جان نثار

Marfat.com

سپاہیوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس سے پہلے ایک مجلس مشاورت قائم کی اور اس میں صورتحال سے عہدہ براہ ہونے کے لیے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر مورچہ بند ہو جاؤ۔ عورتوں اور بچوں کو مختلف گڑھیوں میں بھیج دو۔ اگر کفار باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لیے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی جرأت کی تو ہم گلی کوچوں میں ان سے لڑائی کریں گے اور ہم ان گلیوں کے پیچ وخم سے خوب واقف ہیں۔ اکابر مہاجرین وانصار کی بھی یہی رائے تھی۔ عبداللہ بن ابی نے اس کی تائید کی۔ لیکن پرجوش نوجوانوں کی ایک جماعت جو کسی وجہ سے بدر میں شریک نہیں ہوسکی تھی اور جنہیں شرف شہادت حاصل کرنے کا ازحد اشتیاق تھا وہ حصولِ شہادت کے شوق فراواں کے باعث اس رائے سے متفق نہیں ہوسکے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جب ان کے جوش وایمان، شوقِ شہادت اور اس پر ان کے اصرار کا مشاہدہ فرمایا تو ان کی رائے جو اکثر صحابہؓ کی رائے تھی اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

سب فرزندانِ اسلام نے اپنے محبوب آقا ﷺ کی اقتدا میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں ان کو جدوجہد اور محنت وکوشش کی تلقین فرمائی اور انہیں بتایا کہ جب تک وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں گے اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ شاملِ حال رہے گی۔ نمازِ عصر بھی مسجد نبویؐ میں ادا کی گئی۔ مستورات کو حفاظت کے لیے گڑھیوں میں

Marfat.com

ٹھہرا دیا گیا۔ سرورِ کائنات ﷺ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی معیت میں اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ان دونوں یارانِ وفاشعار نے اپنے آقا کو جنگی لباس پہنایا۔ عمامہ مبارکہ باندھا۔ باہر لوگ دو رویہ صفیں باندھے کھڑے تھے۔ اتنے میں سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر تشریف لائے اور انہوں نے انتظار کرنے والوں کو کہا کہ تم نے حضور ﷺ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے، حالانکہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اس معاملے میں فیصلہ کا کلی اختیار حضور ﷺ کے سپرد کردو۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ رحمتِ عالم ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے اسلحہ سجایا ہوا تھا۔ لوگوں نے مدینہ طیبہ سے باہر جا کر جنگ کرنے پر اصرار کیا تھا اس پر سب نادم ہو رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہتھیار پہننے کے بعد پھر اُنہیں اُتار دے۔ جب تک اللہ اُس کے اور اُس کے دشمن کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔

ان معاملات سے فراغت پانے کے بعد قائد اسلام ﷺ نے تین نیزے منگوائے اور ان تین نیزوں کے ساتھ تین جھنڈے باندھے پھر قبیلہ اوس کا علم اسیدؓ بن حضیر کے حوالے کیا۔ قبیلہ خزرج کا علم حبابؓ بن منذر کے حوالے کیا اور مہاجرین کا علم سیدنا علی المرتضیٰؓ کے دستِ مبارک میں تھمایا اور حضرت عبداللہؓ بن اُم مکتوم کو نماز باجماعت پڑھانے کے لیے مدینہ طیبہ میں اپنا قائم مقام متعین فرمایا۔

Marfat.com

انبیاء ورسل کے قائد اعظم کی اُحد کی طرف روانگی

حضور پرنور ﷺ سلب نامی گھوڑے پر سوار گلے میں کمان آویزاں دستِ مبارک میں نیزہ ہے۔ اسلام کے جاں فروش سپاہی مسلح ہیں۔ مجاہدین اپنے آقا ﷺ کے دائیں بائیں حلقہ بنائے چاق وچوبند شیروں کی طرح رواں دواں ہیں۔ حضور ﷺ جب ''الشینہ'' کے مقام پر پہنچے تو دیکھا اجڈ قسم کے لوگوں کا ایک جتھا کوئی گیت الاپتا ہوا آ رہا ہے۔ دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں۔ عرض کی گئی یہ عبداللہ بن ابی کے وہ حلیف ہیں جن کا تعلق یہود سے ہے۔ پھر پوچھا کیا اسلام لے آئے ہیں عرض کی گئی نہیں۔ فرمایا: ''ہم اہلِ شرک سے جنگ کرتے ہوئے کسی مشرک کی مدد طلب نہیں کرتے۔'' راستے میں دو ٹیلوں کے پاس سے گزر ہوا جنہیں شیخین کہا جاتا تھا۔ یہاں رحمتِ عالم ﷺ نے لشکر کا جائزہ لیا اور جو کمسن تھے اُنہیں واپس بھیج دیا۔

اُحد کی طرف پیش قدمی

لشکر کا جائزہ لینے سے فراغت ہوئی تو سورج غروب ہوگیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کی معیت میں نمازِ مغرب اور پھر کچھ دیر بعد نمازِ عشاء باجماعت فرمائی۔ حضور ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو پچاس نوجوانوں کا قائد بنا کر لشکر گاہ کا پہرہ دینے کے لیے مقرر فرمایا اور اپنی حفاظت کے لیے ذکوان بن عبد قیس کو یہ شرف بخشا۔ سحری تک نبی کریم ﷺ نے آرام فرمایا۔

Marfat.com

جب حضور ﷺ شوط کے مقام پر پہنچے تو عبداللہ بن ابی سردارِ منافقین اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو کر واپس جانے لگا۔ اس وقت وہ بڑبڑا رہا تھا کہ انہوں نے نادان بچوں کا کہنا مانا اور میرے مشورے کو مسترد کر دیا ہے۔ اس کے ہم قبیلہ عبداللہ بن حرامؓ نے کوشش کی اور کہا اے میری قوم! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی قوم اور نبی ﷺ کو ایسے نازک وقت میں نہ چھوڑو جب ان کا دشمن میدان میں آموجود ہوا ہے۔ آؤ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور ان کا دفاع کریں۔ لیکن منافقین نے ان کی منت سماجت کا کوئی اثر قبول نہ کیا تو انہوں نے فرمایا: ''جاؤ خدا تمہیں برباد کرے۔ اے اللہ کے دشمنو! اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔'' ایسے نازک موقع پر اتنی بڑی تعداد کا الگ ہو جانا رئیس المنافقین کی طرف سے بڑی خطرناک اور حوصلہ شکن چوٹ تھی۔ اُس کا یہ خیال تھا کہ لشکرِ اسلام اس چوٹ کی تاب نہ لاسکے گا اور باقی ماندہ لوگ بھی بد دل ہو کر راہِ فرار اختیار کر لیں گے۔ لیکن شمع جمالِ مصطفےٰ ﷺ کے پروانوں کے جذبہ جاں نثاری کا اندازہ لگانے میں اسے سخت دھوکا ہوا تھا۔ نہ ان کا قائد عام قائدین جنگ کی طرح تھا نہ اس کے پرچم تلے جمع ہونے والے سپاہی کرائے کے تھے۔ ان کا قائد اللہ کا رسول ﷺ تھا اور اس کے مجاہد وہ جانباز تھے جو اپنے محبوب نبی ﷺ کی شراب محبت میں اس قدر سرشار تھے کہ اس کے ادنیٰ اشارے پر اپنا تن من دھن سب کچھ بصد مسرت قربان کرنے کیلئے تیار تھے۔ منافقین کے الگ ہو جانے کے بعد لشکرِ اسلام کی تعداد سات سو رہ گئی۔ اس وقت بعض انصار نے

Marfat.com

عرض کی کہ کئی یہودی قبائل ہمارے حلیف ہیں، اجازت ہو تو ان کو مدد کیلئے بلا لیں۔ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: ''لاحاجة لنا بهم'' ہمیں اُن کی ضرورت نہیں۔'' حضور ﷺ چاہتے تھے کہ صرف وہی لوگ لشکرِ اسلام میں شامل ہوں جو محض اپنے عقیدے کا دفاع کرنے کیلئے دشمن سے نبرد آزما ہونا چاہتے ہوں۔

اُحد اور مدینہ کے درمیان زیادہ سے زیادہ تین میل کا فاصلہ ہے۔ لشکرِ اسلام سحری کے وقت شیخین سے روانہ ہو کر اُحد کی گھاٹی میں پہنچا تو نمازِ فجر کا وقت ہو گیا تھا۔ سامنے کفار کا لشکر دکھائی دے رہا تھا۔ حضرت بلالؓ نے حسبِ ارشاد اذان دی پھر اقامت کہی۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں نے اس کے محبوب رسول ﷺ کی اقتدا میں نمازِ فجر باجماعت ادا کی۔ نمازِ فجر سے فارغ ہونے کے بعد نبی رؤف الرحیم ﷺ نے اسلام کے سرفروشوں کے سامنے ایک روح پرور اور ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا:

میدانِ اُحد میں غازیانِ اسلام کے سامنے ہادی برحق ﷺ کا تاریخ ساز خطاب

''اے لوگو! میں تمہیں اس چیز کی وصیت کرتا ہوں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی کتاب میں دیا ہے کہ میں اُس کی اطاعت کروں اور حرام کاموں سے باز رہوں۔ آج تم اجر و ثواب کے مقام پر کھڑے ہو جس نے اپنے اس مقام کو یاد رکھا اور پھر اس نے اپنے نفس کو صبر، یقین، جہد مسلسل اور

Marfat.com

خوش دلی کا خوگر بنایا۔ کیونکہ دشمن سے جہاد کرنا بہت مشکل کام ہے۔ کم لوگ ہیں جو اس صبر آزما مرحلے میں ثابت قدم رہتے ہیں، بجز اُن لوگوں کے جنہیں اللہ سیدھے راستے پر پختہ کر دیتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اُسی کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کا فرماں بردار ہوتا ہے اور بے شک شیطان اُس کے ساتھ ہوتا ہے جو اللہ کا نافرمان ہوتا ہے۔ آج اپنے اعمال کی ابتدا جہاد پر صبر سے کرو اور طلب کرو اس صبر سے فتح کا وہ انعام جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا ہے۔ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی پابندی کو لازم جانو کیونکہ میں تمہاری ہدایت یابی پر بہت حریص ہوں۔ باہمی اختلاف، جھگڑا اور بزدلی، عجز اور کمزوری کی علامتیں ہیں۔ یہ ان چیزوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اور اس پر کسی کو فتح اور کامیابی سے نہیں نوازتا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے یہ چیز ازسرِنو میرے سینے میں ڈالی ہے کہ جو شخص حرام کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے درمیان اور اُس کے درمیان جدائی کر دیتا ہے اور جو شخص حرام سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے منہ موڑتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اس پر دس بار درود بھیجتے ہیں۔ جو شخص احسان کرے کسی مسلمان یا کافر کے ساتھ اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر لازم ہو جاتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُس پر جمعہ فرض ہے بجز نابالغ بچے کے، عورت، بیمار اور غلام کے۔ جو شخص نمازِ جمعہ سے بے پروائی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے بے پروائی کرے گا اور اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ سب

Marfat.com

تعریفیں سراہتا ہے۔ مَیں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں اللہ کے قریب کردے مگر میں نے تمہیں اس کو بجالانے کا حکم دیا ہے۔ میرے دل میں جرائیل امین علیہ السلام نے یہ بات ڈال دی ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنے رزق کا آخری لقمہ بھی پورا پورا حاصل کرلے اور اس سے ذرا کم نہ ہو اور اگر وہ رزق اس سے لیٹ ہوجائے۔ پس اللہ تعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے اُس سے ڈرتے رہو اور رزق طلب کرنے میں خوبصورت (حلال) ذرائع اختیار کرو اور رزق کے ملنے پر تاخیر تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم اللہ کی نافرمانی کے ذریعے سے اس کو طلب کرو۔ کیونکہ جو چیز اس کے پاس ہے وہ اس کی فرماں برداری کے ذریعے سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال اور حرام کو بیان کردیا ہے۔ ان کے علاوہ ان کے درمیان مشتبہ چیزیں بھی ہیں۔ جو ان کا مرتکب ہوتا ہے وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو کسی محفوظ چراگاہ میں داخل ہوجائے۔ کوئی ایسا بادشاہ نہیں مگر اس کی محفوظ چراگاہ ہوتی ہے۔ خبردار اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہیں اور اس کے محارج ہیں۔ ایک مومن دوسرے مومن کیلئے اس طرح ہے جیسے سر جسم سے ہوتا ہے۔ جب سر بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بے قرار ہوجاتا ہے اور تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو"۔

اس مبارک خطبہ کی برکت سے دل روشن ہوگئے۔ ہر قسم کے خطرات سے اذہان پاک صاف ہوگئے۔ اب قائدِ لشکرِ اسلام ﷺ نے اپنے آخری جنگی احکامات صادر فرمائے۔ پہلا حکم یہ تھا کہ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی شخص جنگ کا آغاز نہ کرے۔ عینین کے مقام پر حضرت عبداللہؓ بن جبیر کی

Marfat.com

قیادت میں پچاس ماہر تیراندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا اور ان تیراندازوں کو اپنا تاکیدی حکم سنایا کہ اگر گھڑسوار ہم پر حملہ کریں تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنا تاکہ ہمارے پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کرسکیں۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے مشرکین کو شکست دے دی ہے اور ہم ان کے لشکر میں گھس کر انہیں بے دریغ تہ تیغ کر رہے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ دشمن ہمیں تہ وتیغ کر رہے ہیں تب بھی ہماری مدد کے لیے مت آنا۔ جب تک میں تمہاری طرف اپنا خصوصی پیغام نہ بھیجوں۔ دشمنوں پر تیروں کی موسلا دھار بارش کرتے رہنا۔ جب تک تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو گے ہم غالب رہیں گے۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے انہیں سمجھانے میں اپنا فرض ادا کردیا۔ ان ارشادات کے بعد لشکر اسلامی کے میمنہ (دائیں بازو) کی قیادت حضرت زبیرؓ بن عوام کو اور میسرہ (بائیں بازو) کی قیادت حضرت منذرؓ بن عمرو کو تفویض فرمائی۔ پھر پوچھا مشرکین کا علمبردار کون ہے۔ عرض کی گئی طلحہ بن ابی طلحہ۔ فرمایا: ''کفار نے اگر بنی عبدالدار کے ایک فرد کو اپنا پرچم دیا تو ہم بھی اسی خاندان کے ایک فرد کو یہ اعزاز عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ بن زبیر کو اسلام کا علم عطا فرمایا۔''

مشرکین کی صف آرائی

مشرکین نے بھی ایک کھلے میدان میں اپنی صفیں درست کیں۔ سواروں کے میمنہ کی کمان خالد بن ولید کے سپرد کی گئی اور میسرہ کی قیادت عکرمہ بن ابی جہل کو تفویض ہوئی۔ تیر افگنوں کے دستہ کا کمانڈر عبداللہ بن

Marfat.com

ربیعہ کو مقرر کیا گیا اور پیدل لشکر کا سردار صفوان بن اُمیہ تھا۔ بعض نے عمرو بن عاص کا نام لیا ہے۔ ابوسفیان ساری فوج کا سپاہ سالارِ اعظم تھا۔ وہ صفوں میں چکر لگا رہا تھا۔ ابوسفیان کو اپنے سیاسی جوڑ توڑ پر بڑا ناز تھا۔ جب دونوں فریق آمنے سامنے صف آرا ہو گئے تو اس نے انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کو پیغام بھیجا کہ ہمارے تمہارے دیرینہ دوستانہ تعلقات ہیں۔ ہم اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ ہم تم سے جنگ کریں۔ ہمارے وہ رشتہ دار جو اپنے وطن کو چھوڑ کر تمہارے پاس آ گئے ہیں ہمیں ان سے جنگ کرنے دو۔ ابو سفیان اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ ان چکنی چپڑی باتوں سے انصار کو اپنا ہم نوا بنا لے گا۔ لیکن اسے یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ لوگ مطلعِ ہدایت کے اس ماہِ مبین پر ہزار جان سے فریفتہ ہیں۔ وہ تو اسؐ کے ایک تبسم کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دینے کا عہد کر کے یہاں آئے ہیں۔ انصار نے مشرکین کے اس سیاستدان کو وہ دندان شکن جواب دیا کہ وہ کھسیانا ہو کر رہ گیا۔

حضرت ابودجانہؓ

اُحد کے دن سرورِ کائنات ﷺ نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا: ''کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کرے۔'' کئی حضرات صحابہؓ اُٹھ کھڑے ہوئے اور وہ تلوار لینے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن سرکار دوعالم ﷺ نے ہر بار اسے پیچھے کھینچ لیا۔ آخرکار ایک مشہور بہادر حضرت ابودجانہؓ سماک بن خرش کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ اے اللہ کے پیارے رسول

Marfat.com

ﷺ اس کا حق کیا ہے۔ فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمن پر تو پے در پے وار کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ ابو دجانہؓ نے عرض کی! میں اس شرط پر یہ تلوار لینے کیلئے تیار ہوں۔ حضور ﷺ نے یہ تلوار انہیں عطا فرما دی۔ ابو دجانہ کا ایک سرخ دوپٹہ تھا جسے عصابہ الموت کہا جاتا تھا۔ آپؓ جس وقت وہ سرخ دوپٹہ سر پر باندھتے تھے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔

جنگ کا آغاز اور اس کی حشر سامانیاں

کفار کی طرف سے سب سے پہلے جس نے جنگ کا آغاز کیا وہ ابو عامر تھا۔ اس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ جب اس کی قوم بنی اوس اسے دیکھیں گے تو تمام کے تمام اس نبی ﷺ کی معیت کو چھوڑ کر اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے۔ جب وہ میدان جنگ میں نکلا تو اس زعم باطل کے زیر اثر اس نے بلند آواز میں کہا۔ ''اے گروہِ اوس! مجھے پہچانا میں عامر ہوں'' انہوں نے یک زبان ہو کر کہا: ''اے فاسق! اے بدمعاش خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے ہماری آنکھوں سے دور ہو جا۔'' کہنے لگا میرے چلے آنے کے بعد میری قوم فتنہ و شر کا شکار ہوگئی۔ پھر اس نے مسلمانوں پر خوب تیر برسائے۔ جب ترکش خالی ہو گیا تو اس بد باطن نے پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ اس کے بعد فریقین ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور گتھم گتھا ہو گئے۔

نبی کریم ﷺ نے جب اپنی تلوار بے نیام کر کے اپنے صحابہؓ سے پوچھا کہ تلوار کا حق کون ادا کرے گا تو دیگر صحابہؓ کے علاوہ حضرت زبیرؓ نے بھی

Marfat.com

اپنے آپ کو پیش کیا۔ لیکن حضور ﷺ نے اپنی تلوار ابودجانہؓ کو مرحمت فرمائی۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کا بہت رنج ہوا۔ میں نے سوچا دیکھتا ہوں کہ وہ اس جنگ میں کون سے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابودجانہؓ نے اپنا سرخ دوپٹہ سر پر باندھا اور تلوار لہراتے ہوئے میدان کارزار میں گھس گئے۔ جدھر سے گزرتے کشتوں کے پشتے لگاتے چلے جاتے۔ سامنے سے ایک کافر گرجتا ہوا، دھاڑتا ہوا آیا۔ اس کی راہ میں جو بھی زخمی مسلمان آتا اُس کا کام تمام کر دیتا۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ ان دونوں کی مڈبھیڑ ہو جائے اور مَیں ابودجانہؓ کی شجاعت کے جوہر دیکھوں۔ چنانچہ چند لمحوں کے بعد وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے۔ آخر اس مشرک نے خوب تاک کر ایک بھرپور وار حضرت ابودجانہؓ پر کیا جسے آپؓ نے اپنے سر پر روک لیا۔ پھر اللہ کے شیر ابودجانہ نے اپنی شمشیر جو ہر دار لہرائی اور بجلی کی سرعت سے اس پر حملہ کیا اور اس کو دولخت کر کے رکھ دیا۔

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابودجانہؓ کو دیکھا کہ ہندہ زوجہ ابوسفیان جو اپنی اشتعال انگیزیوں سے مسلمانوں پر قیامت برپا کر رہی تھی ایک مرتبہ ابودجانہؓ کی زد میں آئی لیکن آپ نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ میری ملاقات ابودجانہؓ سے ہوئی تو مَیں نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو آپؓ نے جواب دیا: ''مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ مَیں حضور ﷺ کی تلوار سے ایک عورت کو قتل کروں اور عورت بھی وہ جس کا اس وقت کوئی یار و مددگار نہ تھا''۔

اسلام کے مجاہدین اللہ تعالیٰ کے نام کو سربلند کرنے کے لیے سر دھڑ

Marfat.com

کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ مشرکین کے سوار دستوں نے تین دفعہ لشکرِ اسلام پر عقب سے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہر بار عینین کی پہاڑی پر موجود تیراندازوں نے انہیں راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ لشکرِ اسلام کے علمبردار مصعبؓ بن عمیر تھے۔ اچانک دشمن نے آپ کو اپنے حملوں کا ہدف بنا لیا وہ جانتے تھے کہ جب کسی قوم کا علمبردار موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے تو جھنڈا سرنگوں ہوجاتا ہے اور جب کسی فوج کا جھنڈا سرنگوں ہوجاتا ہے تو پھر ان کا میدانِ جنگ میں ٹھہرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کے بعد سرور عالم ﷺ نے حضرت علی ؑ کو حکم دیا کہ وہ اسلام کے پرچم کو پکڑ لیں۔ جس مشرک نے حضرت مصعبؓ کو شہید کیا تھا اس کا نام ابن قمیئہ تھا وہ مصعبؓ کو نبی کریم ﷺ خیال کررہا تھا۔ ان کو قتل کرنے کے بعد وہ لشکر میں لوٹ گیا اور وہاں اعلان کردیا کہ ''قتلت محمداً'' محمد (ﷺ) قتل ہوگئے۔ نعوذ باللہ۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے کفار کے گیارہ علمبردار موت کے گھاٹ سلا دیئے گئے۔ جس سے کفار کے حوصلے پست ہوگئے۔ ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ انہوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کردیا۔ مسلمان مجاہدین ننگی تلواروں سے اُن پر تابڑتوڑ حملے کررہے تھے۔

عمرہ بن علقمہ قریش کی ایک خاتون تھی۔ یہ بھی لشکر کفار کے ساتھ دوسری عورتوں کے ہمراہ اپنے مردوں کے جذبہ انتقام کو بھڑکانے کے لیے آئی تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ مرد بھی میدان جنگ سے بھاگ رہے ہیں۔ عورتوں کے دستہ کی کمان دار ہندہ بھی اپنے پائنچے چڑھائے بھاگی جارہی

Marfat.com

ہے۔تو یہ فرطِ غضب سے لرز اُٹھی ۔ چند عورتوں کو ساتھ لیا اور آگے بڑھی اور مردوں کو لعن طعن کرنے لگی۔ اہلِ مکہ کے آخری علمبردار کے قتل ہو جانے کے بعد جھنڈا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اُسے اٹھانے کی کسی کو جرأت نہ تھی۔ یہ عمرہ آگے بڑھی اس جھنڈے کو اُٹھایا اور فضا میں لہرا دیا۔ اس کی اس شجاعت نے کفار کو ایک نئے جوش وخروش سے لبریز کر دیا۔ کفار قریش پلٹ پلٹ کر واپس آنے لگے اور مسلمانوں پر حملے کرنے لگے۔ مسلمانوں کی صفوں میں نظم وضبط باقی نہ رہا تھا۔ اس وقت عینین کی پہاڑی کو خالی پا کر خالد بن ولید نے جبل اُحد کا چکر کاٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ تیراندازوں کے دستے کے ایک امیر حضرت عبداللہ اپنے باقی ماندہ نو دس ساتھیوں کے ساتھ خالد کے تند وتیز سیلاب کو روکنے کے لیے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ سب نے اپنی جانیں دے دیں۔ لیکن وہ اس طوفان کو روک نہ سکے۔

شہادت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

امام بخاری، ابوداؤد طیالسی، ابن اسحٰق اور دیگر اہل تحقیق نے آپؓ کی شہادت کا واقعہ آپؓ کے قاتل وحشی کی زبان سے یوں نقل کیا ہے کہ جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا۔ جب قریش مکہ جنگِ اُحد کے لیے روانہ ہوئے تو میرے مالک جبیر بن مطعم نے مجھے کہا کہ اگر تم میرے چچا طعیمہ کے عوض حضور ﷺ کے چچا حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ مَیں حبشی النسل تھا اور حربہ (چھوٹا نیزہ) مارنے میں کمال مہارت رکھتا تھا۔ جب جنگ

Marfat.com

شروع ہوئی تو میں صرف حضرت حمزہؓ کی سرگرمیوں کو تاڑتا رہا۔ آپؓ جدھر سے گزرتے اپنی تلوار آبدار سے صفوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتے۔ آپؓ کے مقابلے میں کھڑے ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ سامنے آنکلا۔ آپؓ نے اس پر حملہ کر دیا اور آنِ واحد میں اُسے موت کی آغوش میں سلا دیا اور اُس کی نعش پر سے زرہ اُتارنے کیلئے جھکے۔ میں ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھا تھا۔ جب حضرت حمزہ ﷺ کا پاؤں پھسلا تو زرہ سرکنے سے آپؓ کا پیٹ ننگا ہو گیا۔ مَیں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پوری قوت سے اپنی گرفت میں لے کر لہرایا۔ جب مجھے تسلی ہو گئی تو میں نے تاک کر وہ نیزہ آپؓ کے شکم پر دے مارا۔ آپؓ نے غضبناک شیر کی طرح مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا آپؓ اُٹھ نہ سکے۔ مَیں وہاں سے چلا آیا۔ جب آپؓ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزہ اُٹھا لایا۔

وحشی نے آپؓ کو شہید کرنے کے بعد آپؓ کا پیٹ چاک کر کے آپؓ کا کلیجہ نکالا اور ہندہ کے پاس لے آیا اور کہا یہ حمزہ کا کلیجہ ہے۔ اس نے اسے چبایا۔ ہندہ نے اپنے زیور اُتار کر وحشی کو بطور انعام دیا اور وعدہ کیا کہ مکہ جا کر وہ اسے مزید دس دینار دے گی۔

وحشی کہتا ہے کہ مجھے اس جنگ سے اس سے زیادہ کوئی دلچسپی نہ تھی۔ مَیں نے اپنی آزادی کا راستہ ہموار کیا اور واپس آ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد میرے مالک نے حسب وعدہ مجھے آزاد کر دیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو مَیں بھاگ کر طائف آ گیا۔ لیکن جب اہلِ طائف کا وفد اسلام قبول کرنے

Marfat.com

کے لیے جانے لگا تو مجھے خیال آیا کہ میں کیوں یمن یا شام نہ چلا جاؤں۔ میں اسی اُدھیڑ بن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا کہ نبی کریم ﷺ ایسے شخص کو ہرگز قتل نہیں کرتے جو دین اسلام کو قبول کر لے۔ چنانچہ میں طائف سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اسے رہنے دو، اسے کچھ نہ کہو ایک آدمی کا مشرف با سلام ہونا مجھے اس بات سے بہت عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کفار کو تہ تیغ کر دوں۔"

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ اُحد کے دن عبداللہ بن جحشؓ نے مجھے کہا کہ آؤ ایک کونے میں جا کر دعا مانگیں اس قبولیت کی گھڑی میں ہماری دعائیں قبول ہوں گی۔ چنانچہ ہم ایک الگ گوشے میں چلے گئے۔ پہلے میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی کہ اے میرے رب! کل جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو میرے مقابلے میں ایک طاقتور اور ماہر جنگجو کو بھیج تا کہ میں تیری رضا کے لیے اُس سے جنگ لڑوں۔ پھر مجھے اُس پر غلبہ دے تا کہ میں اسے قتل کر دوں اور اس کے لباس زرہ اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لوں۔ پھر عبداللہ بن جحشؓ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔ الٰہی! میرے مقابلے میں ایک ایسا کافر بھیج جو بڑا قوی اور تنومند ہو۔ میں تیری رضا کے لیے اُس سے جنگ لڑوں اور وہ مجھ سے جنگ کرے اور آخر کار وہ مجھے قتل کر دے۔ پھر وہ مجھے پکڑ لے۔ میری ناک اور میرے کان کاٹ

Marfat.com

دے اور جب میں روزِ قیامت تجھ سے اس حالت میں ملاقات کروں تو تو فرمائے اے میرے بندے! کس جرم میں تیری ناک اور تیرے کان کاٹے گئے۔ تو میں جواب میں عرض کروں کہ تیری محبت اور تیرے محبوب ﷺ کے عشق کے جرم میں۔ تو تو فرمائے اے میرے بندے! تم سچ کہہ رہے ہو۔

حضرت سعدؓ یہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ کی دعا میری دعا سے بدرجہا بہتر تھی۔ چنانچہ دونوں کی دعائیں قبول ہوئیں اور حضرت عبداللہؓ کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔

ابوسعد خثیمہ رضی اللہ عنہ بن ابی خثیمہ

حضرت خثیمہؓ نے اُحد کے روز اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا لیکن میرا بیٹا شریک ہوا اور نعمت شہادت سے سرفراز ہوا۔ کل رات میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا۔ اُس کی حالت بہت عمدہ تھی۔ اس نے مجھے کہا ابا جان! آجاؤ۔ جنت میں ایک ساتھ رہیں گے۔ میں نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا ہے۔ حضور ﷺ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی شرفِ شہادت سے نوازے اور جنت میں اس کی معیت نصیب فرمائے۔ سرور دوعالم ﷺ نے اپنے غلام کے لیے دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔

Marfat.com

اُصیرم عمرو بن ثابت وقش رضی اللہ عنہ

یہ انصار کے قبیلے کا ایک فرد تھا لیکن اسلام کا سخت مخالف تھا۔ ایک روز باہر سے مدینہ طیبہ آیا یہ وہ دن تھے جب سرکار دو عالم ﷺ اپنے صحابہؓ سمیت غزوہ اُحد کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اپنی قوم کے بارے میں دریافت کیا۔ پتہ چلا سب میدان اُحد میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو اسلام قبول کرنے کے لیے کشادہ کر دیا اور اس نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ پھر مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان اُحد کی طرف گیا۔ مسلمانوں نے جب اس کو دیکھا تو کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ تم ہمارے ساتھ یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ اس نے کہا بھائیو! مجھ پر برہم نہ ہو میں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ جب جنگ شروع ہوئی اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ اتنے میں سعدؓ بن معاذ تشریف لائے۔ انہوں نے ان کے بھائی سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ کیا تم اپنی قوم کی حمیت کے جذبہ سے یہاں آئے ہو یا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ناموس کے لیے غضبناک ہو کر آئے ہو"۔ اس نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عزت و ناموس کے لیے آیا ہوں۔ کچھ دیر بعد انہوں نے انتقال فرمایا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں اطلاع دی گئی تو فرمایا: "اُصیرم اہل جنت سے ہے۔" ایک دن ابو ہریرہؓ نے لوگوں سے پوچھا ایسے جنتی کا نام بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور پھر بھی وہ

Marfat.com

جنت میں ہے۔ لوگوں نے کہا آپ ہی فرمایئے۔ کہا وہ اُصیرم ہے جو بنی عبدالاشہل کا فرد ہے۔

ایک خطرناک لغزش

تیر افگن دستہ کا اپنے مورچہ کو خالی چھوڑ دینا

باطل کے علمبرداروں کے چھکے چھوٹ چکے تھے۔ ان کے لشکر میں افراتفری کے آثار نمایاں نظر آنے لگے تھے۔ چند لمحوں کی بات تھی کہ کفر کے قشتونِ قاہرہ میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان مجاہدین کو کفر و باطل پر دوسری فتح عظیم نصیب ہوئی لیکن تیر افگن دستے کے چند افراد کی جلد بازی نے جنگ کا سارا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ قریش مکہ کے لشکر کی صفیں بکھر گئی ہیں اور وہ راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں تو انہوں نے سوچا کہ اب ان کا یہاں رہنا بے سود ہے کیوں نہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے ان مجاہد ساتھیوں کا ہاتھ بٹائیں جو اموالِ غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے دستے کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ سے جب اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو انہوں نے شدومد سے اس کی مخالفت کی اور فرمایا کیا تمہیں یاد نہیں رہا کہ آقا ﷺ نے اس سلسلہ میں کتنے واضح اور حتمی احکامات دیے ہیں۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ کا مدعا یہ نہ تھا کہ اتنی واضح فتح وکامرانی کے بعد بھی ہم بے مقصد یہاں کھڑے رہیں۔ پچاس میں سے تقریباً دس تیر انداز امیر کے جھنڈے کے نیچے ڈٹے رہے اور باقی ماندہ افراد اموالِ

Marfat.com

غنیمت جمع کرنے کے لیے لشکر کفار میں گھس گئے۔ جب خالد بن ولید نے دیکھا کہ وہ عینین کی پہاڑی تیر افگنوں سے تقریباً خالی ہو چکی ہے تو اس نے اور عکرمہ نے اپنے گھڑسوار دستوں کو لے کر جبل اُحد کا چکر کاٹا اور مسلمانوں پر اُن کی پشت کی طرف سے ہلہ بول دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور اُن کے ساتھیوں نے آڑے آنے کی کوشش کی۔ وہ ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش کر گئے لیکن اس ریلے کو آگے بڑھنے سے نہ روک سکے۔ مسلمانوں کی صفوں کی ترتیب درہم برہم ہو چکی تھی۔ عسکری تنظیم سے وہ بے بہرہ ہو چکے تھے۔ وہ ذہنی طور پر جنگ جیت چکے تھے۔ انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا کہ انہیں اپنے دشمن کی تند و تیز یلغار کو روکنے کے لیے ایک مرتبہ پھر عسکری نظم وضبط سے ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ جزع و فزع کے اس عالم میں کسی شیطان نے تین بار یہ اعلان کیا کہ جانِ عالم ﷺ کو قتل کر دیا گیا۔ مسلمان مزید حواس باختہ ہو گئے۔ ایک گروہ تو بھاگ کر مدینہ طیبہ میں جا داخل ہوا۔ لیکن جانبازوں کی ایک جماعت نے اپنے پریشان حال ساتھیوں کو للکارا اور کہا آؤ ہم بھی اس دین کی بقاء کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیں جس کے لیے حضور ﷺ نے جامِ شہادت نوش کیا ہے تاکہ بارگاہِ الٰہی میں شہید بن کر حاضر ہوں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ کمان کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت عکاشہؓ نے ایک بار اس کی مرمت کی۔ حضور ﷺ پھر تیر برسانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ چلہ کئی جگہ سے ٹوٹ گیا۔ کمان کے ٹوٹنے کے بعد پھر حضور ﷺ نے کفار پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ اس روز حضور ﷺ کے اردگرد پندرہ جان نثار

Marfat.com

حلقہ باندھے کھڑے تھے ان میں آٹھ مہاجر اور سات انصار تھے۔ کفار چاروں طرف سے آنحضور ﷺ پر تیر برساتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب بندے کی حفاظت فرما رہا تھا۔ کوئی تیر حضور ﷺ کو چھو کر نہیں گزرتا تھا۔

مشرکین کا محبوب رب العالمین ﷺ پر فیصلہ کن حملہ

مشرکین نے پرا باندھ کر جانِ عالم ﷺ پر ہلہ بول دیا۔ اس عزم کے ساتھ کہ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے چار پتھر مارے۔ ایک پتھر لگنے سے سامنے والے دو اوپر کے اور دو نیچے کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ جڑ سے نہیں اُکھڑے ان کا اوپر کا حصہ الگ ہو گیا اور نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا۔ حاکم، حاطب بن ابی بلتعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک جب شہید ہوئے تو میں حاضر ہوا پوچھا یہ کس نے حرکت کی ہے۔ فرمایا عتبہ بن ابی وقاص نے۔ پوچھا وہ کدھر گیا ہے۔ حضور ﷺ نے اشارے سے بتایا کہ ادھر۔ چنانچہ میں اس کے تعاقب میں نکلا۔ جلد ہی مجھے مل گیا میں نے تلوار سے اس پر حملہ کیا اور اُس کا سر کاٹ کر پرے پھینک دیا۔ پھر میں نے اس کا سر اُٹھایا اور اُس کے گھوڑے کو پکڑا اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے مجھے دعا دیتے ہوئے دو بار فرمایا: ''اللہ آپ سے راضی ہو۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔''

علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ عتبہ کی اولاد میں سے ہر بچہ کے سامنے والے چار دانت ناپید ہوتے ہیں اور اُس کے منہ سے سخت بدبو آتی ہے۔ حضور ﷺ

Marfat.com

کے چہرہ انور پر عبداللہ بن شباب الزہری کی ضرب سے زخم آیا اور ریش مبارک خون سے رنگین ہوگئی۔ یہ بعد میں مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ عبداللہ بن قمئہ جو بنو ہذیل قبیلہ کا ایک فرد تھا، حضور ﷺ کے رُخسار کو زخمی کر دیا۔ پھر وہ تلوار کا وار کرنے لگا۔ حضور ﷺ اس کے حملے کو روکنے کے لیے آگے بڑھے کہ سامنے ایک گڑھا تھا۔ اُس میں گر پڑے۔ یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے ایک تھا جو ابو عامر فاسق نے میدان جنگ میں جگہ جگہ کھدوا دیئے تھے۔ تا کہ مسلمان بے خبری میں ان میں گریں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے نیچے اتر کر سہارا دیا۔ حضور ﷺ باہر تشریف فرما ہوئے۔ حضور ﷺ کے گھٹنوں پر خراشیں آ گئی تھیں۔ طبرانی ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابن قمئہ نے تیر مارا تو کہا: ''خذھا وانا ابن قمئة یہ لو تیر آیا اور میں قمئہ کا بیٹا ہوں۔'' سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''اقمئک اللہ تمہیں اللہ ذلیل وخوار کرے''۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایک جنگلی مینڈھے نے اس پر حملہ کر دیا اور اپنے تیز سینگوں سے اسے چھلنی کر کے پہاڑ کی بلندی سے اپنے سر سے دھکا مارا۔ یہ لڑھکتا لڑھکتا نیچے آ رہا۔ اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہوگیا اور ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔

ابوسفیان حضور ﷺ کی تلاش میں

جب یہ افواہ پھیلی کہ نبی کریم ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں تو مسلمانوں کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ سب سے پہلے جس نے سرکار دو عالم ﷺ کو

Marfat.com

پہچانا وہ حضرت کعب بن مالکؓ تھے۔ انہوں نے بلند آواز سے چیخ چیخ کر اعلان کرنا شروع کردیا۔ اے فرزندانِ اسلام! یہ ہیں ہمارے آقا و مولا ﷺ آپ بخیر و عافیت ہیں۔ ابو سفیان حضور ﷺ کی شہادت کے بارے میں پورا اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ وہ قریش سے پوچھتا کہ تم بتاؤ تم میں سے کس نے محمد ﷺ کو قتل کیا ہے۔ ابن قمیہ نے کہا میں نے۔ ابوسفیان ابو عامر فاسق کو ہمراہ لے کر میدان کارزار میں چکر لگانے لگا اور مقتولین میں حضور ﷺ کو تلاش کرنے لگا۔ پھر اس کی ملاقات خالد بن ولید سے ہوئی۔ اس سے پوچھا۔ اس نے کہا: ابھی کچھ دیر پہلے میں نے اپنے صحابہؓ کی معیت میں انہیں پہاڑ کے اوپر چڑھتے دیکھا ہے۔ ابوسفیان نے کہا خالد تمہاری بات درست ہے۔ ابن قمیہ نے کذب بیانی کی ہے کہ اس نے حضور ﷺ کو قتل کردیا ہے۔ اہل قریش کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ کافر ہونے کے باوجود کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ دراصل مشرک ابن قمیہ حضرت مصعبؓ بن عمر کو جس کی شکل حضور اکرم ﷺ سے مشابہ تھی شہید کرنے کے بعد یہ خیال کررہا تھا کہ اس نے جناب رسول ﷺ کو نعوذ باللہ شہید کردیا ہے۔ اور باآواز بلند اعلان کردیا۔ ''قتلت محمد''۔

پہاڑ کی چوٹی پر جانے کی سعی

اسلام کے مجاہدین جنگ میں مختلف مقامات پر دادِ شجاعت دے رہے تھے اور دشمنوں کے حملے پسپا کرنے میں مصروف تھے۔ حضور ﷺ نے چاہا کہ

Marfat.com

نشیب سے پہاڑ کی چوٹی پر جا کر ڈیرا جمائیں۔ تا کہ مجاہدین کی کارروائیوں کا جائزہ لیا جائے۔ اس کے علاوہ مقصد یہ بھی تھا کہ پہاڑ کی بلندی پر جب تشریف فرما ہوں گے تو سارے جاں نثار حضور ﷺ کو دیکھ لینے کے بعد وہاں اکٹھے ہو جائیں گے اور پھر اجتماعی قوت کے ساتھ لشکرِ کفار پر حملہ کیا جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ پہاڑی پر چڑھ رہے تھے تو حضور ﷺ کی معیت میں صرف گیارہ انصاری اور ایک مہاجر طلحہؓ بن عبیداللہ تھے۔ مشرکین نے پیچھے سے آلیا۔ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی ہے جو ان کا راستہ روکے۔'' طلحہؓ نے عرض کی میں یارسول اللہ ﷺ۔ فرمایا کوئی اور، ایک انصاری نے عرض کی اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ یہ غلام حاضر ہے۔ وہ انصاریؓ ان حملہ آوروں سے برسرپیکار ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس انصاری کو شہید کر دیا گیا۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے گیارہ انصاری آپ ﷺ پر قربان ہو گئے۔ پھر حضرت طلحہؓ ان کفار کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے اور جتنی مزاحمت ان گیارہ جان نثاروں نے کی تھی اتنی ایک طلحہؓ نے کی اور ان کو ایک انچ آگے نہ بڑھنے دیا۔ یہاں تک کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گئے۔ ان سب کو نبی کریم ﷺ نے جنت میں اپنا رفیق ہونے کا مژدہ خورسند فرمایا۔

ہراس وسراسیمگی کے عالم میں جانفروشی کے زندہ جاوید نقوش

خالد بن ولید کے گھڑسواروں نے پشت کی طرف سے بے خبری میں

Marfat.com

مسلمانوں پر حملہ کر کے کہرام مچا دیا۔ ذات پاک مصطفےٰ ﷺ کی شمع حیات کو گل کرنے کے لیے انہوں نے اپنی جملہ ناپاک مساعی وقف کر دیں اور حضور ﷺ کو شہید کر دینے کا اعلان کر دیا۔ حضور ﷺ کی شہادت کا صدمہ جان نثاروں کے لیے قیامت سے کم نہ تھا۔ ان کے حواس باختہ ہو گئے۔ عقل نے سوچنے سے معذوری ظاہر کر دی۔ لیکن آغوش نبوت کے فیض تربیت سے فیض یاب ہونے والوں میں چند ایسی بے مثل و بے عدیل ہستیاں بھی تھیں جنہوں نے یاس وہراس کے ان اذیت ناک لمحوں میں ایثار وقربانی کی ایسی شمعیں روشن کیں جو آج بھی منزل جاناں کے سرشار راہ نوردوں کے لیے نور بکھیر رہی ہیں اور تا قیامت ضیاء پاشیاں کرتی رہیں گی۔ ان پاکباز اہلِ ایمان کے چند واقعات درج ذیل ہیں:-

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ

مشہور صحابی، خادم بارگاہ رسالت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔ انہی کے نام پر ان کے اس بھتیجے کا نام انس رکھا گیا۔ یہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس غیر حاضری کا انہیں بہت دکھ تھا۔ جب اُحد کا معرکہ پیش آیا تو یہ اس میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں وہ سانحہ رونما ہوا کہ مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ آپ فرماتے ہیں میں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی:

''الٰہی جو کچھ مسلمانوں سے سرزد ہوا میں اُس کے لیے معذرت خواہ ہوں اور جو کچھ مشرکین نے کیا ہے۔ اس سے لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں''۔

Marfat.com

پھر اچانک میرا گزر ایسی جگہ سے ہوا جہاں چند مہاجر اور انصار مایوسی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں نے پوچھا اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے بڑی بے بسی سے کہا حضور ﷺ شہید ہو گئے۔ مَیں نے ان کو جھڑکتے ہوئے کہا کہ "حضور ﷺ کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے" اُٹھو اور اس مقصد کے لیے جان دے دو جس مقصد کے لیے ہمارے آقا حضور ﷺ نے جان دی۔ انہیں یہ کہہ کر آگے بڑھے جبل اُحد کے پاس سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا انس میں تمہارے ساتھ ہوں۔ وہ کفار کی صفوں میں گھس گئے وہ بار بار کہتے تھے۔ "واہ وا مجھے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ نضرؓ کے پروردگار کی قسم! میں جنت کی مہک جبل اُحد کی طرف سے محسوس کر رہا ہوں"۔ پھر وہ دشمن سے مصروف پیکار رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔

عباس بن عبادہ، خارجہ بن زید اور اوس بن ارقم رضی اللہ عنہم

شمع اسلام کے پروانے نعرے لگاتے ہوئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو پکارتے ہوئے میدان جہاد میں نکلے۔ حضرت عباسؓ فرما رہے تھے: "اے اہلِ ایمان! اللہ تعالیٰ اور اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کرو۔ یہ مصیبت جو تمہیں پہنچی ہے اپنے نبی ﷺ کی نافرمانی کے باعث پہنچی ہے۔ انہوں نے تم سے نصرت کا وعدہ کیا تھا۔ جب تم صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔" پھر انہوں نے اپنی خود اور اپنی زرہ اتار دی اور حضرت خارجہؓ کو کہا کیا تمہیں ان کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا نہیں میں بھی اس چیز کا متمنی ہوں جس کے تم

Marfat.com

امیدوار ہو۔ پس وہ تینوں دشمن کے اندر گھس گئے۔ حضرت عباسؓ کہنے لگے: ''اگر ہم میں سے کوئی آنکھ جھپک رہی ہو اور پھر حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچے تو ہم اپنے رب کی بارگاہ میں کوئی عذر پیش نہ کرسکیں گے۔'' حضرت خارجہؓ نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا بے شک ہمارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا اور کوئی حجت نہیں ہوگی۔ چنانچہ اسلام کے تینوں شیر کفر کے زرہ پوشوں سے ٹکرا گئے۔ سفیان بن عبد شمس نے حضرت عباسؓ کو شہید کردیا۔ پھر کفار نے حضرت خارجہؓ کو اپنے نیزوں سے گھائل کردیا۔ یہاں تک کہ آپ غش کھا کر گر پڑے۔ صفوان بن اُمیہ نے آگے بڑھ کر عاشقِ صادق کا سر تن سے جدا کردیا۔ ان کے بعد سب نے ہلہ بول کر حضرت اوسؓ کو بھی اپنی منزل گاہ شہادت پر فائز کردیا۔

مژدہ باد جانِ عالم ﷺ بخیریت ہیں

اسی اثناء میں کعبؓ بن مالک کی نگاہ دو چمکتی ہوئی آنکھوں پر پڑی۔ کعب فوراً پہچان لیتے ہیں کہ یہ تو وہ چشم نیم باز ہے جس کے تیر مژگاں کا میں صید زبوں ہوں۔ فوراً بلند آواز سے اعلان کرتے ہیں: ''اے مشتاقانِ جمال احمدی ﷺ! مبارک باد۔ یہ ہیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ۔'' سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اُن کا خود جو زرد رنگ کا تھا اپنے سر اقدس پر پہن لیا اور اپنا خود اُتار کر کعبؓ کے سر پر رکھ دیا۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ جب دشمن نے میرے سر پر حضور ﷺ کا خود دیکھا تو مجھے ہی رسول اللہ سمجھ لیا اور مجھے اپنے حملوں کا ہدف بنالیا۔ جو بھی مجھے ضرب لگاتا یہی

Marfat.com

خیال کرتا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ لیکن اہلِ ایمان نے جب میرا اعلان سنا تو پروانوں کی طرح اُڑے چلے آئے اور اپنے آقا ﷺ کو دیکھ کر سارے دکھ درد بھول گئے۔ حضور ﷺ ان کو لے کر گھاٹی کی بلندی پر تشریف لے گئے۔

زخموں پر مرہم پٹی

شیخین امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نیز بیہقی اور طبرانی نے سہل بن سعدؓ سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کا چہرہ انور اُحد کی جنگ میں زخمی ہوگیا تھا۔ سامنے والے چار دانت شہید ہوگئے تھے۔ جب جنگ رکی تو سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا العالمینؓ جو پہلے مجاہدین کو پانی پلارہی تھیں تشریف لے آئیں اور زخم دھونے لگیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پانی ڈالتے جارہے تھے لیکن خون رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ حضرت سیدہؓ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اُس کو جلا کر اُس کی راکھ کو زخموں پر لگایا خون رسنا بند ہوگیا۔ مرہم پٹی کے بعد نبی کریم ﷺ اُٹھے تاکہ اس وادی کے ٹیلے پر چڑھ کر بلندی سے میدان جنگ کا مشاہدہ فرمائیں۔ جسدِ اطہر زخمی حالت میں تھا۔ چوٹی کافی اونچی تھی اُوپر چڑھنے میں دشواری ہورہی تھی۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ آگے بڑھے اور اکڑوں ہوکر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے اپنا قدم مبارک اُن کی پیٹھ پر رکھا اور فرمایا:

"طلحہؓ نے یہ خدمت بجالاکر اپنے آپ کو جنت کا مستحق قرار دے دیا ہے۔"

Marfat.com

لشکر کفار کی مکہ واپسی سے پہلے نعرہ بازی

جب جنگ بند ہوگئی تو ابوسفیان گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آیا جہاں فرزندانِ اسلام اکٹھے تھے اور بلند آواز سے پکارا۔ ''کیا تم میں محمد ﷺ ہیں'' نبی کریم ﷺ نے جواب دینے سے منع فرمایا۔ پھر پوچھا کیا تم میں ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکرؓ ہیں؟ حضور ﷺ نے اس کا جواب دینے سے بھی روک دیا۔ پھر پوچھا کیا قوم میں خطاب کے بیٹے عمرؓ موجود ہیں؟ اس کا جواب دینے کی بھی اجازت نہ ملی۔ جب ان تینوں سوالات کے جواب میں خاموشی اختیار کی گئی تو ابوسفیان نے خوشی خوشی اپنے ساتھیوں کو یہ خبر جا کر سنائی کہ یہ تینوں قتل ہوگئے۔ اس کی یہ بات سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اس کا جواب نہ دوں۔'' فرمایا بے شک دو۔ حضرت عمرؓ گرج کر بولے اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بک رہے ہو۔ تجھے ذلیل ورسوا کرنے کے لیے ہم تینوں کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ابوسفیان نے خفت مٹاتے ہوئے نعرہ لگایا: ''اے ہبل تیری شان اونچی ہو۔ اپنے دین کو غالب کر'' رحمت عالم ﷺ نے فرمایا نعرہ کا جواب نعرہ سے دو۔ آپ ﷺ اُٹھے اور نعرہ لگایا: ''اللہ سب سے اعلیٰ اور بزرگ ہے۔'' ابوسفیان پھر چیخا: ''یہ دن بدر کے دن کے بدلے میں ہے، ایام پھرتے رہتے ہیں اور جنگ کنویں کے ڈول کی طرح کبھی اوپر نیچے کسی روز ہمیں شکست ہوتی ہے کسی روز ہم فتح حاصل کرتے ہیں کسی روز ہمیں دکھ پہنچایا جاتا ہے اور کبھی ہمیں خوشی حاصل

Marfat.com

ہوتی ہے، حنظلہ کے بدلے حنظلہ (ابوسفیان کے بیٹے کا نام ہے جو بدر میں مارا گیا تھا) فلاں کے بدلے فلاں معاملہ برابر حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہو معاملہ برابر نہیں ہمارے مقتول جنت میں اور تمھارے جہنم کا ایندھن برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔

پھر ابوسفیان نے کہا: ''ہمارے پاس عزیٰ جیسا خدا ہے تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں'' حضور ﷺ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمھارا کوئی مددگار نہیں۔'' ابوسفیان نے اس نوک جھونک کے بعد حضرت عمرؓ کو کہا کہ ذرا آیئے میری ایک بات سنیے حضور ﷺ نے فرمایا: ''عمرؓ جاؤ کیا کہتا ہے؟'' اس نے کہا: ''کیا ہم نے محمد ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کر دیا ہے؟'' آپؓ نے فرمایا: ''بخدا ہرگز نہیں۔ حضور ﷺ بھی تمھاری بات سن رہے ہیں۔'' پھر اس نے کہا کہ ابن قمیہ نے تو ہمیں بتایا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو قتل کر دیا ہے لیکن میرے نزدیک آپ لوگ اس سے سچے اور حق گو ہیں۔''

آخر میں ابوسفیان نے کہا آئندہ ہمارا تمہارا مقابلہ پورے ایک سال کے بعد بدر صغریٰ کے مقام پر ہوگا۔ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ہمیں تمہارا چیلنج منظور ہے۔

شہیدانِ حسن ازل کی خبر گیری

جب لشکر کفار میدان اُحد سے کوچ کر گیا تو مسلمان اپنے شہدا کی خبر

Marfat.com

گیری کے لیے ان کی تلاش میں نکلے جس شہید کی بھی لاش ملی وہ مسخ شدہ تھی البتہ حنظلہ کی لاش صحیح سلامت تھی۔ شاید اس لیے کہ ان کا باپ ابو عامر فاسق تھا۔ حاکم اور بیہقی، حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون سعدؓ بن ربعی کی خبر لے کر آئے گا کیونکہ مَیں نے دیکھا تھا کہ بیک وقت بارہ نیزے ان میں گھونپے جارہے تھے محمدؓ بن مسلمہ یا ابی بن کعبؓ نے کہا کہ مَیں حاضر ہوں۔ محمدؓ بن مسلمہ کہتے ہیں کہ مَیں ان کی تلاش میں پھر رہا تھا آخر مَیں نے انہیں پہچان لیا وہ نزع کی حالت میں تھے۔ مَیں نے انھیں حضور ﷺ کا سلام پہنچایا۔ نیز پوچھا کیا حال ہے؟'' کہا آخری سانسیں لے رہا ہوں میری طرف سے میرے آقا کے سامنے ہدیہ سلام پیش کرنا پھر کہنا کہ سعد عرض کرتا تھا: ''اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزادے جو جزا اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہے۔ نیز یہ بھی عرض کرنا کہ اُحد کے دامن میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔''

سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی نعشِ پاک کی تلاش

سرور دو عالم ﷺ بار بار پوچھتے مافعل عمی میرے چچا نے کیا کیا یعنی ان کی کوئی خبر سناؤ۔ حارث بن الصمہؓ ان کی تلاش میں نکلے دیر تک ڈھونڈتے رہے کوئی سراغ نہ ملا پھر سیدنا علی مرتضیٰؓ تلاش کے لیے تشریف لے گئے تلاش بسیار کے بعد وادی کے وسط میں آپ کا جسد اطہر خون میں نہایا ہوا تھا۔ واپس آکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اطلاع دی حضور ﷺ دم بخود کھڑے

Marfat.com

ہو گئے پیٹ چاک ہے وہ دل جو اللہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی محبت کی جلوہ گاہ تھا کاٹ کر نکال لیا گیا ہے اور اسے پرزہ پرزہ کر دیا گیا ہے۔ روئے تاباں کی ساری آرائشیں ناک، کان، آنکھیں سب پھوڑ دی گئی ہیں۔ آپؓ کی مسخ شدہ لاش دیکھ کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی پھر فرمایا: ''مبارکباد ابھی جبرائیلؑ آئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ساتوں آسمانوں میں یہ شہید راہِ حق کے نام سے مشہور ہے یعنی حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کا شیر ہے اور اس کے رسول ﷺ کا شیر ہے۔'' پھر فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین پر غلبہ دیا تو میں ان میں سے ستر مقتولوں کا اس سے بھی بدتر بدلہ لوں گا۔ فوراً جبرائیل بارگاہِ رب العزت سے یہ پیغام لے کر نازل ہوئے اور اگر تم انہیں سزا دینا چاہتے ہو تو انہیں سزا دو مگر اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم ان کی ستم رانیوں پر صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے چنانچہ حضور ﷺ نے صبر کو اختیار فرمایا اور کسی لاش کو مسخ کرنے سے اپنے سارے امتیوں کو روک دیا۔

شہدائے اُحد کی تدفین

شہداء کریم کے جسموں پر اسلحہ اور زرہیں وغیرہ تھیں وہ اُتار لی گئیں پھر خون آلودہ جسم خون میں تر بتر کپڑوں میں یونہی دفن کر دیئے گئے بعض قبروں میں دو دو تین تین شہیدوں کو ایک ساتھ دفن کیا گیا۔ بعض شہدا کے ورثاء نے ان کی میتوں کو مدینہ طیبہ لا کر دفن کرنا چاہا لیکن رسول اکرم ﷺ نے

Marfat.com

حکم دیا کہ انھیں وہیں دفن کیا جائے جہاں انھوں نے جامِ شہادت نوش کیا ہے۔

اُحد سے واپسی کے وقت دعائے نبوت

امام نسائی، امام احمد اور حاکم نے اپنی اپنی کتب میں یہ روایت نقل کی ہے اور امام ذہبی اور محمد بن عمرو الاسلمی نے اس کی توثیق کی ہے۔ رفاعہ بن الزرقیؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب اپنے شہید صحابہ کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مسلمان حضور ﷺ کے اردگرد حلقہ بنائے ہوئے نکلے۔ جب یہ قافلہ دامن کوہِ اُحد پر پہنچا تو رحمتِ عالم ﷺ نے حکم دیا کہ سب صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی حمد و ثناء بیان کروں۔ چنانچہ سارے مرد حضور ﷺ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ مردوں کے پیچھے خواتین کھڑی ہو گئیں اور حضور ﷺ نے اپنے پروردگار کی یوں حمد و ثناء بیان کی:

"اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ اے اللہ! جس کو تو کشادہ کر دے اس کو کوئی قبض کرنے والا نہیں اور جس کو تو تنگ کر دے۔ اسے کشادہ کرنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ جسے تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا اور جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جسے تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔ یا اللہ اپنی رحمتیں، اپنی برکتیں، اپنا فضل اور اپنا رزق ہم

Marfat.com

پر کشادہ فرما دے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں، ایسی نعمت کا جو ہمیشہ رہنے والی ہو اور جو پھرے نہیں اور نہ زائل ہو۔ اے اللہ! ہم تیری نعمت کا سوال کرتے ہیں فقر کے دن۔ اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں امن کا خوف کے دن اور غنا کا فاقہ کے دن۔ اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس چیز کے شر سے جو تو نے ہمیں عطا کی ہے اور اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم سے روک لی ہے۔ اے اللہ! ایمان کو ہمارے نزدیک محبوب بنا دے اور اس کو ہمارے دلوں میں مزین کر دے اور کفر، فسوق اور نافرمانی کو ہمارے لئے مکروہ بنا دے اور ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں سے کر دے۔ اے اللہ! ہمیں موت دے جبکہ ہم مسلمان ہوں اور ہمیں زندہ رکھ مسلمان بنا کر اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے رسوا کئے بغیر اور فتنہ میں مبتلا کئے بغیر۔ اے اللہ! ان کافروں کے ساتھ جنگ کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے ہیں اور ان پر اپنا غضب اور عذاب بھیج۔ اے اللہ! ان کافروں سے قتال کر جنہیں کتاب دی گئی۔ اے سچے خدا! ہماری اس دعا کو قبول فرما۔"

فیضانِ نگاہِ نبوت کا دوسرا تابناک گوشہ

رنج و غم، درد و الم کے طوفان میں عزیمت و استقامت کے روح پرور مناظر:۔

لشکر اسلام اپنے آقا علیہ السلام کی معیت میں میدان اُحد سے مدینہ طیبہ واپس لوٹ رہا تھا ستر سے زیادہ اسلام کے ان سپوتوں کو سپردِ خاک کر کے جن

Marfat.com

کے حسن و جمال، شجاعت و عزیمت، خلوص للٰہیت کی جزیرہ عرب میں کوئی مثال ہی پیش نہیں کی جاسکتی تھی اور جو مجاہد بچ گئے ہیں ان کے جسم بھی زخموں سے چور چور ہیں۔ ان کی واپسی پر مدینہ طیبہ کی خواتین، بوڑھوں اور بچوں نے اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا وہ تعلیمات احمدی ﷺ کی اعجاز آفرینیوں کی ایسی دلکش مثالیں ہیں جن کی نظیر انسانیت کی ساری تاریخ میں نایاب ہیں۔ لشکر اسلام کی سب سے پہلے راستہ میں ایک مسلم خاتون سے ملاقات ہوئی جن کا نام حمنہ بنت جحش تھا مرشد کامل فرماتے ہیں۔ اے حمنہ اپنی مصیبت کا اجر طلب کرو وہ پریشان ہو کر پوچھتی ہیں: ''کس کی موت پر صبر کا اجر اپنے رب سے طلب کروں'' فرمایا: ''تیرے ماموں حمزہؓ بن عبدالمطلب شہید ہو چکے ہیں۔'' یہ اندوہ ناک خبر سن کر اس خاتون نے پڑھا اللہ تعالیٰ انھیں بخشے اور یہ شہادت انھیں خوشگوار ہو۔ حضور ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ''اپنی مصیبت کا اجر اپنے رب سے طلب کرو۔'' فرمایا: ''تمہارے بھائی عبداللہ بن جحشؓ شہید ہو چکے ہیں۔'' انہوں نے پھر وہی دعا کی۔ تیسری مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تیرے خاوند مصعبؓ بن عمیر شہید ہو چکے ہیں۔'' کہنے لگی: ''صد افسوس پھر ان کی چیخ نکل گئی۔'' حضور ﷺ نے پوچھا: ''تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟'' عرض کرنے لگی: ''مجھے ان کے بیٹوں کا یتیم ہونا یاد آیا تو میں خوفزدہ ہو گئی۔'' رسول اکرم ﷺ نے حضرت حمنہ اور ان کے بچوں کے لئے دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کی

Marfat.com

شہادت کی افواہ پھیل گئی تھی۔ تلاشِ حقیقت کے لئے انصار کی ایک خاتون کمر باندھ کر نکلی راستے میں اس کی ملاقات اپنے باپ، اپنے خاوند، اپنے بھائی اور اپنے بیٹے سے ہوئی لیکن اس نے کسی کی طرف توجہ نہ کی لوگوں نے اسے متوجہ کرنے کے لئے کہا کہ یہ تیرا باپ ہے، یہ تیرا خاوند ہے اور یہ تیرا بھائی اور یہ تیرا بیٹا ہے۔ کہنے لگی انھیں رہنے دو مجھے بتاؤ کہ میرے آقا ﷺ کا کیا حال ہے؟ بتایا گیا کہ وہ حضور ﷺ سامنے تشریف فرما ہیں۔ جب حضور ﷺ کے پاس پہنچی تو اس نے حضور ﷺ کے کپڑے کا دامن پکڑ لیا اور عرض کرنے لگیں اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپ سلامت ہیں تو مجھے ذرا پرواہ نہیں کہ کون مارا گیا۔"

سرورِ عالم ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار تھے حضرت سعدؓ بن معاذ لگام پکڑے ہوئے تھے اسی اثنا میں حبشہ بن رافع حضرت سعد کی ماں حاضر ہوتی ہیں۔ سعدؓ عرض کرتے ہیں میرے آقا ﷺ یہ میری ماں ہے۔ فرمایا: مرحبا خوش آمدید۔ وہ قریب آ گئیں اور حضور ﷺ کو غور سے دیکھنے لگیں۔ پھر عرض پیرا ہوئیں: "حضور ﷺ کی زیارت کے بعد ہر مصیبت ہیچ نظر آنے لگی ہے۔" ان کے بیٹے عمروؓ بن معاذ نے اس معرکۂ حق و باطل میں شہادت پائی تھی۔ حضور ﷺ نے ان کی والدہ سے تعزیت کی پھر فرمایا: "اے سعد کی ماں! تمھیں خوشخبری ہو اور اپنے گھر والوں کو بھی خوشخبری سنا دو کہ جنگ میں تمھارے شہید جنت میں اکٹھے ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال کے بارے میں شفاعت کی ہے جو قبول کر لی گئی ہے۔" اس خاتون نے عرض کی

Marfat.com

اے اللہ کے رسول ﷺ ہم اپنے رب کی اس مہربانی پر خوش ہیں۔ اب ان مقتولوں پر کون روئے گا پھر عرض کرنے لگی یارسول اللہ ﷺ پسماندگان کے لیے دعا فرمایئے۔ اللہ کریم کے کریم محبوب ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کی: ''اے اللہ! ان کے دلوں کے غم کو دور کر دے ان کی مصیبت کی تلافی کر دے اور پیچھے آنے والوں کو اپنے پیش رووٴں کیلئے بہتر فرما دے۔''

پھر فرمایا سعد میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو اور میرا یہ حکم سب کو سنا دو کہ سارے زخمی اپنے اپنے گھروں کو جائیں کوئی بھی میرے ساتھ نہ آئے حسبِ حکم سب رک گئے۔ رات بھر گھروں میں آگ جلتی رہی زخمیوں کی مرہم پٹی ہوتی رہی۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ اور سعدؓ بن معاذ کے کندھوں پر ٹیک لگا کر حضور ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ کاشانۂ اقدس میں پہنچ کر حضور ﷺ پرنور نے اپنی تلوار سیدۃ النساءؓ کو دی کہ اس پر خون لگا ہے اسے دھو ڈالیں۔ پھر فرمایا: ''بخدا آج اس نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار خاتون جنت کو صاف کرنے کے لیے دے دی۔

نمازِ مغرب کے لئے حضور ﷺ سعدینؓ کے کندھوں سے ٹیک لگائے ہوئے تشریف لائے۔ نماز کے بعد حجرہ شریف میں واپسی ہوئی۔ پھر سعدؓ بن معاذ اپنے قبیلے میں گئے اور قبیلے کی ساری عورتوں کو ہمراہ لے آئے تاکہ حضور ﷺ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دلگداز شہادت پر اظہار تعزیت کریں مغرب سے عشاء تک یہ مستورات روتی رہیں۔ نمازِ عشاء تک حضور ﷺ نے آرام فرمایا۔ طبیعت میں کافی افاقہ محسوس ہونے لگا۔ بغیر سہارے کے چل کر

Marfat.com

حضور علیہ السلام نمازِ عشاء کیلئے تشریف لے آئے اور انصاری عورتوں کو دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے ان کے مردوں کو فرمایا انہیں حکم دو کہ اپنے گھروں کو واپس چلی جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے کو نہ روئیں۔"

حضور علیہ السلام نمازِ عشاء کے بعد اپنے حجرہ مبارکہ کی طرف جانے لگے تو مردوں نے محراب مبارک سے حجرہ مقدسہ تک دو رویہ صفیں بنالیں حضور علیہ السلام خود چلتے ہوئے ان کے درمیان سے گزرے اور گھر تشریف لے گئے۔ مسجد کے دروازے پر اوس وخزرج کے اکابر صحابہؓ نے رات بھر پہرہ دیا اس اندیشے سے کہ کفار مکہ کہیں مدینہ طیبہ پر اچانک حملہ نہ کردیں۔

چند توجہ طلب اہم امور

پیر کرم شاہ صاحب نے غزوہ اُحد کے حالات کا تذکرہ کرنے کے بعد اس جنگ کے بارے میں اپنی انعام یافتہ کتب ضیاء النبی علیہ السلام میں چند اہم امور کی جانب اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرائی ہے جس کا خلاصہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:-

۱۔ فقہی احکام

۲۔ زہرہ گداز حالات میں مضمر حکمتیں

۳۔ شانِ شہداء

۱۔ فقہی احکام

غزوہ اُحد میں پیش آنے والے واقعات سے فقہائے کرام نے بہت

Marfat.com

سے دینی مسائل کا استنباط کیا ہے جن میں اہم پیش خدمت ہیں:

۱۔ اسلامی مملکت کا سربراہ جب ایک مرتبہ اعلان جہاد کر دے تو پھر میدانِ جہاد میں دادِ شجاعت دیئے بغیر اس اعلان کو واپس لینا درست نہیں۔ ورنہ دشمن کی نگاہوں میں مسلمانوں کی قوت و شوکت کا رعب باقی نہیں رہے گا خود ملت اسلامیہ کا اپنے قائد کی قوت فیصلہ پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔

۲۔ سربراہ مملکت کا فرض ہے کہ اعلانِ جہاد سے پہلے ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار سوچے اور پھر اعلان کرے لیکن اعلانِ جہاد کے بعد کسی قسم کی کمزوری دکھانا اس کی قوت فیصلہ کا بھرم کھول دے گا۔

۳۔ جب دشمن حملہ آور ہو تو اپنے لئے میدانِ جنگ کا انتخاب کرنا ارباب حکومت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کھلے میدان میں نکل کر دشمن کو دعوت مبارزت دیں اور اگر مناسب سمجھیں تو شہر قلعہ بند ہو کر دشمن کے حملوں کو پسپا کریں۔

غزوۂ حمراء الاسد

میدان اُحد سے روانہ ہوتے وقت ابوسفیان نے حضور ﷺ کو چیلنج کیا تھا کہ آئندہ سال پھر میدان بدر میں جنگ ہوگی۔ سرور عالم ﷺ نے اس چیلنج کو قبول فرما لیا تھا۔ لشکر کفار شاداں و فرحاں واپس مکہ جا رہا تھا جب کچھ دور آگے نکل گئے اور مزعومہ فتح کا خمار آہستہ آہستہ اترنے لگا تو انہوں نے

Marfat.com

برہم ہو کر ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کیا وہ کہنے لگے کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ مسلمانوں کی اہم کلیدی شخصیتوں کو زندہ چھوڑ کر چلے آئے اگر تم ہمت کر کے انہیں بھی قتل کر دیتے تو آئندہ تمھیں کوئی خطرہ نہ ہوتا۔ فوراً اٹھو واپس چلو انہیں سنبھلنے کا موقع نہ دو۔ چنانچہ سب لشکر واپس پلٹ کر حملے کے لئے تیاری کرنے لگا۔

سرورِ عالم ﷺ اگرچہ خود شدید زخمی تھے مجاہدین اسلام کی کثیر تعداد زخموں سے چور چور تھی۔ صبح سویرے سرکار دو عالم ﷺ نے حکم دیا کہ کفار مکہ پر حملہ کرنے کے لئے شرکت کی اجازت ہے جو کل کی جنگ میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ صحابہ کرامؓ اگرچہ زخموں سے نڈھال تھے لیکن اپنے آقا ﷺ کا حکم سنتے ہی سب کے سب اپنے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ جمال میں حاضر ہو گئے اور یہ عزیم الشان لشکر اپنے آقا ﷺ کی قیادت میں کفر و باطل کے سر غرور کو پامال کرنے کے لئے شیروں کی سی جرأت کے ساتھ ابوسفیان کے لشکر جرار کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ جب سرورِ دو عالم ﷺ ''حمراء الاسد'' جو مدینہ طیبہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک موضع ہے وہاں پہنچے تو قیام فرمایا۔ اسی جگہ بنی خزاعہ قبیلے کا معبد بن ابی معبد نامی ایک شخص حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ حضور ﷺ نے اسے حکم دیا کہ واپس جائے اور ابوسفیان سے ملاقات کر کے اس کو اتنا خوفزدہ کرے کہ وہ اپنے لشکر سمیت دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا اس کی بات سے متاثر ہو کر ابوسفیان اپنے لشکر سمیت تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابوسفیان کو راستے میں چند ایک

Marfat.com

ہم مشرب مشرک ملے جو مدینہ جارہے تھے۔ ان میں سے ایک معتبر متر کی کو اس نے کہا کہ کیا تم محمد ﷺ کو یہ پیغام دو گے کہ ہم دوبارہ حملے کر رہے ہیں اور ان کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔ وہ گیا مسلمانوں سے ملاقات ہوئی اس نے ابوسفیان کے ارادوں اور اس کی فوجی قوت بتاتے ہوئے بڑی مبالغہ آرائی سے کام لیا۔ جب اس کی لاف زنیاں بندگانِ خدا نے سنیں تو بڑے پر یقین لہجے میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ ہمارا بہترین کارساز ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کئی روز حمراء کے مقام پر ٹھہرے رہے لیکن ابوسفیان اور اس کے حواریوں کو لشکر جرار کے باوجود ہمت نہ ہوئی چند روز ان کا انتظار کرنے کے بعد اسلام کی فتح وظفر کے پرچم لہراتے ہوئے بندگانِ خدا کا سپہ سالار بخیر و عافیت مدینے طیبہ مراجعت فرما ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس احسان عظیم کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر اس کے بعد انہیں لگ چکا تھا گہرا زخم ان کے لیے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لیے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو اُن سے (تو اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے جوش ایمان کو اور انہوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ اور وہ بہترین کارساز ہے ان کے عزم اور توکل کا نتیجہ یہ نکلا

Marfat.com

واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ نہ چھوا
ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الٰہی کی
اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔''

(آل عمران: ۱۷۲:۳ــــ ۱۷۴)

شہدائے اُحد کی زیارتوں کے بعد ہم لوگ اپنی ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گئے۔ اب ہم مدینہ منورہ پہنچ جانا چاہتے تھے کیونکہ نمازِ عصر کا وقت ہونے والا تھا۔ چنانچہ ٹیکسی نے ہمیں باب نمبر ۲۱ کے باہر اُتار دیا۔ ابھی نمازِ عصر میں نصف گھنٹہ باقی تھا۔ عصر کی نماز پڑھی اور مغرب کی اذان ہوتے ہی افطاری کی۔ میں حیران تھا کہ ۸ شوال المکرّم کو بھی شوال کے روزے رکھنے والوں کی کافی تعداد تھی۔ ایک صاحب سے میں نے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ چونکہ شوال کے مہینے میں چھ روزے پورے کرنے ہوتے ہیں اس لیے تمام مہینہ اسی طرح افطاری کا انتظام و انصرام رہتا ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد حضور اکرم ﷺ کے روضۂ مبارک پر حاضری ہوئی۔ پچھلے دو دنوں سے حاضری کی کیفیت اُسی طرح تھی جس طرح الوداع کے وقت ہوتی ہے۔ کیونکہ اب حاضریاں گنتی کی رہ گئی تھیں۔ اب صرف کل کی فجر کی نماز پڑھنی تھی اور اس کے بعد اس خطہ پاک سے کوچ ہونے والا تھا جو سوختہ دل عاشقان کے لیے قرار جان تھا اور تا ابد رہے گا۔

آج عشاء کی نماز کے بعد میری نمازوں کی تعداد جو حضور اقدس ﷺ کی مسجد اقدس میں باجماعت ادا ہوئی ۹۹ ہوگئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ کل

Marfat.com

فجر کی نماز کے بعد میری ۱۰۰ نمازیں بخیر و عافیت مکمل ہو جائیں گی تو ہم اس شہر کو الوداع کہہ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اب روضۂ اقدس اور گنبدِ خضریٰ کی جدائی کا خیال دامن گیر ہوتا جا رہا تھا۔ پچھلے بیس روز سے میں مدینہ منورہ میں تھا مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے میں دارالامان میں آ گیا ہوں۔ نورِ نبوت کا پرتو براہِ راست اس عاصی گنہگار پر پڑ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ میں چاندنی میں نہا رہا ہوں۔ امن چین سکون قلب و طمانیت کے مفاہیم سے آشنا ہوا ہوں۔

رحیم و کریم آقا ﷺ کی خوئے بندہ نوازی و بندہ پروری پہ قربان جاؤں کس دل آویز ادا سے زائرین کی جھولیوں کو کرم کے گہر ہائے گراں مایہ سے بھر رہے ہیں اور کس مشفقانہ اور مربیانہ انداز سے اپنی شفاعت کی نوید جاں فزا سنا رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دل عشق نبوی ﷺ سے لبریز اور دیدارِ نبوی ﷺ کے لیے ہمہ وقت بے قرار رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد بھی دور دراز علاقوں سے سفر کی جان لیوا صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کر کے حبیب کردگار مدنی تاجدار ﷺ کے روضۂ پرانوار کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ جیسا کہ عاشق صادق مؤذن سید الابرار سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو جب کریم مولائے کل سید الرسل ﷺ کی یاد ستاتی تو وہ ملک شام سے کشاں کشاں دربار گہر بار سید الاتقاء والا برار ﷺ میں حاضری دیتے اور قبر اطہر کی زیارت باسعادت سے سکونِ قلبی کی لازوال دولت سے باریاب ہوتے۔

Marfat.com

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب بیت المقدس فتح ہوا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ دربار فاروقی میں عرض پرداز ہوئے کہ اگر اجازت ہو تو میں بیت المقدس میں سکونت اختیار کرلوں۔ امیر المومنین نے مؤذن کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا۔ اس طرح وہ بیت المقدس میں اقامت گزیں ہو گئے اور وہاں نکاح بھی کرلیا۔ ایک دن محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال یہ کیسی جفا ہے کہ آپ میری زیارت کو نہیں آتے۔ خواب نے آپؓ کو چونکا دیا۔ غمگین، خوف زدہ اور سخت پریشان ہوئے۔ آپؓ کو اضطراب واضطرار نے لحہ بھر چین نہ لینے دیا اور اُسی وقت بارگاہِ معارف پناہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے لیے روانہ ہوگئے۔ جب سرور کونین رحمت دارین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فیض گنجور میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور دل سخت شرمسار اور بے قرار تھا۔ مگر زیارت قبر مشکبار سے تمام اضطراب کافور ہوگیا اور دل کو سکون وطمانیت نصیب ہوئی۔ جب آپؓ کی آمد کی اطلاع شہزادگان حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو ہوئی تو وہ ملاقات کو تشریف لائے۔ سیدنا بلالؓ گلستان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان غنچوں کو دیکھ کر ان سے چمٹ گئے۔ صاحبزادگان نے اذان کی فرمائش کی۔ جس پر مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادل نخواستہ تعمیل ارشاد میں اذان کہنے پر مجبور ہوگئے۔ موصوف مسجد کی چھت پر اس جگہ کھڑے ہوئے جہاں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اذان دیتے تھے۔ جب آپؓ نے اذان شروع کی تو لوگوں میں کہرام مچ گیا۔ اشھدان لا الٰہ اللہ کی صدا بلند ہوئی ہی تھی کہ مردو

Marfat.com

زن خورد کلاں بے تاب ہو کر آہ فغاں کرتے ہوئے گھروں سے نکل آئے۔ تاجدار مدینہ شاہ حرم ﷺ کی یاد نے سب کو تڑپا دیا۔ مدینہ کی فضاؤں میں جب بلالؓ کی پرسوز آواز گونجی تو اہلِ مدینہ کے دل ہل گئے۔ سالوں کے بعد حضرت بلالؓ کی اذان سن کر لوگوں کی نگاہوں کے سامنے سرکار مدینہ قرارِ سینہ ﷺ کی نبوی حیات کا سماں بندھ گیا۔ لوگ روتے ہوئے بے تابانہ مسجد نبوی کی طرف دوڑ پڑے۔ ہر شخص بے قابو ہو کر گھر سے باہر آ گیا۔ عورتیں بچے سبھی مضطربانہ گلیوں میں نکل آئے۔ لوگ غمِ مصطفےٰ ﷺ سے نڈھال ہو رہے تھے۔ ہچکیاں لے لے کر رو رہے تھے۔ جس وقت سیدنا بلالؓ نے اشھدان محمد رسول اللہ (ﷺ) زبان سے ادا کیا تو بے ساختہ نظر منبر رسول ﷺ کی طرف اٹھی۔ آہ منبر خالی تھا۔ جب حضور ﷺ نظر نہ آئے تو حضرت بلالؓ بے چین ہو گئے۔ غم مصطفےٰ ﷺ کی تاب نہ لا سکے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یاد رہے کہ حضرت بلالؓ کا حضور اکرم ﷺ کی حیات دنیوی میں یہ معمول تھا کہ جب آپؓ اذان دینے کیلئے تشریف لاتے تو ہمیشہ اشھدان محمد رسول اللہ کے الفاظ کی ادائیگی کے بعد منبر رسول ﷺ پر دیکھتے وہاں پر حضور کریم ﷺ جلوہ افروز ہوتے ان کی زیارت کر لینے کے بعد اذان مکمل فرماتے۔ لیکن اب جب حضور ﷺ نظر نہ آئے تو یادِ یار سے دل بے قرار ہو گیا۔ غم واندوہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اذان پوری کرنے کی سکت نہ رہی اور غش کھا کر گر پڑے۔ جب بہت دیر کے بعد ہوش آیا تو اُٹھے اور روتے ہوئے اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔

تاریخی کتب میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

Marfat.com

جب ایران سے برائے فریضہ حج مکہ معظمہ پہنچے تو دوسرے روز مدینہ منورہ کا قصد کیا۔ اسی رات گورنر مکہ کو رات میں زیارتِ رسول مقبول ﷺ ہوئی۔ آپ ﷺ نے اُسے فرمایا کہ حجاج میں سے ایک شخص ایران کا باشندہ مسمی عبدالرحمان جامی موجود ہے۔ اُسے مدینہ منورہ جانے سے روک دو اور یہیں سے اسے ایران واپس کردو۔ اگر وہ وجہ پوچھے کہ ایسا کیوں کیا جارہا ہے تو اسے جواباً مطلع کردینا کہ اُس کی وجہ تیری نیلی واسکٹ کی اندرونی جیب میں لکھی ہوئی وہ نعت رسول ﷺ ہے جو تو نے میرے روضے پر پڑھنی ہے۔ اگر یہ نعت میرے روضے پر پڑھی گئی تو میں مجبور ہوجاؤں گا کہ اپنا دایاں ہاتھ تیرے استقبال کے لیے قبر سے باہر نکالوں اور مصافحہ کروں۔ دنیا تماشہ دیکھے گی۔ شریعت حقہ پر ضرب کاری پڑے گی اور چند پیر طریقت و راز سربستہ واشگاف ہوں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایسا وقوع پذیر ہو۔ تم میرے ساتھ سودا کرلو۔ ہر جمعرات کو بعد نمازِ عشاء سو بار درود شریف پڑھ کر اور گیارہ بار یہ نعت شریف پڑھ کر سوجایا کرو میں ہر جمعرات تمہیں خواب میں ہی مل لیا کروں گا۔ میری قبر پر پہنچنے سے یہ بہتر ہے کہ تم ہر جمعرات کو مجھ سے خواب میں ملاقاتی ہوا کرو۔ گورنر مکہ کی زبان سے مولانا جامیؒ نے جب یہ حکم سنا تو مدینہ منورہ جانے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ واپس ایران چلے گئے۔ بقیہ عمر ہر جمعرات کی رات خواب میں ہمیشہ زیارت رسول اللہ ﷺ سے مستفید ہوتے رہے۔ اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ میں نے خسارے کا سودا نہیں کیا۔ بہت ہی فائدے میں رہا ہوں کہ رسالت مآب ﷺ کے اس ہفتہ وار فیض کے لیے میرا بال بال

Marfat.com

ان کا ممنون ہے۔ مولانا جامیؒ نے مدینہ نہیں دیکھا۔ مگر مدینے والے کو ہر جمعرات کی رات دیکھا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ہر جمعہ کے روز مولانا جامیؒ کے بدن سے بڑی ہی لطیف خوشبو آیا کرتی تھی۔

لیجئے اب وہ تاریخی نعت شریف بمعہ اُردو ترجمہ ملاحظہ فرمایئے جو کہ رسالت مآب ﷺ کو بہت ہی پسند آئی تھی۔

برگ سبز است تحفہ درویش

نعت شریف

تنم فرسودہ جاں پارہ — زہجراں یارسول اللہ ﷺ
میرا جسم ناکارہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے — آپؐ کی جدائی میں اے اللہ کے رسولؐ

دلم پژمردہ آوارہ — زعصیاں یارسول اللہ ﷺ
میرا دل بھٹک رہا ہے اور دل کا پھول مرجھا گیا ہے — گناہوں کے بوجھ سے اے اللہ کے پیارے رسولؐ

چوں سوئے من گذر آری — من مسکین ناداری
کبھی خواب میں ہی اپنا جلوہ دکھلا دو — اس عاجز مسکین اور غریب نادار سائل کو

فدائے نقش نعلیت — کنم جاں یارسول اللہ ﷺ
تو میں پھر آپ کے نقش پا پر فدا ہو جاؤں گا — اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ

زکردہ خویش حیرانم — سیاہ شد روز عصیانم
میں نے جو کچھ کیا ہے اس پر بہت حیران ہوں — روز حساب مرا اعمال نامہ گناہوں کی بہتات کی وجہ سے سیاہ ہوگا

پشیمانم پشیمانم — پشیماں یارسول اللہ ﷺ
میں انتہائی پشیماں ہوں اور سخت شرمندہ ہوں — پشیماں ہوں اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ

Marfat.com

زِ جام حب تو مستم · بہ زنجیر تو دل بستم
آپ کی محبت کے جام میں میں مست ہوں · آپ کے عشق کی زنجیر سے میرا دل بندھا ہوا ہے
نمی گویم کہ من ہستم · سخن داں یارسول اللہ ﷺ
میں عاجز اور مسکین کوئی دعویٰ نہیں کرتا · کہ میں ایک بہت بڑا شاعر ہوں اے اللہ کے رسول
چوں بازوئے شفاعت را · کشائی بر گناہ گاراں
جب روز قیامت آپ اپنا شفاعت کا بازو · لمبا کر کے گناہگاروں کے سر پر پھیلا دو گے
مکن محروم جامی را · درا آں یارسول اللہ ﷺ
اس روز اس عاجز جامی کو بھول نہ جانا · اُس نازک گھڑی میں اے اللہ رسول ﷺ

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ عشاء کی نماز مکمل کرنے کے بعد میری ۹۹ نمازیں ہو چکی تھیں۔ دوسری صبح فجر کے بعد مدینہ منورہ سے روانگی تھی۔ الوداعی سلام کے خیال سے میں روضۂ مبارک پر حاضر ہو گیا۔ کیا معلوم دوسری صبح دوبارہ حاضری نصیب ہوتی ہے یا کہ نہیں۔

اب وقت رخصت آیا الوداع تاجدار مدینہ
صدمۂ ہجر کیسے سہوں گا الوداع تاجدارِ مدینہ

میرے پیارے آقا حضور اکرم رؤف الرحیم ﷺ کی آرام گاہ پر جو سبز قبہ بنا ہوا ہے وہی سبز گنبد جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہر آنکھ ترستی ہے۔ وہ سبز گنبد جس پر نثار ہونے کے لیے ہر دل بیقرار رہتا ہے۔ جس کے جلوؤں میں دنیا کا تمام حسن و جمال سمٹ آیا ہے۔ وہی سبز گنبد جس کے ہجر

Marfat.com

وفراق میں سینۂ عشاق ہر گھڑی فگار رہتے ہیں۔ جس کا تذکرہ چھڑ جائے تو دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے۔ اُس روضۂ مبارک پر میں حاضر تھا۔ زبان گنگ ہوگئی تھی۔ لب کشائی کی طاقت نہ رہی بس آنسو میری زبان بن گئے تھے۔ مجھے جس تازگی تقدس کا احساس ہوا وہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کیفیات محسوس کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

روضے پر حاضری کی کیفیات

جانے والا نبیؐ کے روضے پر
سسکیاں لے مگر دعا نہ کرے

مل گئے وہ تو پھر کمی کیا ہے
ہر دو عالم کو پا لیا ہم نے

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

ارے اونا سمجھ قربان ہو جا اُن کی چوکھٹ پر
یہ لمحے زندگی میں باربار آیا نہیں کرتے

آقا! تیرے قدموں میں آنا مرا کام تھا
میری قسمت جگانا تیرا کام ہے

میری آنکھوں کو ہے دید کی آرزو
رُخ سے پردہ اُٹھانا تیرا کام ہے

روضے کی جالیوں کا منظر

جو چاہو سزا دینا محبوب کے دربانو
اک بار تو جالی کو سینے سے لگانے دو

یہ پوچھ اہل نظر سے کہ جالیوں کے قریب
دل ونظر سے طواف حبیب ہوتا ہے

بس یاد رہا اتنا سینے سے لگی جالی
پھر یاد نہیں کیا کیا انوار نظر آئے

تیرے روضے کی سنہری جالیوں کو
لبوں سے چومتا ہے کوئی کوئی

Marfat.com

سبھی دیوار و در کو دیکھتے ہیں
مدینہ دیکھتا ہے کوئی کوئی

تلاش نقش پائے مصطفیٰ میں
گلی میں گھومتا ہے کوئی کوئی

سنگ اسود سبھی ہی چومتے ہیں
سگوں کو چومتا ہے کوئی کوئی

جالیوں کے قریب بیٹھ کر وجد میں
نور حق کی ضیاء دیکھتے رہ گئے

ایسے عاشق بھی ہو گزرے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو کمتر سمجھا کہ مدینے کے گلی کوچوں میں گھومنے والے کتوں کے پاؤں چوم لیے۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے روضے مبارک پہ الوداعی سلام سسکیوں کے ساتھ عرض کر رہا تھا۔ مَیں سرکار مدینہ، سلطان باقرینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ ﷺ کے حضور اس اچھوتے انداز میں شکریہ ادا کر رہا تھا۔

شکریہ آپ کا سلطان مدینے والے
مجھ سا عاصی بھی ہے مہمان مدینے والے

مجھ کمینے کو مدینے میں بلایا تو نے
ہے یہ احسان پہ احسان مدینے والے

اپنے قدموں سے خدارا نہ جدا کیجئے گا
ہو گنہگار پر احسان مدینے والے

آپ کے عشق میں اے کاش روتے روتے
یہ نکل جائے میری جان مدینے والے

حشر میں تم میرے عیبوں کو چھپائے رکھنا
ہوں گناہوں پہ پشیمان مدینے والے

سگ عطار ہو آزاد غم دنیا سے
بس تمہارا ہی رہے دھیان مدینے والے

میں ان حسین جالیوں کے سامنے مواجہ شریف کی طرف منہ کر کے آنکھیں بند کر کے سید المحبوبین ﷺ کے حسین تخیل میں کھویا ہوا تھا۔ وہ حسین تخیل کیا تھا؟ چہرہ روشن، گول اور بیحد حسین و دلربا، رنگ گندمی، پھر اوپر سے

Marfat.com

سفید و گلابی رنگت، ملاحت اور صباحت کا حسین امتزاج، رخسار پاک گوشت سے بھرے بھرے، ریش مبارک سیاہ گھنی اور گول و نورانی، پیشانی کھلی، صاف کشادہ جیسے سفید چاندی کا ایک ٹکڑا۔ کوئی سلوٹ نہیں، کوئی لکیر نہیں، ابر و سیاہ کماندار اور آپس میں ملے ہوئے۔ مبارک ابروؤں کے نیچے درخشندہ اور سرمگیں آنکھیں۔ ان میں سرخ ڈورے کتنے بھلے معلوم ہو رہے ہیں۔ بینی مبارک اونچی اور باریک۔ اللہ اللہ دہن مبارک جیسے گلاب کی پتیاں۔ قربان جاؤں لبوں پر مسکراہٹ پھیل رہی ہے۔ دندان مبارک سفید اور چمکدار سچے موتیوں کی لڑی کی طرح دمک رہے ہیں اور اُن سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ پھر گول سر اقدس پر عمامہ شریف کا تاج حسن والا کو دوبالا کر رہا ہے۔ قربان جاؤں اس نورانی اور رحمت بھرے چہرے کی طلعت پر۔

حسن و جمال کے اس حسین تصور میں گم ہو کر درود شریف صلوٰۃ والسلام کی کثرت کی اور تقریباً رات ساڑھے نو بجے اس حسرت بھری اُمید کے ساتھ باب البقیع سے باہر آ گیا کہ دوسری صبح فجر کی نماز کے ساتھ دوبارہ دربار رسالت پر حاضری اور الوداعی حاضری کا شرف حاصل کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۳ دسمبر ۲۰۰۳ء/ ۹ شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ بروز بدھ، آج مدینہ منورہ میں قیام کا ہمارا آخری دن تھا کیونکہ نمازِ فجر کے بعد مکہ مکرمہ یعنی روانگی تھی۔ یکم شوال المکرّم کے علاوہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ حرمین شریفین میں یہ میرا پہلا موقع تھا کہ میرا روزہ نہیں تھا۔ ورنہ الحمد للہ جتنے دن حرمین شریفین میں حاضری نصیب رہی میں روزے کے ساتھ ہی رہا۔ صبح سو کر اُٹھے اور تہجد کے وقت میں

Marfat.com

حرم شریف پہنچ گیا۔

کچھ عرصہ جنت کی بہاروں کے مزے لوٹنے کے بعد واپس جانے کو کس کا جی چاہتا ہے۔ لیکن یہ نظامِ قدرت ہے کہ اُس نے انسانوں کو دنیا کے مختلف حصوں میں بسایا ہے اور بہرحال جو گھر بار اور کاروبار چھوڑ کر حرمین شریفین میں آیا ہے اُسے واپس بھی جانا ہے بلکہ ایک روز اس دنیا کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔ فجر کی نماز سے قبل ہی بابِ جبرائیل کے اندر حضور اکرم ﷺ کے روضۂ مبارک قدمین شریفین کی طرف سے حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حاضری کے دوران مسلسل صلوٰۃ والسلام، درود شریف پڑھتا رہا۔ آخری منظر انتہائی جذباتی تھا۔ آقا ﷺ سے عرض گذار تھا:

آہ اب وقت رخصت ہے آیا الوداع تاجدارِ مدینہؐ
صدمہ ہجر کیسے سہوں گا الوداع تاجدارِ مدینہؐ
کوئے جاناں کی رنگین فضاؤ، اے معطر معطر ہواؤ
لو سلام آخری اب ہمار الوداع تاجدارِ مدینہؐ

میں آہوں اور سسکیوں میں الوداع یارسول اللہ ﷺ۔ الفراق یا نبی اللہ ﷺ۔ الوداعی سلام کچھ اس طرح عرض کر رہا تھا:

اَلْوَدَاعُ یَا رَسُوْلَ اللہِ ط اَلْفِرَاقُ یَا نَبِیَّ اللہِ ط اَلْاَمَانُ یَا حَبِیْبَ اللہِ ط لَا جَعَلَہُ اللہُ تَعَالٰی اٰخِرَ الْعَھْدِ لَا مِنْکَ وَلَا مِنْ زِیَارَتِکَ وَلَا مِنَ الْوُقُوْفِ بَیْنَ یَدَیْکَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ وَّ عَافِیَۃٍ وَّ صِحَّۃٍ وَّ سَلَامَۃٍ ط اِنْ عِشْتُ اِنْ شَاءَ اللہُ تَعَالٰی جِئْتُکَ وَاِنْ مُتُّ فَاَوْدَعْتُ عِنْدَکَ شَھَادَتِیْ وَاَمَانَتِیْ وَعَھْدِیْ

Marfat.com

وَمِیْثَاقِیْ مِنْ یَّوْمِنَا هٰذَآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهِیَ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ میں رخصت ہوتا ہوں۔ ہائے جدائی اے اللہ کے نبی۔ الامان اے اللہ کے محبوب۔ نہ بنائے اللہ تعالیٰ اس زیارت کو آخری زیارت نہ آپ کی ذات اور نہ آپ کی زیارت سے اور نہ آپ کے سامنے حاضری سے مگر ساتھ خیر و عافیت اور تندرستی اور سلامتی کے۔ اگر میں جیتا رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ حاضر ہوں گا۔ آپ کی خدمت میں اور اگر مر گیا تو امانت رکھتا ہوں میں آپ کے پاس اپنی گواہی اور اپنی امانت اور عہد و پیمان اپنے اس دن سے لے کر قیامت کے دن تک اور گواہی اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو ایک ہے کوئی اُس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ پاک ہے آپ کا رب عزت والا۔ ان تمام عیبوں سے جو (کافر) کہتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو پروردگار ہے کل جہانوں کا۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے زیارت کی میری قبر کی ضروری ہوگئی اس کے لیے میری شفاعت اور فرمایا نبی ﷺ نے جس نے زیارت کی میرے وصال کے بعد پس گویا کہ اُس نے زیارت کی میری زندگی میں۔

آپ ہی کے تصور میں کمال ادب کے ساتھ ہدیہ سلام پیش کر رہا تھا۔ خوب دعائیں مانگیں اور بار بار اس طرح شفاعت کی بھیک مانگی۔

Marfat.com

اسئلک الشفاعۃ یارسول اللہ ۔ یعنی یارسول اللہ ﷺ آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ اُن عظیم فرمانرواؤں میں سے ایک تھا جن کے کارناموں پر عالم اسلام فخر کرسکتا ہے۔ اہل مدینہ جب محبان رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہیں تو نورالدین زنگیؒ کا نام نہیں بھولتے۔ یہاں اُن کی زندگی کا ایک واقعہ قارئین کے لیے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ایک رات آپؒ مدینہ سے کوسوں دور اپنے محل میں سو رہے تھے کہ خواب میں آقائے مدنی ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نورالدین زنگیؒ دو آدمی ہمیں تنگ کر رہے ہیں۔ آپ کانپتے ہوئے اٹھے۔ وضو کیا نفل پڑھے اور دوبارہ لیٹ گئے۔ آپؒ نے دوسری بار پھر یہی خواب دیکھا تو زیادہ پریشانی ہوئی اور آپ اسی طرح باوضو ہوکر استغفار پڑھنے کے بعد دوبارہ لیٹ گئے۔ تیسری بار خواب میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور نورالدین زنگیؒ کو دو آدمیوں کی شکلیں دکھانے کے بعد فرمایا۔ ''یہ لوگ ہیں جو ہمیں تنگ کر رہے ہیں۔'' نورالدین زنگی نے اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ اب میرے لیے کوئی حجت باقی نہیں رہی۔ میں فوراً مدینہ پہنچنا چاہتا ہوں چنانچہ تھوڑی دیر بعد یہ اولوالعزم حکمران اپنے سپاہیوں کے ساتھ مدینہ کا رخ کر رہا تھا۔ یہ فوج بھوک اور تھکن کی پرواہ کیے بغیر دن رات سفر کرتی ہوئی مدینہ پہنچی۔ شہر میں آمدورفت کے تمام دروازے بند کر دیے گئے اور اہلِ شہر کو یہ حکم ہوا کہ وہ سب نورالدین زنگیؒ کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے تشریف لائیں۔ ہزاروں آدمی آئے لیکن

Marfat.com

نورالدین زنگیؒ کی نگاہیں اُن دو آدمیوں کو تلاش نہ کرسکیں جن کی شکلیں اُنہیں خواب میں دکھائی گئی تھیں۔

شہر کے اکابرین سے بار بار پوچھنے پر معلوم ہوا کہ دو بزرگ روضۂ اطہر کے قریب ایک مکان میں رہتے ہیں اور وہ کسی سے میل جول نہیں رکھتے۔ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ نورالدین زنگیؒ اُن دو آدمیوں کے حلیے دریافت کرنے کے بعد بلاتوقف اُس مکان پر پہنچے جو انہوں نے ایک عرصہ سے کرایہ پر لے رکھا تھا۔ نورالدین زنگیؒ انہیں دیکھ کر فوراً پہچان گئے کہ یہ وہی تھے جن کی صورتیں انہوں نے خواب میں دیکھی تھیں۔ لیکن اہلِ مدینہ یہ یقین کرنے پر تیار نہ تھے کہ یہ سفید ریش انسان کسی جرم کے مرتکب ہوسکتے ہیں۔ نورالدین زنگیؒ نے ان کی گرفتاری کا حکم دے کر اُس مکان کی تلاشی لی۔ مگر وہاں کوئی قابلِ اعتراض چیز نظر نہ آئی۔ لیکن آقائے مدنی ﷺ کے اس غلام کو اپنے خواب کی صداقت کا پورا یقین تھا۔ انہوں نے کئی بار مکان کا ایک ایک گوشہ دیکھا۔ بالآخر چٹائیاں اٹھا کر فرش کا معائنہ کیا تو ایک سل اپنی جگہ سے ہل گئی۔ سل اٹھائی گئی تو اندر ایک سرنگ تھی۔ سرنگ کے اندر داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ سرنگ کا دوسرا سرا روضۂ اطہر کے اندر پہنچ چکا ہے۔ ایک روایت کے مطابق روضۂ اطہر میں نقب لگانے والے حضرت عمرؓ کے جسد مبارک تک پہنچ چکے تھے اور آپؓ کا ایک پاؤں مبارک نظر آ رہا تھا۔ نورالدین زنگیؒ یہ دیکھ کر باہر نکلے تو ان کی حالت یہ تھی کہ وہ بار بار یہ کہہ رہے تھے کہ حضور پرنور ﷺ نے ایسے وقت میں اس غلام کو یاد فرمایا۔ گرفتار ہونے والے مجرم

Marfat.com

یہودی تھے اور دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر کو روضۂ اقدس سے نکال کر لے جانے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے۔ دن کی روشنی میں اپنے زہد و تقویٰ کا رعب بٹھاتے تھے اور رات کے وقت سرنگ کھودتے تھے اور اس کی مٹی مشکیزوں میں ڈال کر باہر پھینک آتے تھے۔ مجرم قتل کر دیے گئے اور آئندہ کے لیے روضۂ اطہر کو ایسی سازشوں سے بچانے کیلئے نورالدین زنگیؒ نے چاروں اطراف زمین کے اندر سیسے کی مضبوط دیوار بنا دی۔

مدینہ طیبہ کا ذرّہ ذرّہ قابلِ احترام ہے۔ یہ وہ لائق ادب سرزمین ہے جس پر ہادی فخر کونین سردار دو جہاں ﷺ کے قدم مبارک پڑے ہیں۔ مدینہ منورہ مسلمانانِ عالم کا دینی و روحانی مرکز اور رشد و ہدایت کا گہوارہ ہے۔ جس کی درخشندگی و تابندگی کو فخر کونین، سرور زمین و مکاں ﷺ نے ہم دوش مہتاب بنا دیا اور اس دیارِ یار کی محبت موجب تسکین و طمانیت قلبی اور جزو ایمان ہے اور اس کی عظمتوں کی پاسداری موجب نجات و فلاح اُخروی ہے۔ اس شمع فیوض و معارف سے روحانی وابستگی کے باعث ہر مسلمان کے دل میں تحقیق و جستجو کا جذبہ شعلہ بار ہے کہ اس شہر کے معرض وجود میں آنے کے اسباب و عوامل کیا تھے۔ اس کی خاک پاک کے تابناک ذرات کو اس اعجاز پر بجا طور پر ناز ہے کہ فخر کون و مکاں سلطان زمین و زماں ﷺ کا وجود انہی سے معرضِ وجود میں آیا اور اسی خاک کو رحمت کائنات ﷺ کے گوہر عنصر شریف کا صدف بننے کا شرف نصیب ہوا۔

اس شہر خوباں کے دلربا تذکرہ سے ایمان میں تر و تازگی، روح کو

Marfat.com

فرحت و سرمستی اور قلب کو سرور و شادمانی نصیب ہوتی ہے۔ محبوب کائنات ﷺ کا قلب اطہر اس دیس کی محبت سے لبریز تھا جس کا اظہار آپ ﷺ کے اعمال واقوال سے ہوتا رہتا تھا۔ آپ ﷺ کا معمول تھا جب کسی سفر سے تشریف لاتے تو مدینہ کریم کے درو دیوار پر نظر نواز ہوتے ہی بے تابانہ طور سواری کو خوب تیز کرتے تا کہ فراق کی جاں گداز گھڑیاں ختم ہو کر وصل کی روح پرور ساعت جلد نصیب ہو۔ آپ ﷺ کے قلب اطہر میں اس ارض مقدس کی گردوغبار اور ریگ زاروں کے ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ ﷺ کے چہرہ پرنور پر لگ جاتے تو انہیں صاف نہیں فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ ایمان اور خوشخبری سناتے کہ اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مدینہ منورہ کی خاک ہر بیماری حتیٰ کہ کوڑھ اور برص جیسے موذی اور لاعلاج امراض کے لیے بھی باعثِ شفا ہے۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ پچھلی مرتبہ ہم لوگ ۷ نومبر ۲۰۰۰ء کو عمرہ شریف کی ادائیگی کے لیے حجاز مقدس حاضر ہوئے تھے اور تین سال بعد ۷ نومبر ۲۰۰۳ء کو دوبارہ حاضری حرمین شریفین نصیب ہوئی۔

❁❁❁❁❁

Marfat.com

بابِ نہم

المعجزات

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی مقبول بندے کو دعوت حق کیلئے منتخب فرماتا ہے تو اس کی ذات کو گوناگوں خوبیوں کا مرقع زیبا بنا کر بھیجتا ہے۔ اس میں کوئی جسمانی عیب نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کریں۔ اسی طرح اس کا کردار بھی اتنا بے داغ اور دلربا ہوتا ہے کہ سلیم الطبع لوگ اس کی دعوت کو قبول کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے۔

جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح ہمارے جسم کی پراسرار مخفی قوت، ہمارے جسم خاکی پر حکمران ہے اسی طرح نبوت کی روح اعظم اذن الٰہی سے ہمارے عالم جسمانی پر حکمران ہوتی ہے اور روحانی دنیا کے سنن واصول عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہیں۔ اس لئے وہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کرتی ہے۔ سب سے بڑا معجزہ نبی کی ذات ہے۔ تمام انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے جو معجزات عطا فرمائے۔ مرکز کمال، مرکز حسن اور مرکز جمال جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی

Marfat.com

ذات کو ان تمام معجزات کا مجموعہ بنادیا۔ جناب رسالتمآب ﷺ کے اخلاق وعادات معجزہ تھے۔ آپؐ کی شریعت معجزہ تھی۔ آپؐ پر جو کتاب نازل ہوئی قرآن کریم، اس سے بڑا کوئی معجزہ نہیں۔ ان کے علاوہ آپ ﷺ کی روحانی طاقت نے جسم و روح دونوں کی کائنات میں بہت اثر ڈالا۔ اس نے کبھی طوبیٰ کے سائے میں بستر لگایا۔ کبھی سدرۃ المنتہیٰ کی حدود میں رفرف کی سواری کھڑی کی۔ کبھی ماکذب الفواد کے نور سے قلب مبارک کو منور کیا اور کبھی مازاغ البصر سے آپ ﷺ کی آنکھوں کو روشن کیا۔

حضور اکرم ﷺ کے ان گنت معجزات بیان کئے گئے ہیں جن کا صدق دل سے مطالعہ کیا جائے تو سرور کائنات خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمت اللعالمین ﷺ کی عظمت کا نقش دل پر ثبت ہو جاتا ہے۔ اُن ان گنت اور بے شمار معجزات میں سے حسب قدرت چند معجزات مستند کتب سے نقل کر کے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان معجزات کے آئینے میں ہمیں اپنے ہادی برحق، رہبر کامل ﷺ کا عکس جمیل دکھائے جس سے ہمارے دلوں کی دنیا آباد ہو جائے۔ آمین الٰہی آمین۔

ا۔ معجزہ شق القمر

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

قیامت قریب آ گئی اور چاند شق ہوگیا اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے

Marfat.com

ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں کہنے لگتے ہیں۔ یہ بڑا زبردست جادو ہے۔

ایک دفعہ مشرکوں کا ایک وفد جس میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، نضر بن حارث اور ان کے دیگر رؤساء قریش تھے، حضور علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایئے۔ حضور علیہ نے فرمایا: ''اگر میں ایسا کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟'' وہ بولے: ''ضرور'' اس رات کو چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ حضور علیہ منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ اللہ کے پیارے رسول علیہ نے اپنے رب سے عرض کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور نبی کریم علیہ مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے: ''اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھو اور اس بات پر گواہ رہنا، تمہاری فرمائش پوری ہو گئی۔''

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کی بجائے انہوں نے کہا: ''یہ ابی کبشہ کے بیٹے کے سحر کا اثر ہے''۔ اس نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے' چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں ہم ان سے پوچھیں گے' اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔ جب وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا ہے تو سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

Marfat.com

۲۔ معجزہ معراج

حضور ﷺ ایک رات خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرما رہے تھے کہ جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے، خواب سے بیدار کیا اور ارادہ خداوندی سے آگاہی بخشی۔ حضور ﷺ اُٹھے، چاہ زمزم کے قریب لائے گئے، سینہ مبارک کو چاک کیا گیا، قلب اطہر میں ایمان و حکمت سے بھرا ہوا طشت انڈیل دیا گیا اور پھر سینہ مبارک درست کر دیا گیا۔ حرم سے باہر تشریف لائے تو سواری کے لئے ایک جانور پیش گیا گیا جو براق کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی وہاں قدم رکھتا تھا۔ حضور ﷺ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور جس حلقہ سے انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں، اس سے براق کو بھی باندھ دیا گیا۔ حضور ﷺ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں جملہ انبیاء سابقین حضور ﷺ کے لئے چشم براہ تھے۔ حضور ﷺ کی اقتداء میں سب نے نماز ادا کی۔ اس طرح جو عہد روز ازل، ارواح انبیاء سے لیا گیا تھا (کہ تم میرے محبوبؐ پر ضرور ایمان لانا) کی تکمیل ہوئی۔ ازاں بعد کوکب ہمایوں بلندیوں کی طرف پر کشا ہوا۔ مختلف طبقات آسمانی پر مختلف انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ساتویں آسمان پر اپنے جد کریم ابوالانبیاء حضرت خلیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے مرحبا یا نبی الصالح والابن الصالح یعنی اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند دل بند مرحبا کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو انوارِ ربانی کی تجلی گاہ تھی، جس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں سما نہیں سکتی۔ عقابِ ہمت یہاں بھی آشیاں بند نہیں ہوا اور آگے بڑھے۔ کہاں تک گئے اُسے ما دشما کیا سمجھیں۔ زبانِ قدرت نے مقامِ قرب کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ وہاں کیا ہوا۔ یہ بھی میری اور آپ کی عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ قرآن نے بتایا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''پھر شاہدِ مستورِ ازل نے چہرہ سے پردہ اُٹھایا اور خلوت گاہِ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام عطا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت بارِ الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ (سیرت النبی جلد ۳)۔

اسی مقامِ قرب اور گوشۂ خلوت میں دیگر انعاماتِ نفیسہ کے علاوہ پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرضداشت پر حضور ﷺ نے کئی بار بارگاہِ رب العزت میں تخفیف کے لئے التجا کی۔ چنانچہ نمازوں کی تعداد پانچ کر دی گئی اور ثواب پچاس کا ہی رہا۔ فرازِ عرش سے محبوبِ رب العالمین مرجعت فرمائے خاکدانِ ارضی ہوئے ابھی یہاں رات کا سماں تھا۔ ہر سو رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی سپیدہ سحر کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔

واقعہ معراج کو انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ یہ مسافت بیشک بڑی طویل ہے۔ اس سفر میں پیش آنے والا ہر واقعہ بلاشبہ عجیب و غریب ہے، اسی لئے وہ دل جو نورِ ایمان سے خالی تھے انہوں نے

Marfat.com

اسے اسلام اور داعی اسلام کے خلاف سب سے بڑا اعتراض قرار دیا۔ کئی ضعیف الایمان لوگوں کے پاؤں ڈگمگا گئے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں یقین کا چراغ ضوفشاں تھا انہیں قطعاً کوئی پریشانی اور تذبذب نہیں ہوا اور نہ دشمنان اسلام کی ہرزہ سرائی اور غوغا آرائی سے وہ متاثر ہوئے بلکہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے بلا جھجک جواب دیا کہ اگر میرے آقا و مولا نے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے۔ اس طرح صدیق کے لقب سے نوازے گئے۔

۳۔ نزول بارانِ رحمت کا معجزہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بخدا ایک روز مطلع صاف تھا۔ آسمان پر بادل تو کجا کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ جبل سلع اور ہمارے گھروں کے درمیان میں چٹیل میدان تھا، وہاں کوئی گھر، کوئی مکان تعمیر نہیں ہوا تھا۔ جمعہ کا دن تھا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ سے پہلے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی مسجد شریف میں اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر شریف کے بالکل مقابل تھا اس نے آتے ہی گزارش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خشک سالی اور قحط سے مویشی بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ راستے منقطع ہو گئے ہیں۔ یعنی ان پر آمد و رفت بند ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں تاکہ مولا کریم بارانِ رحمت فرمائے۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور عرض کی:

Marfat.com

''اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا اور بادل کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی آسمان پر کہیں نظر نہیں آتا تھا۔اچانک مکانوں کے پیچھے سے ڈھال کے برابر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا ۔ جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچا تو چاروں طرف پھیل گیا۔ پھر بارش برسنا شروع ہوئی۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس کے دست میں میری جان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے، ان کو نیچا کرنے سے پہلے بادل پہاڑوں کی طرف گرجتا ہوا آ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے اترے نہ تھے کہ بارش کے قطرے رحمت عالم کی ریش مبارک پر آ کر ٹپکنے لگے اور اس جمعہ سے لے کر لگاتار آٹھ دن آئندہ جمعہ تک دن رات بارش برستی رہی۔ پھر آئندہ جمعہ کو وہی شخص یا کوئی اور شخص حاضرِ خدمت ہوا عرض کی:

''مکانات گر گئے ہیں، راستے بند ہو گئے ہیں، مویشی گھر میں بند ہیں بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیئے کہ وہ بارش کو روک دے۔''

اس سائل کی عرضداشت سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

''اے اللہ! اب ہم پر بارش نہ برسا بلکہ ٹیلوں پر، چھوٹی پہاڑیوں پر اور وادیوں پر اور جہاں درخت اُگتے ہیں ان پر بارش برسا۔ الٰہی یہ بارش

Marfat.com

مدینہ کے آس پاس برسا ہم پر نہ برسا۔"

چنانچہ جس طرف حضور ﷺ کی انگلی کا اشارہ ہوتا بادل پھٹتا جاتا اور چند لمحوں میں مطلع صاف ہو گیا۔

اس دفعہ اتنی بارش ہوئی کہ وادی قناط ایک ماہ تک بہتی رہی۔ اس عرصہ میں دور دراز علاقوں کے جتنے لوگ بھی آئے انہوں نے بھی یہی اطلاع دی کہ ہر جگہ موسلا دھار بارش ہوئی ہے۔

۴۔ پانی کا کثیر ہونا

حضرت انس سے ایک روایت اس طرح منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہم مدینہ طیبہ کے بازار میں زوراء کے مقام پر تھے۔ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگ وضو کرنے کیلئے پانی تلاش کرنے لگے لیکن آس پاس پانی نہ ملا۔ چنانچہ بارگاہ رسالت میں تھوڑا سا پانی جو دستیاب تھا پیش کر دیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس برتن میں اپنا دست مبارک رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وضو کر لیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبلنے لگے یہاں تک کہ سب لوگوں نے بڑی تسلی سے وضو کیا اور ان کی تعداد ستر یا اسی تھی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہاری تعداد کتنی تھی انہوں نے کہا ہم تین سو کے قریب تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی اُبلنے کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں ہوا دو مرتبہ ہوا۔ ایک بار جن لوگوں نے وضو کیا ان کی تعداد ستر یا اسی تھی

Marfat.com

اور دوسری مرتبہ جب لوگوں نے وضو کیا تو ان کی تعداد تین سو کے قریب تھی۔

دوسری روایت ابن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں:

''غزوہ تبوک میں مجھے اپنے آقا کی ہمراہی کا شرف نصیب ہوا۔ ایک منزل پر ہم پہنچے مسلمانوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے چار پائے اور اونٹ پیاس سے نڈھال ہو رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کوئی بچا کچھا پانی ہے تو ایک شخص ایک پرانا مشکیزہ لے کر آیا۔ اس کی تہہ میں دو تین گھونٹ پانی کے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹا ٹب منگوایا اور اس میں وہ پانی انڈیلا گیا پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی مبارک اس میں رکھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس ٹب کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبل رہے تھے۔ ہم نے اپنے اونٹوں کو اور اپنے دوسرے جانوروں کو پانی سے سیراب کیا اور اپنے مشکیزوں میں ذخیرہ کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہاری ضرورت پوری ہوگئی؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ٹب میں سے اپنا دست مبارک نکال لیا۔''

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:

ہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبا روانہ ہوئے۔ جب قبا کی بستی میں پہنچے تو ایک گھر میں سے ایک چھوٹا سا پیالہ لایا گیا۔ وہ اتنا چھوٹا تھا کہ بمشکل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار انگلیاں اس میں داخل ہو سکیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

لوگوں کو کہا آؤ پانی پیو۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبل رہا تھا۔ لوگ یکے بعد دیگرے اس پیالہ کے پاس آتے رہے اور پانی پی کر واپس لوٹتے رہے یہاں تک کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے۔

اس واقعہ کو امام بخاری اور مسلم نے حضرت جابر سے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ میں پہنچے اور ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے مشرکین نے روک دیا تو وہاں پانی کی قلت کا مسئلہ پیش آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا ڈول رکھا تھا جس میں حضور ﷺ وضو فرما رہے تھے۔ لوگ بڑی تیزی سے وہاں پہنچے۔ حضور ﷺ نے پوچھا تم نے یہ بھگدڑ کیوں مچا رکھی ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں جس سے ہم پیاس بجھا سکیں یا وضو کر سکیں۔

سرور عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس چمڑے کے ڈول میں ڈال دیا اور فوراً اس میں آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ ہم سب نے اس سے خوب سیر ہو کر پیا اور بڑی تسلی سے وضو کیا۔ سالم ؓ کہتے ہیں کہ میں نے جابر ؓ سے پوچھا تمہاری تعداد کتنی تھی؟ آپؓ نے فرمایا:

''اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا لیکن اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔''

Marfat.com

۵۔ حضور اکرم ﷺ کی برکت سے قلیل دودھ کا کثیر ہو جانا:

امام احمدؒ، عمرو بن زر سے اور وہ حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں بتایا کرتے تھے کہ بخدا بھوک کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک روز تنگ آ کر اس راستہ پر آ کر بیٹھ گیا جس راستے پر لوگوں کی آمد و رفت ہوا کرتی تھی کہ شاید کوئی میرا حال دریافت کر کے میرے فاقے کا درماں کر دے۔

چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ وہ اس اثناء میں میرے چہرے کی زردی کو دیکھیں گے اور میرا حال دریافت کریں گے لیکن انہوں نے مجھ سے کوئی استفسار نہ کیا اور چلے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا لیکن آپؓ نے بھی میرے مقصد کو نہ بھانپا اور تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر گزری میرے آقا و مولیٰ سیدنا ابو القاسم محمد رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ میرا چہرہ دیکھ کر حضور ﷺ نے میری حالت کو پہچان لیا اور میرے دل میں جو خواہش تھی اس پر آگاہی حاصل کر لی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک لگی ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ میں نے اذن

Marfat.com

طلب کیا۔ اذن دیا گیا۔ میں اندر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہے۔ اہلِ خانہ سے پوچھا تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا؟ انہوں نے عرض کی فلاں صاحب نے حضور ﷺ کے لئے بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ ﷺ فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کو کہو کہ تمہیں حضور ﷺ یاد فرماتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اہلِ صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے پاس سر چھپانے کو کوئی جھونپڑا تھا نہ مال و اسباب۔ حضور سرور عالم ﷺ کے پاس جب ہدیہ آتا تو اسے حضور ﷺ تناول فرماتے اور بقیہ اصحاب صفہ کی طرف بھیج دیتے اور اگر صدقہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو سارے کا سارا اصحاب صفہ کو بھجواتے اور خود اس سے کچھ تناول نہ فرماتے۔ جب حضور ﷺ نے مجھے اہلِ صفہ کو بلانے کا حکم دیا تو میرے حزن و ملال کی کوئی حد نہ رہی۔ میری توقع یہ تھی کہ پہلے دودھ کا پیالہ پینے کیلئے مجھے دیا جائے گا۔ مَیں سیر ہو کر پیوں گا اس طرح میرا دن رات سکون سے گزر جائیں گے۔ مَیں نے دل میں کہا مَیں صرف پیغام رساں ہوں جب وہ لوگ آئیں گے تو حضور ﷺ مجھے فرمائیں گے کہ ان کو دودھ پیش کرو اور اگر ایسا ہوا تو میرے لئے کیا بچے گا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر میرے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا چنانچہ میں چل دیا اور ان کو اطلاع دی۔ سب آ گئے انہوں نے باہر کھڑے ہو کر اذن طلب کیا۔ چنانچہ اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ سب اندر داخل ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

Marfat.com

پھر فرمایا: ''ابو ہریرہ! یہ پیالہ لو اور انہیں جا کر دو۔ حسب ارشاد میں نے پیالہ پکڑا اور ان کے پاس لے گیا۔ ایک کو دیا اس نے سیر ہو کر پیا پھر پیالہ مجھے واپس کر دیا میں لے کر دوسرے کی طرف پہنچا اس نے بھی سیر ہو کر پیا پھر لوٹا دیا۔ یکے بعد دیگرے سب کے پاس پیالہ لے جاتا۔ وہ سیر ہو کر دودھ پیتا اور مجھے واپس کر دیتا۔ ان میں سے آخری آدمی نے دودھ پیا اور مجھے پیالہ واپس کر دیا تو میں نے وہ پیالہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے وہ پیالہ پکڑ لیا، دست مبارک پر رکھا، اس میں ابھی کچھ دودھ بچا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک اُٹھایا میری طرف نگاہ کرم ڈالی اور مسکرا دیئے۔ مجھے کہا ابو ہریرہ! میں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ ﷺ ''اے اللہ کے رسول ﷺ حضور کا غلام حاضر ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: اب میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضور نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا: بیٹھ جاؤ اور پیو۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں پھر میں بیٹھ گیا اور پینا شروع کیا۔ جب میں نے سیر ہو کر پی لیا اور پیالہ الگ کیا تو حکم دیا کہ پیو پھر میں نے جتنا میرے اندر سما سکتا تھا پیا۔ پھر پیالے کو لبوں سے جدا کیا۔ حکم ہوا اور پیو۔ بار بار حضور ﷺ کے حکم سے میں پیتا رہا۔ آخری بار رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ اور پیو تو میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ اب تو میرے اندر ایک قطرہ کی بھی گنجائش نہیں رہی۔'' حضور ﷺ نے فرمایا پیالہ مجھے دیدو۔ میں نے پیش کیا۔ حضور ﷺ نے جو سب کا پس انداز تھا وہ نوش فرمایا۔

Marfat.com

۶۔ مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ:

ایک روز مرشد برحق ﷺ نے ایک شخص کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں اس وقت تک آپؐ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک آپ میری بیٹی کو زندہ نہ کر دیں۔ تب رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ وہ شخص حضور ﷺ کو لے گیا اور اس کی قبر پر کھڑا کر دیا۔ اللہ کے محبوب رسول ﷺ نے اس کا نام لے کر اس کو بلایا۔ اس نے سینکڑوں من مٹی کے نیچے سے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ کی یہ خادمہ حاضر ہے، ساری سعادتیں آپؐ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو یہ پسند کرتی ہے کہ تو واپس دنیا میں آ جائے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! بخدا میں اس بات کو پسند نہیں کرتی کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے ماں باپ سے زیادہ رحمت و شفقت کرنے والا پایا اور آخرت کو دنیا سے کہیں بہتر پایا ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفاء شریف میں روایت کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی بیٹی کو (زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق) فلاں وادی میں پھینک دیا۔ حضور ﷺ اس کو زندہ فرما دیں۔ حضور ﷺ اس کے ساتھ اس وادی میں تشریف لے گئے اور اس کا نام لے کر بلایا: اللہ کے اذن سے مجھے جواب دے۔ تو وہ قبر سے باہر نکل آئی۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا تیرے ماں باپ دونوں مسلمان ہو گئے ہیں اگر تجھے پسند ہو تو تجھے ان کے پاس بھیج دوں۔ اس نے کہا مجھے ماں باپ کی ضرورت نہیں، میں نے اپنے رب کو ان سے زیادہ کریم و شفیق پایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس صفہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز ایک بوڑھی خاتون جو نابینا تھی وہ ہجرت کر کے سرور عالم ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا جس کا عنفوان شباب تھا۔ کچھ دن گزرے کہ مدینہ کی وبا نے اس کو بستر علالت پر ڈال دیا۔ چند دن بیمار رہا پھر اس کی روح قبض کر لی گئی۔ حضور ﷺ نے اس کی وفات کے بعد اس کی آنکھیں بند کیں اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کریں۔ جب ہم نے اس کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے انس! اس کی ماں کے پاس جاؤ اور اس کو اس کے بیٹے کی وفات کی اطلاع دو۔ میں گیا اور اس بوڑھی ماں کو اس کے بیٹے کی وفات کی اطلاع دی۔ وہ آئی اور اپنے بیٹے کے قدموں کے قریب بیٹھ گئی اور اس کے دونوں پاؤں کو پکڑ لیا اور پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کیا میرا بیٹا واقعی وفات پا گیا ہے۔ انہوں نے کہا بے شک۔ اب اس نے اپنا رخ اللہ رب العزت کی طرف کیا اور عرض کی:

"اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں خوشی سے اسلام لائی ہوں اور بتوں سے نفرت کرتے ہوئے میں نے ان کی بندگی کا پٹا اپنے گلے سے اتار پھینکا ہے اور میں تیرے دربار میں حاضر ہوئی ہوں تا کہ تو مجھے اپنی رحمت سے نوازے۔ اے

Marfat.com

اللہ! میرے بچے کی موت سے بتوں کے پجاریوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دے اور مجھ پر اس مصیبت کا بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں"۔

جوں ہی اس نے التجا ختم کی بچے نے اپنے پاؤں ہلائے اور اپنے چہرہ سے چادر ہٹا دی۔ اس کے بعد وہ کافی عرصہ زندہ رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وصال فرمایا اور اس کی والدہ راہی ملک بقا ہو گئیں۔

مشہور محدث ابو نعیم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا ریوڑ تھا اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ جب وہ اپنی بکریوں کا دودھ دوہتا اس کا ایک پیالہ بھر کر بارگاہِ رسالت میں پیش کرتا۔ ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ نے کئی دن تک اسے نہ دیکھا۔ اس کا باپ آیا اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا بیٹا وفات پا گیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس بوڑھے باپ کو کہا اگر تم چاہو تو میں اللہ کی جناب میں دعا کروں اور وہ اسے زندہ کر کے تیرے پاس پہنچا دے اور اگر تیری مرضی ہو تو اس صدمہ پر صبر کرے اور اس کا اجر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے عطا فرمائے۔ اس طرح کہ تیرا بیٹا تیرے پاس آئے، تیرا ہاتھ پکڑے اور جنت کی طرف لے کر داخل ہو جائے۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے نبی اس کا کون ذمہ دار ہے؟ فرمایا: یہ صرف تیرے لیے نہیں بلکہ ہر مومن کے لیے ہے جس کو اس صدمہ سے دوچار کر دیا جائے۔

خارجہ بن زید انصار کے رؤسا میں سے تھے۔ ایک روز ظہر اور عصر کے درمیان مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے گھر آ رہے تھے کہ گر پڑے اور انتقال کر گئے۔ انصار کو جب ان کی ناگہانی موت کی اطلاع ملی تو وہ آئے اور ان کی

Marfat.com

میت کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ چارپائی پر کمبل ڈالا گیا اور دو چادریں ڈالی گئیں۔ گھر میں مستورات تھیں جو اپنے سردار کی وفات پر رو رہی تھیں۔ انصار کے مرد بھی وہاں موجود تھے۔ کافی دیر تک آپ کی میت ان کے گھر پڑی رہی کیونکہ ان کی وفات اچانک ہوئی تھی اس لیے لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہو گئے کہ ان کا قاتل کون ہے۔ اسی وجہ سے ان کی تدفین میں کافی تاخیر ہو گئی یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا اور اچانک ایک آواز بلند ہوئی: خاموش ہو جاؤ، لوگوں نے اس اچانک آواز پر میت کی طرف غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان چادروں اور کمبل کے نیچے سے یہ آواز آئی ہے چنانچہ آپ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا گیا تو پتہ چلا کہ حضرت خارجہ بن زید کی زبان سے یہ بات نکل رہی تھی:

''سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں وہ نبی امی اور خاتم النبیین ہیں حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔''

ایسے معلوم ہوتا تھا کہ رحمت دو عالم ﷺ کی روح مبارک تشریف لائی تھی اور اس روح مبارک کو دیکھ کر آپ نے حضور ﷺ کی سچائی کی گواہی دی تھی۔

۷۔ بچوں کا گفتگو کرنا:

ابن قانع سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک روز حضور ﷺ ایک گھر میں رونق

Marfat.com

افروز تھے، حضور علیہ السلام کا رخ انور چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ مَیں نے ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا کہ اہلِ یمامہ میں سے ایک شخص ایک بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر لایا۔ اسی روز اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس نے اسے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور علیہ السلام نے اس بچے سے پوچھا: ''اے بچے بتا میں کون ہوں؟'' اس بچہ نے، جس کی عمر ابھی چوبیس گھنٹوں سے کم تھی، فوراً جواب دیا: ''آپ علیہ السلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔'' حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔'' اتنا کہنے کے بعد بچہ خاموش ہوگیا۔ بڑا ہوا تب اس نے گفتگو شروع کی۔ ہم اسے مبارک یمامہ کہا کرتے تھے کیونکہ رحمت عالم علیہ السلام نے اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔

امام بیہقی یہ روایت نقل کرتے ہیں: حضور علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں ایک نوجوان پیش کیا گیا جو بالکل گونگا تھا، آج تک اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ رحمت عالم علیہ السلام نے اس سے پوچھا اے نوجوان بتاؤ میں کون ہوں؟ اس گونگے نے جو شکم مادر سے ہی گونگا پیدا ہوا تھا اس نے جھٹ کہا آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

امام احمد اور بیہقی ابن ابی شیبہ سے اور وہ حضرت عباس سے روایت کرتے ہیں: ''ایک روز ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام ہمارے بچے کو جنون کا مرض ہے۔ جب ہمارے صبح وشام کھانے کا وقت ہوتا ہے تو اسے دورہ پڑ جاتا ہے۔ سرکار دو عالم علیہ السلام نے اس کے سر پر اپنے دست مبارک کو پھیرا۔ اچانک

Marfat.com

اسے قے آئی اور اس سے کچھ مواد نکلا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے شفا یاب ہوگیا۔

ابن ابی شیبہ ام جندب سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خشعم کی ایک خاتون اپنے بچے کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ بیمار ہے بات نہیں کرسکتا۔ رحمت عالم ﷺ نے پانی منگوایا، کلی کی اور اپنے دست مبارک کو دھویا اور وہ دھوون اس بچے کی ماں کو دیا اور فرمایا یہ پانی بچے کو پلا دو اور حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کے اوپر پھیرا وہ بچہ فوراً شفایاب ہوگیا اور اپنے زمانہ کے دانشوروں اور عقلمندوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔

۸۔ بیماروں کا شفایاب ہونا

سرور انبیاء دلیہ التحیۃ والثناء ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے روحانی اور جسمانی ہر قسم کی لاعلاج بیماریوں کا معالج وطبیب حاذق بنا کر معبوث فرمایا۔ کفر و شرک اور فسوق و فجور کی بیماریوں میں جو لوگ مبتلا تھے، رحمت عالم نے اپنی نگاہِ کرم سے ان کے گندے دلوں کو پاک کر کے ان کو صحت کاملہ سے آراستہ کر دیا۔ اسی طرح بارگاہِ رسالت ﷺ میں جو لاعلاج مریض حاضر ہوا حضور ﷺ کی توجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی شفایاب فرمایا۔ بے شمار ایسے بیمار تھے جو حاضر خدمت ہوئے اور تندرست ہو کر لوٹے۔ ان سب کا احاطہ میرے لئے ممکن نہیں البتہ چند واقعات جو صحیح روایات سے مروی ہیں وہ قارئین کی خدمت

Marfat.com

میں پیش کرتا ہوں تاکہ اپنے آقا کی شان مسیحائی کا اندازہ لگا سکیں۔

حضرت قتادہ بن نعمان ﷺ جنگ اُحد میں شریک ہوئے۔ جنگ میں آپ کو تیر لگا۔ جس سے آپ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکلا۔ آپ نے اس ڈھیلے کو اپنے ہاتھوں سے پکڑا، بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی میری آنکھ پر نظر کرم فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو صبر کرو اور اس کے عوض تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم چاہتے ہو تو میں اس آنکھ کو درست کر دیتا ہوں انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بیشک جنت بڑی خوبصورت جزا ہے اللہ تعالیٰ کا گراں قدر عطیہ ہے لیکن مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ میری بیوی جس سے مجھے بڑی محبت ہے مجھے کانا کہے گی۔ حضور ﷺ مہربانی فرما کر میری آنکھ کو درست فرما دیں اور اللہ تعالیٰ سے مجھے جنت بھی لے دیجئے۔

حضور ﷺ نے اس ڈھیلے کو لیا اور آنکھ میں اس کے مقام پر اسے رکھ دیا اور پھر دعا دی: ''یا اللہ اس کے چہرے کو حسین وجمیل بنا دے۔''

حضور ﷺ کی برکت سے ان کی وہ ضائع شدہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ حسین ہو گئی اور اس کی بینائی درست آنکھ سے بھی تیز تر ہو گئی یہ آنکھ جس کو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے صحت یاب کیا تھا اسے کبھی آشوبِ چشم کا عارضہ نہیں ہوتا تھا۔

حارث بن ربعی الانصاری اسلمی، جن کی کنیت ابو قتادہ تھی ایک جنگ میں انہیں تیر لگا رحمت عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کے زخموں پر لگایا اب نہ وہاں درد تھا نہ اس زخم میں

Marfat.com

خون یا پیپ تھی۔ زخم بالکل درست ہو گیا۔

نسائی، ترمذی، حاکم اور بیہقی جیسے محدثین نے اپنی تصانیف میں یہ روایت نقل کی ہے اور اس کے بارے میں یہ تصدیق کی ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث کی روایت کرنے والے حضرت عثمان بن حنیف ﷺ ہیں۔ حضور عثمانؓ فرماتے ہیں۔ ایک روز ایک نابینا شخص حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میری آنکھوں کو بینا کر دیں۔ رحمت عالم ﷺ نے اسے فرمایا جاؤ، وضو کرو، اس کے بعد دو نفل پڑھو پھر ان الفاظ سے دعا مانگو۔ وہ گیا، حسب ارشاد وضو کیا، دو نفل پڑھے پھر وہ دعا مانگی جو حضور ﷺ نے اسے سکھائی تھی۔ جب وہ اس سے فارغ ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جو صحابہؓ وہاں موجود تھے سب نے دیکھا کہ اس کی اندھی آنکھیں بینا ہو گئی ہیں۔ اب اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ اب نبی رحمت ﷺ کا یہ ادنیٰ غلام قارئین کی خدمت میں وہ دعا پیش کرتا ہے جس نے چشم زدن میں اس اندھے کو بینا کر دیا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ط

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے جن کا نام نامی محمد ہے جو نبی رحمت ﷺ ہیں، تیری جناب میں متوجہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے وسیلہ سے آپ کے

Marfat.com

رب کی جناب میں متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری حاجت براری فرمائے۔ اے مولا کریم! حضور ﷺ کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔“

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ یہ دعا اپنے بچوں کو بھی سکھاتے تھے اور عام لوگوں کو بھی اور جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ ان کلمات طیبات سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجا کرتے تھے اور ان کی وہ مشکل حل ہو جاتی تھی۔

ابن ابی شیبہ، بیہقی طبرانی اور دیگر محدثین نے روایات کی ہے کہ فدیک بن عمر السلامانی کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں لایا گیا۔ اس وقت موتیے کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ رحمت عالم ﷺ نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے اونٹ کے نکیل کو پکڑے ہوئے آگے چل رہا تھا۔ میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر جا پڑا، اسی وقت میری بینائی ختم ہو گئی مجھے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اس طبیب رحمانی نے اس کی آنکھوں پر پھونک ماری تو وہ فوراً بینا ہو گیا اور حضور ﷺ کی برکت سے جو بینائی اسے نصیب ہوئی وہ اس کی آخر عمر تک قائم رہی یہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں بھی وہ سوئی میں دھاگا ڈال لیا کرتا تھا۔

غزوہ خیبر کا مشہور واقعہ آپ نے پڑھا ہوگا' جب بار بار کی کوشش کے باوجود ایک قلعہ فتح نہ ہوا تو اللہ کے محبوب رسول ﷺ نے فرمایا:

”کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ

Marfat.com

سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی محبت کرتے ہیں۔اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کو فتح عطا فرمائیں گے۔''

پھر سرکار دو عالم ﷺ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔وہ آشوبِ چشم کی بیماری میں مبتلا تھے۔آپؓ کا ہاتھ پکڑ کر آپؓ کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔رحمت عالم ﷺ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر کو اپنی گود میں رکھا پھر آپ کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔درد کا نام ونشان تک نہ رہا آنکھوں کی سرخی غائب ہوگئی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو آشوب چشم کی کبھی شکایت ہوئی ہی نہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یزید بن ابی عبید سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:

''ایک روز میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا۔میں نے پوچھا اے ابامسلم! یہ ضرب تمہیں کب لگی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ غزوہ خیبر میں مجھے یہ ضرب لگی تھی۔لوگوں کو جب پتہ چلا وہ سمجھے کہ سلمہ اس ضرب سے جانبر نہ ہو سکے گا۔میں فوراً اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا۔اپنی پنڈلی جس پر تلوار کا گہرا زخم تھا پیش کی۔رحمت عالم ﷺ نے تین مرتبہ میرے اس زخم پر پھونک ماری۔میرا زخم اسی وقت مندمل ہو گیا۔نہ درد رہا اور نہ زخم رہا۔اس وقت سے لے کر آج تک مجھے اس کی کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔''

قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ کلثوم بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری

Marfat.com

گردن پر تلوار کی ضرب لگی ۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک میرے اس گہرے زخم پر ملا تو اسی وقت میرا زخم درست ہو گیا اور میں صحت یاب ہو گیا۔

ایک غزوہ میں حضرت عبداللہ بن انیس کو سر پر تلوار کا زخم آیا اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا زخم دکھایا۔ حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن اس پر ڈال دیا۔ سارا گہرا زخم مندمل ہو گیا اور اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ، جنہوں نے جنگ بدر میں ابوجہل کو واصل جہنم کیا تھا، دشمن نے ان کے بازو پر وار کیا۔ بازو کٹ کر ساتھ لٹکنے لگا۔ وہ فوراً دوڑتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنا کٹا ہوا بازو پیش کیا۔ حضور ﷺ نے نگاہِ التفات فرمائی۔ جہاں سے وہ کٹا ہوا تھا وہاں لعاب دہن ڈال دیا اور اس کو کندھے کے ساتھ جوڑ دیا۔ اسی وقت وہ چمٹ گیا حضور ﷺ کے لعاب دہن کی برکت سے وہ ہاتھ ایسے چمٹ گیا جیسے وہ کٹا ہی نہ تھا۔

ابن اسحاق اور دیگر سیرت نگار روایت کرتے ہیں کہ خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں گردن پر تلوار کا زخم لگا یہاں تک کہ وہ ان کی جانب جھک گئی۔ وہ بھی بھاگے بھاگے اپنے مسیحا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے پھونک ماری زخم مندمل ہو گیا اور لڑھکی ہوئی گردن بھی اپنے مقام پر درست ہو گئی۔

Marfat.com

امام بیہقی، لسانی طیالسی وغیرہ سند صحیح سے روایت کرتے ہیں: محمد بن حاطب الجمحی جو ابھی کمسن بچے تھے، ان کے بازو پر ابلتی ہوئی ہانڈی الٹ گئی جس سے آپ کا وہ بازو جل گیا۔ وہ اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوگئے۔ حضور ﷺ نے دست مبارک اس بازو پر پھیرا پھر لعاب دہن لگایا اور دعا مانگی تو اسی وقت چشم زدن میں وہ بازو درست ہوگیا۔

۹۔ حضور ﷺ کے مس کرنے سے امراض کا کافور ہو جانا:

صفات کے ذمیمہ کا صفات حمیدہ سے بدل جانا
اور چیزوں کی ماہیت کا تبدیل ہو جانا

سرور دو عالم ﷺ جن چیزوں کو دست مبارک سے چھو لیتے تھے اس کی حالت بدل جاتی تھی۔ بیماریاں اور لا علاج امراض دور ہو جاتے تھے بلکہ صفات ذمیمہ اور اخلاق سئیہ میں انقلاب رونما ہو جاتا تھا اور صفات ذمیمہ صفات حمیدہ سے بدل جایا کرتی تھیں اور ان اشیاء میں حضور ﷺ کے چھونے کی برکت سے ایسی تبدیلی رونما ہوتی تھی کہ دیکھنے والے ششدر رہ جایا کرتے تھے اور اس چیز کی حقیقت ہی بدل جاتی۔

مدینہ طیبہ میں ایک خاتون تھی۔ وہ بڑی زبان دراز اور نڈر تھی۔ جھجک نام کی کوئی چیز اس میں نہیں تھی۔ ایک روز بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی۔ حضور ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ عرض کرنے لگی مجھے بھی کچھ دیجئے۔ حضور ﷺ کے سامنے جو کھانا تھا اس میں سے لے کر حضور ﷺ نے اسے

Marfat.com

دیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں نے وہ لقمہ مانگا ہے جو اس وقت آپ کے منہ میں ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دہن مبارک سے وہ لقمہ نکال کر اس کو دے دیا کیونکہ حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سوال کو مسترد نہیں فرماتے تھے۔

جب وہ لقمہ اس نے کھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شرم و حیا کی نعمت سے یوں مالا مال کر دیا کہ مدینہ طیبہ میں کوئی عورت اس سے زیادہ شرمیلی اور باحیا نہ تھی۔ ایک لقمے کی برکت سے اس کی کایا پلٹ گئی۔

امام بخاری، حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: ایک رات مدینہ طیبہ میں اچانک شور ہوا، لوگ گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔ سرور دو عالم ﷺ سب سے پہلے باہر تشریف لائے۔ ابو طلحہ کا گھوڑا جو سست رفتار تھا اس پر سوار ہوئے اور یہ معلوم کرنے کیلئے کہ یہ شور کہاں سے آیا ہے حضور ﷺ اس طرف گئے۔ چاروں طرف چکر لگانے کے بعد حضور ﷺ واپس تشریف لائے۔ اتنے میں اہلِ مدینہ تیار ہو کر اس شور کا سراغ معلوم کرنے کیلئے مدینہ طیبہ سے باہر نکل رہے تھے، راستے میں حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے چاروں طرف دیکھ بھال کی ہے، کوئی خطرے کی بات نہیں۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، حضور ﷺ نے ابو طلحہ کو فرمایا: ''آپ کے گھوڑے کو ہم نے سمندر کی طرح رواں دواں پایا ہے۔'' حضور ﷺ کے سوار ہونے کی برکت سے اس گھوڑے میں وہ سرعت رفتار پیدا ہو گئی کہ کوئی دوسرا گھوڑا تیز رفتاری میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

امام بخاری اور مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

Marfat.com

کہ میں ایک غزوہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ شریک سفر تھا۔ یہ غزوہ ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہے۔ میرا اونٹ تھک گیا۔ بڑی مشکل سے قدم اٹھا رہا تھا۔ سرور دو عالم ﷺ میرے پاس سے گزرے، فرمایا جابر تیرے اونٹ کو کیا ہو گیا؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بیچارا تھک گیا ہے تیزی سے چل نہیں سکتا۔ اس لیے پیچھے رہ گیا ہوں۔ حضور ﷺ اپنی سواری سے اترے، جابر کے اونٹ کی بغل میں کچوکا دیا پھر جابر کو سوار ہونے کا حکم دیا۔ اب جو سوار ہوئے تو اس نے تیزی سے چلنا شروع کیا اور تمام سواروں کو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔ اب وہ حضور ﷺ سے بھی آگے بڑھنا چاہتا تھا جو مجھے گوارا نہ تھا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ اسے روکوں کہ وہ آگے نہ بڑھے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت جابر سے یہ خرید لیا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے، جو قیمت مقرر ہوئی تھی اس سے زیادہ قیمت حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دے بھیجی اور پھر وہ اونٹ بھی حضرت جابر کو واپس کر دیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کے ذمہ چالیس اوقیہ سونا قرض تھا۔ سرور عالم ﷺ نے ایک سونے کا انڈا انہیں مرحمت فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کا قرض ادا کرو۔ آپؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس چھوٹے سے انڈے سے میرا چالیس اوقیہ کا قرض کیونکر ادا ہوگا۔ سرور عالم ﷺ نے وہ سونے کا انڈا پکڑ کر اپنی زبان مبارک پر رکھا، فرمایا لے لو، اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا قرض ادا کرے گا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے قرض خواہوں کو بلایا اور جتنا قرضہ میرے ذمہ تھا اس کے برابر سونا اس انڈے سے

Marfat.com

کاٹ کاٹ کر دیتا رہا یہاں تک کہ وہ چالیس اوقیہ قرض ادا ہو گیا اور اسی مقدار میں سونا باقی بچ گیا۔

حضرت امام احمد، ابو سعیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت قتادہ ﷛ نے عشاء کی نماز حضور ﷺ کی اقتداء میں ادا کی۔ رات بڑی تاریک تھی۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں ایک ٹہنی عطا فرمائی اور فرمایا: گھر جاؤ یہ ٹہنی تمہارے راستے کو روشن کرے گی، اس کی روشنی دس گز آگے اور دس گز پیچھے تک پھیلی ہوگی جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو وہاں ایک سیاہ چیز نظر آئے گی، اس کو مارنا اور گھر سے نکال دینا کیونکہ وہ شیطان ہے۔

حضرت قتادہ اس شب تاریک میں حضور ﷺ کے پاس سے نکلے۔ وہ شاخ ان کے ہاتھ میں تھی اس سے روشنی نکل رہی تھی جو ان کے آگے پیچھے روشنی پھیلا رہی تھی۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایک تاریک ہیولا نظر آیا۔ انہوں نے اسے مار مار کر اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔

بزاز نے حضرت بریدہؓ بن حصیب سے روایت کیا کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ حضور ﷺ اسے کوئی ایسی علامت دکھائیں جو اس بات کی شہادت دے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا وہ سامنے درخت دیکھ رہے ہو، وہاں جاؤ، درخت سے کہو کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں یاد فرما رہے ہیں۔ وہ اعرابی اس درخت کے پاس گیا

Marfat.com

اور یہ پیغام اسے سنایا۔ وہ سنتے ہی ایک مرتبہ دائیں جھکا پھر بائیں طرف جھکا پھر سامنے کی طرف جھکا پھر پیچھے کی طرف جھکا، اس طرح اس کی جڑیں جو چاروں طرف زمین میں گڑی تھیں وہ ٹوٹ گئیں اور وہ زمین کو چیرتا ہوا حضور ﷺ کے خدمت اقدس میں حاضری دینے کیلئے روانہ ہوا۔ وہ حضور ﷺ کے سامنے مؤدب ہو کر کھڑا ہو گیا عرض کی **السلام علیک یا رسول اللہ۔**

اس اعرابی کو یہ معجزہ دیکھ کر حضور ﷺ کی رسالت کا یقین ہو گیا۔ اس نے عرض کی اب اس درخت کو حکم دیجئے کہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جائے۔ چنانچہ وہ لوٹ گیا اور اس کی جڑیں زمین میں گڑ گئیں۔

یہ معجزہ دیکھ کر اعرابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پھر اس اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر سجدہ کی اجازت نہیں تو مجھے اجازت دیں تا کہ میں حضور ﷺ کے دونوں بابرکت ہاتھوں اور قدمین شریفین کو بوسہ دوں۔ حضور ﷺ نے اسے دست بوسی اور قدم بوسی کی اجازت مرحمت فرمائی۔

امام بخاری، مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جس رات جنات کو بارگاہِ نبوت میں حاضری کا شرف نصیب ہوا انہوں نے مطالبہ کیا ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھایئے جس سے ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ درخت میرا گواہ ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے اس درخت کو حکم دیا کہ آئے اور میری نبوت کی گواہی دے۔ وہ درخت اپنی جڑوں کو گھسیٹتا ہوا حاضر خدمت ہو گیا اور حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کی گواہی دی۔

ایک دفعہ جنگل میں رکانہ کی حضور ﷺ سے ملاقات ہوگئی۔ حضور ﷺ نے اسے کہا مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہا میں اس وقت تک مسلمان نہیں ہوں گا جب تک آپ اپنی صداقت کی دلیل پیش نہیں کریں گے۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا اگر تمہیں نشانی دکھاؤں تو تم ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا بے شک۔ وہیں قریب ہی بیری کا درخت تھا، حضور ﷺ نے اسے حکم دیا اللہ کے اذن سے آگے آؤ۔ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کا ایک نصف وہیں کھڑا رہا اور دوسرا نصف وہاں سے چل کر حضور ﷺ اور رکانہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ رکانہ نے کہا کہ بیشک آپ نے بہت زبردست معجزہ دکھایا ہے، اب اسے حکم دیجئے کہ یہ واپس چلا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں اسے حکم دوں اور وہ واپس چلا جائے تو کیا تم اسلام قبول کرو گے؟ اس نے کہا بیشک۔ حضور ﷺ نے واپسی کا اشارہ فرمایا۔ وہ واپس چلا گیا اور اپنے نصف کے ساتھ جا کر جڑ گیا اور ایک درخت بن گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب ایمان لاؤ لیکن اس نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ وہ اس وقت تک اپنے کفر پر ڈٹا رہا جب تک کہ حضور ﷺ نے مکہ نہ فتح کر لیا۔ اس وقت وہ مسلمان ہوا۔ اس کی وفات ۴۲ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

امام احمدؒ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک روز نبی

Marfat.com

رؤف رحیم ﷺ بڑے مغموم بیٹھے تھے۔ کفار مکہ میں سے کسی نے حضور ﷺ کو اذیت دی تھی اور زخموں سے خون بہہ رہا۔ اس نے حضور ﷺ کے جسم کو رنگین کردیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہوکر عرض کی حضور ﷺ کیوں مغموم بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری قوم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے مجھے اتنا زودوکوب کیا ہے کہ میرے زخموں سے خون بہنے لگا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو ایسی نشانی نہ دکھاؤں جس سے آپ کا غم واندوہ دور ہوجائے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ضرور۔ وادی کی دوسری طرف ایک درخت کھڑا تھا جبرائیلؑ نے اس کی طرف دیکھا، حضور ﷺ کو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس درخت کو بلایئے۔ حضور ﷺ نے بلایا وہ درخت فوراً چل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوگیا۔ جبرائیلؑ نے عرض کی اسے حکم دیں وہ لوٹ جائے۔ وہ واپس چلا گیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرا اللہ مجھے کافی ہے۔''

اسی سے ملتی جلتی ایک روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم اللہ کے رسول ﷺ کی معیت میں سفر طے کررہے تھے یہاں تک کہ ہم ایک وادی میں اترے جو بہت وسیع تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں (جابر) لوٹا پانی سے بھر کر ساتھ لے گیا۔ حضور ﷺ نے دور جا کر دیکھا وہاں کوئی درخت نہ تھا جس کی اوٹ میں رفع حاجت کی جاسکے۔ اچانک دیکھا

Marfat.com

وادی کے کنارے پر دو درخت ہیں۔ سرور عالم ﷺ ایک درخت کی طرف تشریف لے گئے اس کی ٹہنی کو پکڑا اور اسے فرمایا میرے سامنے سر جھکا دو باذن اللہ۔ چنانچہ اس نے سر جھکا دیا، ایک ایسے اونٹ کی طرح جس کی ناک میں نکیل ڈال دی گئی ہو اور وہ اپنے مالک کے ساتھ مستیاں کرتا ہو۔ پھر دوسرے کو حکم دیا اور وہ آپ کے ساتھ ہولیا۔ پھر جب نصف راستہ پر پہنچے تو دونوں درخت آپس میں مل گئے اور ان کی اوٹ میں حضور ﷺ نے رفع حاجت فرمائی۔ اس کے بعد دونوں درخت جدا جدا ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔

امام بیہقی اور ابو یعلی اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ کے دوران حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ قضائے حاجت کے لیے جگہ تلاش کرو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وادی میں ہر طرف لوگ بکھرے ہیں خالی جگہ نظر نہیں آتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کھجور کا درخت یا پتھر دیکھو۔ میں نے دیکھا تو کھجور کے درخت نزدیک نظر آئے۔ میں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ان کھجور کے درختوں کو کہو کہ اللہ کا رسول تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم نزدیک ہو جاؤ اور پتھروں کو کہو کہ وہ بھی نزدیک ہو جائیں۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں کھجور کے درختوں اور پتھروں کو حضور ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ اس ذات کی قسم جس نے اپنے محبوب کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے دیکھا کھجوریں قریب ہو گئیں یہاں تک کہ ایک دوسرے سے مل گئیں۔ پتھر ایک ڈھیر کی صورت میں جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ

Marfat.com

نے ان کی اوٹ میں رفع حاجت فرمائی۔

مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے مَیں نے کھجور کے درختوں کو وہاں سے اپنی اپنی جگہ جاتے دیکھا یہاں تک کہ تمام اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔

حضرت امام ابوصیریؒ نے کیا خوب فرمایا: ''حضور ﷺ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے قدموں کے بغیر اپنی پنڈلیوں کے سہارے چلتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔''

۱۰۔ حنین الجذع

سرور کائنات فخر موجودات ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو سب سے پہلے رحمت عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کا اہتمام فرمایا۔ وہ مسجد اور اس کی تعمیر سادگی کا ایک بے مثال نمونہ تھی۔ کھجوروں کے تنے بطور ستون استعمال کئے گئے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی۔ جب بارش برستی تھی تو چھت ٹپکتی تھی جس کے باعث فرش پر کیچڑ ہو جایا کرتی۔ حضور نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے۔ جب نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو صحابہؓ نے محسوس کیا کہ اس طرح دیر تک کھڑے ہو کر خطبہ دینے سے حضور ﷺ کو تکلیف ہوگی نیز دور بیٹھے نمازیوں کو حضور ﷺ کی آواز نہیں پہنچتی تو ایک خاتون نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا غلام بڑھئی کا کام کرتا ہے اگر اجازت ہو تو اس

Marfat.com

کو کہوں کہ وہ حضور ﷺ کے لیے منبر بنائے تا کہ حضور ﷺ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمائیں۔ جب منبر تیار ہو گیا اور اس کو مسجد میں رکھ دیا گیا تو آئندہ جمعہ کو حضور ﷺ نمازِ جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو اس کھجور کے تنے سے گزر کر جب منبر کی طرف تشریف لے گئے تو وہ تنا بچوں کی طرح رونے لگا یہاں تک کہ ہجر کے صدمہ سے پھٹ گیا۔ رحمت عالم ﷺ منبر سے اترے اور اس کو سینے سے لگایا اور وہ خاموش ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں اس کو سینہ سے نہ لگاتا تو قیامت تک میرے فراق میں اسی طرح روتا رہتا۔''

حضرت بریدہ حصیب اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب اس ستون کی آہ وزاری سنی تو منبر سے نیچے اتر کر اسے گلے لگایا اور اسے فرمایا: ''اگر تیری مرضی ہو تو میں تجھے تیرے باغ میں لوٹا دوں۔ تیری جڑیں نئے سرے سے تازہ ہوں اور تیرے پتے اور شاخیں تروتازہ ہوں اور تجھ پر پھر سے پھل لگنے لگیں۔''

''اگر تیری مرضی ہو تو میں تمہیں جنت میں گاڑ دوں تا کہ اولیاء اللہ تیرا پھل کھائیں۔''

حضور ﷺ نے اپنے کان اس کی طرف لگائے گویا اس کا جواب سننا چاہتے ہیں۔

حنین جذع کی جو روایت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو دنیا و آخرت میں ایک چیز اختیار کرنے کا اختیار دیا اس نے آخرت کو پسند کیا۔

Marfat.com

اس نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے جنت میں گاڑ دیجئے تا کہ میرا پھل اللہ کے مقبول بندے کھائیں۔''

اس ستون کا جواب حضور ﷺ کے علاوہ جو ارد گرد لوگ جمع تھے انہوں نے بھی سنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تیری پسند کے مطابق تجھے جنت میں گاڑ دیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اس بے جان تنے نے ''دار الفناء'' کو چھوڑ کر دار البقاء یعنی جنت کو اختیار کیا۔

کیا شان ہے اس ہادی برحق ﷺ کی جس کے مَس کرنے سے لکڑی کے سوکھے تنوں میں زندگی آ گئی۔ صرف زندگی ہی نہیں بلکہ جذبہ عشق و محبت نصیب ہو گیا اور باقی و فانی جو فرق ہے وہ بھی سمجھ لیا۔ علامہ قاضی عیاض نے شفاء شریف میں حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں لکھا ہے۔

جب آپ یہ واقعہ سنایا کرتے تھے تو رونے لگتے تھے۔ فرماتے اے اللہ کے بندو! سوکھی لکڑی تو اللہ کے محبوب ﷺ کے فراق میں اور شوق وصال میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ حضور ﷺ کی ملاقات کے شوق میں تمہاری آنکھیں بھی اشکبار ہوں اور دل بے قرار ہو۔

۱۱۔ وہ معجزات جن کا تعلق عالم جمادات سے ہے:

''حضور ﷺ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جس کو میں جانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے جب میں اس کے پاس سے گزرا کرتا تھا، وہ مجھے سلام کرتا تھا۔''

Marfat.com

سیدنا علی بن ابی طالب ﷺ سے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں میں مکہ کی گلیوں میں حضور ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، ہم بعض محلوں میں گئے اور جو درخت اور پتھر سامنے آیا اس نے عرض کی۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔

علی مرتضیٰ ﷺ فرماتے ہیں ابتداء نبوت میں ایسا اکثر وقوع پذیر ہوا کرتا تا کہ حضور ﷺ کے دل کو اطمینان آئے اور ان پے در پے شہادتوں سے حضور ﷺ مسرور ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے بتایا کہ جب جبرئیل امین علیہ السلام نے یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر میرا استقبال کیا اس کے بعد میں جس پتھر اور درخت کے پاس سے گزرتا وہ یہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ پھر حضور ﷺ اس کا جواب دیتے وعلیکم السلام۔

امام بیہقی، ابن ماجہ مالک بن ربیع الساعدی ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن نبی مکرم ﷺ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو فرمایا اے ابو الفضل! تم اور تمہارے بیٹے میرے آنے تک اپنے گھر میں ٹھہرنا۔ جب چاشت کا وقت ہو گیا تو سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے، انہیں السلام علیکم سے نوازا۔ ان سب نے بھی جواباً عرض کیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر بھی سلامتیاں، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا ''تم نے صبح کیسے کی ہے؟'' انہوں نے عرض کی خیر و عافیت سے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com

میرے نزدیک آؤ۔ جب وہ آرام سے بیٹھ گئے اور حضور ﷺ کے قریب ہو گئے تو حضور ﷺ نے اپنی چادر ان سب پر ڈال دی فرمایا۔

''یا رب اللعالمین یہ میرے چچا ہیں میرے باپ کی طرح ہیں اور یہ میرے اہل بیت سے ہیں۔ یا اللہ جس طرح میں نے اپنی چادر ان سب پر ڈالی ہے اور ان کو چھپا لیا ہے اسی طرح آتش جہنم سے انہیں چھپا لینا۔''

دروازوں اور کھڑکیوں کے جتنے کواڑ تھے مکان کی جتنی دیواریں تھیں سب نے کہا آمین آمین آمین۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے جو فرزند اس نورانی محفل میں حاضر تھے ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ عبداللہ، عبیداللہ، قثم، معبد، عبدالرحمٰن، سعد اور ان کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لکڑی کے بے جان اور بے حس کواڑوں نے بھی حضور ﷺ کی دعا کو سنا اور صرف ان کی قوت سماعت ہی ظاہر نہیں ہوئی بلکہ یہ شعور بھی نصیب ہوا کہ اس دعا پر سب نے تین بار آمین آمین کہا۔

ایک روز کوہِ اُحد پر حضور نبی کریم ﷺ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ جلال نبوت کے باعث کوہِ اُحد پر لرزہ طاری ہو گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا:

''اے اُحد ٹھہر جا۔ تیرے اوپر ایک اللہ کا نبی ہے، ایک اس کا صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔''

بچپن میں سید عالم ﷺ اپنے چچا حضرت ابو طالبؓ کی معیت میں

Marfat.com

شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں راہبوں کی خانقاہ کے پاس سے گزر ہوا۔ وہاں ایک بڑا راہب رہتا تھا۔ اس کا نام بحیرہ تھا، وہ کسی کی ملاقات کیلئے اپنی خانقاہ سے سے باہر نہ نکلتا تھا لیکن جب اہلِ مکہ کا یہ قافلہ، جس میں سرکار دو عالم ﷺ بھی تھے۔ اس نے اس خانقاہ کے پڑوس میں قیام کیا تو وہ خود ہی باہر آیا، قافلے والوں کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے رسول کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور سب کو کہا: ''یہ ہیں سارے جہانوں کے سردار، انہیں اللہ تعالیٰ رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔''

کسی نے اس راہب سے پوچھا: اور بھی بہت سے خاندان قریش کے نوجوان موجود ہیں، تم نے انہیں کیسے پہچانا؟ اس نے جواب دیا جب بھی آپ ﷺ کا گزر کسی درخت یا پتھر کے پاس سے ہوتا وہ ان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے، نبی ﷺ کے بغیر شجر و حجر کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ دوسری نشانی یہ دیکھی کہ جب ان کا قافلہ آ رہا تھا تو بادل کا ایک ٹکڑا ان پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ جدھر جاتے بادل کا ٹکڑا آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ جاتا۔ تیسری نشانی دیکھی کہ قافلہ والوں نے آگے بڑھ کر درخت کے سایہ میں اپنی اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ تشریف لائے تو درخت کے سایہ میں جگہ نہ تھی، آپ ﷺ جدھر بیٹھے درخت کا سایہ اُدھر جھک گیا۔

۱۲۔ کنکریوں کا تسبیح کہنا:

جلیل القدر محدثین نے جن میں امام بیہقی، بزاز طبرانی، ابن عساکر

Marfat.com

وغیرہ شامل ہیں، نے حضرت ابوذر اور انس ﷺ سے روایت کی ہے اور ایک روایت میں صرف حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے:

مَیں حضور ﷺ کی تنہائی کے اوقات کی جستجو میں رہتا تھا۔ مَیں نے ایک دفعہ رات کو سرور عالم ﷺ کو تنہا بیٹھے دیکھا۔ مَیں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت سرور عالم ﷺ کے پاس اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا گویا نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اس کا جواب دیا۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کھینچ لائی ہے۔ مجھے حکم دیا بیٹھ جاؤ۔ پس میں حضور ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گیا اور بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ کافی دیر بیٹھا رہا اتنے میں ابوبکر صدیق ﷺ آئے جو تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے اور حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضور ﷺ نے انہیں بھی سلام کا جواب دیا، ان سے پوچھا کیسے آنا ہوا انہوں نے بھی وہی جواب دیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کھینچ لائی ہے۔ حضور ﷺ نے انہیں بھی بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا، صدیق اکبر ﷺ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمر فاروق ﷺ تشریف لائے ان کے ساتھ بھی اسی قسم کی باتیں ہوئیں وہ بھی ابوبکر صدیق ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر رحمت عالم ﷺ نے چند کنکریاں اٹھائیں سات یا نو۔ ان کو اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ سبحان اللہ کا ورد کرنے لگیں۔ ان کی تسبیح کی آواز اس

Marfat.com

طرح سنائی دینے لگی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو زمین پر رکھ دیا وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر کچھ دیر بعد اُٹھایا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں انہیں رکھ دیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی میں بھی وہ سبحان اللہ کا ورد کرتی رہیں اور شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز آتی رہی۔ پھر ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا پھر خاموش ہوگئیں پھر اُٹھایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیا۔ ان کی ہتھیلی میں بھی وہ سبحان اللہ کا ورد کرتی رہیں۔ پھر انہیں زمین پر رکھا تو خاموش ہوگئیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں وہاں بھی تسبیح کہتی رہیں۔ پھر ان سے لے کر زمین پر رکھا تو وہیں خاموش ہوگئیں۔ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم میں سے کسی کے ہاتھوں میں انہوں نے تسبیح نہیں کہی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہاں ذکر نہیں آیا کیونکہ آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل میں کہیں تشریف لے گئے ہوں گے۔

۱۳۔ وہ معجزات جن کا تعلق حیوانات سے ہے:

امام احمد اور نسائی نے اسناد جید سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک گھرانے کا ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی کے مشکیزے لاد کر لایا کرتے تھے۔ اس نے ایک دفعہ سرکشی شروع کر دی۔ وہ اپنی پشت پر نہ کسی کو سوار ہونے دیتا نہ سامان لادنے دیتا۔ اس کے مالک

Marfat.com

حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارا اونٹ ہے جس پر ہم پانی کے مشکیزے لاد کر لاتے ہیں، اب اس نے ہمارے ساتھ سرکشی شروع کر دی ہے، نہ ہمیں اپنے اوپر سوار ہونے دیتا ہے نہ کوئی بوجھ لادنے دیتا ہے، اس کی سرکشی سے ہمارے نخلستان اور کھیت خشک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو فرمایا اٹھو چلیں۔ اس اونٹ کے مالک کے ڈیرے پر تشریف لے گئے، حویلی میں داخل ہوئے تو دیکھا اونٹ ایک کونے میں کھڑا ہے۔ رحمت عالم ﷺ چل کر اس کی طرف گئے۔ انصار نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ تو باؤلے کتے کی طرح ہو گیا ہے، حضور ﷺ اس کے قریب تشریف نہ لے جائیں مبادا وہ تکلیف پہنچائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے وہ کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ اونٹ نے جب نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھا تو دوڑ کر آیا اور حضور ﷺ کے سامنے سجدہ میں گر گیا اور اپنے منہ کا حصہ حضور ﷺ کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ سرور عالم ﷺ نے اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑ لیا۔ وہ بالکل تابع فرمان بن گیا۔ حضور ﷺ نے اس کو حکم دیا جو کام اپنے مالک کا وہ پہلے کیا کرتا تھا وہ اب بھی کیا کرے۔ صحابہ کرامؓ نے یہ منظر دیکھا تو عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ ﷺ یہ جانور ہے اسے کوئی سمجھ نہیں ہے۔ اس نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا ہے۔ ہم تو عقل و فہم کے مالک ہیں ہمارا زیادہ حق ہے کہ حضور ﷺ کو سجدہ کریں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کسی انسان کے لیے درست نہیں کہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کا حق عورت پر سب

Marfat.com

سے زیادہ ہے۔

امام احمد اور بیہقی صحیح سند سے یعلی بن مرہ الثقفی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ شریک سفر تھے۔ ہمارا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس پر اس کا مالک پانی کے مشکیزے لاد کر لایا کرتا تھا۔ جب اس اونٹ نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو بڑبڑایا اور گردن کا اگلا حصہ زمین پر رکھ دیا۔ حضور ﷺ رک گئے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ وہ حاضر ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ مجھے فروخت کردو۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں بطور ہدیہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ یہ اس خاندان کا اونٹ ہے جن کے پاس اس کے علاوہ کسب معاش کا کوئی ذریعہ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اب اگر یہ بات ہے تو سنئے تمہارے اونٹ نے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم کھلاتے ہو۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ کام تھوڑا لے اور چارہ زیادہ ڈال۔

حضرت امام احمد و ابو داؤد حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں: ایک روز سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا اور میرے ساتھ ایک راز کی بات کی اور مجھے ہدایت کی کہ کسی شخص کو یہ بات نہ بتاؤں۔ قضائے حاجت کے لیے جب حضور ﷺ کو پردے کی ضرورت ہوتی تو حضور پسند فرماتے کہ کوئی مٹی کا ٹیلہ ہو جس کی اوٹ میں بیٹھ کر حضور ﷺ قضائے حاجت کریں یا کھجوروں کا جھنڈ۔ حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے ایک

Marfat.com

انصاری کی حویلی کے اندر تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ کھڑا تھا۔ جب اونٹ نے حضور ﷺ کا رخ انور دیکھا تو شدت غم سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ چل کر خود اس کے پاس تشریف لائے اور سر کے قریب اس کی گردن پر اپنا دست مبارک پھیرا پھر حضور ﷺ نے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا اونٹ ہے۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا اس کے بارے میں تجھے اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں آتا جس نے تجھے اس اونٹ کا مالک بنایا ہے۔ اس نے میرے سامنے شکایت کی ہے کہ اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے بہت زیادہ کام لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص اس حویلی میں داخل ہوتا تو اونٹ اس پر حملہ کرتا لیکن جب حضور ﷺ نے اس کے اندر قدم رنجہ فرمایا اور اس اونٹ کو بلایا تو وہ دوڑ کر آیا اور اپنا منہ زمین پر رکھ دیا اور گھٹنے کے بل بیٹھ گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اسے نکیل ڈالی اور وہ لگام جس سے اسے چلایا جاتا ہے وہ اس کے سر پر رکھ دی۔ سرکش اونٹ کی اس فرماں برداری کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا: ''زمین و آسمان میں جو چیز ہے وہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے سرکش جنوں کے اور سوائے نافرمان انسانوں کے۔''

۱۴۔ بھیڑوں اور بکریوں کا سجدہ:

امام احمد اور بزاز، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ حضرت

Marfat.com

صدیق اکبر، فاروق اعظم اور ایک انصاری ﷺ بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ اس باغ میں بکریوں کا ریوڑ تھا، انہوں نے جب حضور ﷺ کے نبوت کے نور کا مشاہدہ کیا تو وہ سجدہ میں گرگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بے زبان و نادان بکریوں کے دل میں بذریعہ الہام حضور ﷺ کی پہچان پیدا کردی۔

صدیق اکبر ﷺ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ان بکریوں سے زیادہ تو ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم حضور ﷺ کو سجدہ کریں۔ ہادی برحق ﷺ نے فرمایا کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔

۱۵۔ گدھے کا گفتگو کرنا:

ابن عساکر نے ابن عمر ﷺ سے روایت کیا ہے۔

جب حضور کریم ﷺ نے خیبر کے قلعوں کو فتح کرلیا تو حضور ﷺ نے ایک کالے رنگ کا گدھا دیکھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس گدھے سے بات کی اور اس نے حضور ﷺ سے گفتگو کی۔ رحمت عالم ﷺ نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا کیے۔ ان میں سے ہر ایک پر اللہ کے نبی نے سواری کی۔ مجھے بھی توقع تھی کہ حضور ﷺ مجھ پر سواری فرمائیں گے کیونکہ میرے دادا کی نسل سے میرے بغیر کوئی اور نہیں رہا اور انبیاء میں سے حضور ﷺ کے بغیر کوئی نہیں رہا۔ حضور ﷺ کی ملکیت میں آنے سے پہلے میں ایک یہودی کی ملکیت تھا، جان بوجھ کر پھسلا کرتا تھا۔ وہ مجھ کو بھوکا رکھتا اور میری پیٹھ پر ضربیں

Marfat.com

لگاتا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: تو یعفور ہے۔ یعفور ہرنی کے بچے کو کہتے ہیں۔ اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

نبی مکرم ﷺ کو جب کسی صحابی کو بلانا ہوتا تو یعفور کو بھیجتے جاؤ فلاں کو بلا لاؤ۔ وہ سیدھا اس شخص کے گھر کے دروازے پر پہنچتا، اپنے سر سے اس کے دروازے پر ٹکر مارتا، جب صاحب خانہ باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ تمہیں حضور ﷺ نے یاد فرمایا ہے۔ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو وہ ایک کنوئیں پر آیا، حضور ﷺ کے فراق نے اسے از حد پریشان اور غمزدہ کر دیا تھا، اس نے اس کنوئیں میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

۱۶۔ ہرنی کا گفتگو کرنا:

حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے: ایک روز سرکار دو عالم ﷺ صحرا میں تشریف فرما تھے، اچانک یہ صدا بلند ہوئی یا رسول اللہ ﷺ یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ نے آواز کی طرف توجہ فرمائی دیکھا ایک ہرنی ہے جس کو رسی سے باندھ دیا گیا ہے اور ایک اعرابی اس کے قریب کپڑا تان کر دھوپ میں سو رہا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے اس ہرنی سے دریافت کیا تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اس نے عرض کی: اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے، میرے چھوٹے چھوٹے دو بچے اس پہاڑ میں ہیں۔ حضور آزاد فرمائیں تاکہ میں جا کر دودھ پلا آؤں پھر لوٹ آؤں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا واقعی تم لوٹ آؤ گی؟ اس نے عرض کی اگر لوٹ کر نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

مجھے اس عذاب سے دوچار کرے جو لگان وصول کرنے والوں کے لیے مقرر ہے۔ حضور ﷺ نے اس کی رسی کھولی وہ دوڑتی ہوئی چلی گئی اور اپنے بچوں کو جا کر دودھ پلایا پھر تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے کی طرح اسے باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی بیدار ہوا حضور ﷺ کو کھڑے دیکھ کر عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ کوئی حکم ہے، فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس ہرنی کو آزاد کردو۔ اس نے تعمیل کی اور اسے آزاد کردیا وہ دوڑتی ہوئی صحرا کو طے کرنے لگی۔ وہ شدت مسرت سے اپنے پاؤں زمین پر مارہی تھی اور کہہ رہی تھی:

اشھد ان لاالہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔

۱۷۔ شیر کی فرمانبرداری:

حضرت امام بخاری اپنی تاریخ اور بیہقی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

رحمت عالم ﷺ کا ایک غلام تھا جس کا نام سفینہ تھا۔ حضور سید عالم ﷺ نے انہیں حضرت معاذ ؓ کی طرف بھیجا جو اس وقت یمن کے امیر تھے۔ راستہ میں شیر سامنے آگیا۔ اس نے جب ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپؓ نے اس شیر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے شیر! خبردار میرا نام سفینہ ہے اور میں حضور ﷺ کا غلام ہوں۔ میرے پاس حضور ﷺ کا گرامی نامہ بھی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس شیر کو الہام کیا، وہ سفینہ کے کلام کو سمجھ گیا اور راستہ

Marfat.com

سے ہٹ گیا۔

۱۸۔ چشم زدن میں اجنبی زبانوں کا ماہر بنا دیا:

ہادی برحق ﷺ نے سلاطین زمانہ کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے اپنے گرامی نامے بھیجے سفراء کا تعلق جزیرہ عرب سے تھا۔ یہ صرف عربی زبان جانتے تھے، دوسری زبانوں سے مطلقاً ناواقف تھے لیکن ہادی برحق ﷺ نے جس سفیر کو جس ملک کی طرف بھیجا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی برکت سے ان زبانوں کا انہیں ماہر بنا دیا۔ جب وہ اپنے مقررہ ملکوں میں پہنچے تو بڑی بے تکلفی اور روانی سے وہاں کی زبان کو سمجھتے اور بولتے تھے۔ حضور ﷺ کی ایک نگاہِ کرم نے ان کو ان زبانوں کا ماہر بنا دیا۔

۱۹۔ اخبار بالمغیبات:

نبی مکرم ﷺ کے جلیل القدر معجزات میں سے ایک رفیع الشان معجزہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے امور غیبیہ سے اپنے صحابہ کو بالتفصیل آگاہ کیا۔

حدیث کا متن یہ ہے: ''ایک روز سرکار دو عالم ﷺ خطبہ ارشاد کرنے کے لیے ہمارے درمیان کھڑے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے قیامت تک وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات کا ذکر فرمایا۔ یاد رکھا ان کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا ان کو جس نے بھلا دیا۔ بخدا رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک برپا ہونے والے تمام فتنوں کے قائدین، جن کے پیروکاروں کی تعداد تین صد یا اس سے زائد تک پہنچ چکی ہو، اس کا نام بھی بتایا، اس کے باپ اور

Marfat.com

قبیلہ کا نام بھی بتایا اور ان کی ایسی شناخت کرائی تا کہ اس کے بارے میں کسی کو شبہ نہ رہے۔''

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت کرنے سے پہلے ہر اس پرندے کے بارے میں ہمیں بتایا جو فضا میں اپنے پروں کو حرکت دیتا ہے۔''

۲۰۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و پیار سے مصروف گفتگو تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؓ سے پوچھا ''اے علی! کیا تم زبیر سے محبت کرتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں اس سے کیوں محبت نہ کروں، ایک وہ میری پھوپھی حضرت صفیہ کا بیٹا ہے اور دوسرا ہمارا دین ایک ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے پوچھا: ''آپ علی مرتضیٰ سے محبت کرتے ہیں؟'' عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں اس سے محبت کیوں نہ کروں، وہ میرے ماموں کا لڑکا ہے اور میرا اور اس کا دین ایک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے زبیر تم ان کے ساتھ لڑائی کرو گے اور اس وقت تم ظالم ہو گے۔ جب جنگ جمل وقوع پذیر ہوئی تو حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آئے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا۔

Marfat.com

''اے زبیر اللہ کا واسطہ دیکر مَیں تم سے پوچھتا ہوں کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان تم نے سنا تھا کہ تو علیؓ کے ساتھ جنگ کرے گا اور درآن حالیکہ تو ظالم ہوگا۔''

آپؓ نے کہا بے شک میں نے سنا تھا لیکن اسے بھول گیا تھا آج آپؓ نے مجھے یاد دلایا ہے بخدا میں آپؓ سے ہرگز جنگ نہیں کروں گا۔

آپؓ فوج کی صفوں کو چیرتے ہوئے پیچھے لوٹے۔ آپؓ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے حضرت زبیرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے راستہ روک لیا پوچھا آپؓ کیا کر رہے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا حضرت علیؓ نے مجھے وہ حدیث یاد کرائی ہے جو میں نے حضور ﷺ سے سنی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا:

''آپ حضرت علیؓ سے جنگ کریں گے درآن حالیکہ آپ ظالم ہوں گے۔''

حضرت عبداللہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: ابا جان آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے نہیں آئے آپ تو ان کی صلح کروانے آئے ہیں۔ آپؓ نے کہا میں نے قسم کھائی ہے مَیں آپ کے ساتھ جنگ نہیں کروں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا آپ قسم کے کفارہ کیلئے غلام آزاد کردیں یہاں ٹھہریں تاکہ صلح کا معاہدہ مکمل ہو۔

چنانچہ آپؓ رک گئے جب مصالحت کی کوششیں ناکام ہوگئیں تو اس لشکر سے نکل گئے۔ آپؓ وادی سبا میں پہنچے وہاں آرام کرنے کیلئے لیٹ گئے۔ ابن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کر کے آپ کو شہید کردیا۔ حضرت

Marfat.com

علی مرتضیٰ ﷺ نے جب آپؓ کے قتل کی اندوہناک خبر سنی تو فرمایا:

''کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے سرورِ عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو زبیر ﷺ کو قتل کرے گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔''

وہ امورِ غیبیہ جن کے بارے میں ان کے وقوع سے بہت پہلے حضور ﷺ نے خبر دی اور پھر ایسے ہی ہوا جیسے حضور ﷺ نے بتایا تھا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے قزبان کے بارے میں فرمایا ''وہ دوزخی ہے''۔ یہ بہت نڈر اور بہادر شخص تھا۔ اس نے بعض غزوات میں شجاعت و بہادری کے ایسے کارنامے دکھائے کہ لوگ عش عش کر اُٹھے۔ یہ انصار میں سے ایک شخص کا غلام تھا۔ صحابہؓ نے ہر میدان میں جب اس کی بہادری کی عدیم النظیر کارنامے دیکھے تو انہوں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں اس کے بارے میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ بڑا بہادر شخص ہے، دشمن پر اس طرح ٹوٹتا ہے جس طرح بجلی کوندتی ہے۔ صحابہؓ کا خیال یہ تھا کہ سرورِ عالم ﷺ اس کے بارے میں کسی اچھی رائے کا اظہار فرمائیں گے لیکن رحمتِ عالم ﷺ نے اس کی بہادری اور شجاعت کے سارے قصے سن کر فرمایا: ''یہ دوزخی ہے۔'' حسبِ معمول یہ جنگوں میں شرکت کرتا رہا۔ ایک مرتبہ شدید زخمی ہوا۔ درد کی کسک اس کی قوت برداشت سے بہت زیادہ تھی۔ جب درد والم کی شدت نے اسے لاچار کر دیا تو اس نے اپنی تلوار کی انی اپنے سینے میں گھونپ دی اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر اس کی انی سے اپنی شہ رگ کاٹ دی یہاں تک کہ لقمۂ اجل بن گیا۔ سرورِ عالم ﷺ کو جب اس کی خودکشی کی اطلاع دی گئی تو حضور ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا اس نے خودکشی کی ہے یہ جہنم کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ بسا اوقات کسی فاجر و فاسق سے اپنے دین کی تائید کرا دیتا ہے۔

اخبار مغیبات میں سے ایک یہ ہے، امام بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے وصال سے پہلے فرمایا میرے اہلِ خانہ میں سے سب سے پہلے میری بیٹی فاطمہؓ مجھ سے آ ملے گی۔ ایسے ہی ہوا کہ حضور ﷺ کے وصال سے چھ ماہ بعد آپؓ نے انتقال فرمایا اور اس طرح سب سے پہلے اپنے والد ماجد سید کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضری سے شرف یاب ہوئیں۔

۲۱۔ حضرت عباس ؓ اور اخبار بالغیب:

ابن اسحاق سے مروی ہے:

نبی مکرم ﷺ نے حضرت عباس ؓ کے بارے میں ایسے ارشادات فرمائے جن کا تعلق اخبار بالغیب سے ہے چند حوالے درج ذیل ہیں:

جنگ بدر میں جن کفار کو جنگی قیدی بنایا گیا تھا ان میں حضرت عباس ؓ بھی تھے۔ سب لوگوں سے فدیہ وصول کر کے انہیں آزاد کر دیا گیا۔ جب حضرت عباس ؓ کو فدیہ ادا کرنے کیلئے کہا گیا تو انہوں نے کہا: ''میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، جس سے فدیہ ادا کروں۔'' حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: تم فقر و افلاس کا اظہار کر رہے ہو۔

''وہ مال کہاں گیا جو تو نے اور ام فضل نے زمین میں دفن کیا تھا۔''

Marfat.com

اور تم نے اپنی بیوی ام فضل کو کہا تھا کہ اگر میں اس جنگ میں قتل ہو جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کو دینا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور عرض کی اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جو بات میں نے بڑی رازداری سے رات کی تاریکی میں اپنی رفیقہ حیات سے کہی تھی وہ مدینہ میں بیٹھے آپؐ نے سنی اور دیکھا بھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

''بخدا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ بخدا جس بات کا آپؐ نے ذکر کیا ہے میرے بغیر اور ام فضل کے بغیر اور کسی کو معلوم نہیں تھی۔''

محدث ابو نعیم نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھے بتایا کہ ان کی والدہ ام الفضل نے یہ بات بتائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجر میں بیٹھے تھے، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے شکم میں بیٹا ہے جب تو اسے جنے تو اسے لے کر میرے پاس آنا۔ حضرت ام الفضل فرماتی ہیں جب میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں لے کر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دائیں کان میں اذان دی، بائیں میں تکبیر کہی اور اپنی لعاب دہن سے اسے گھٹی ڈالی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر فرمایا: ''اب اس خلفاء کے باپ کو لے جاؤ۔'' آپ کہتی ہیں میں نے اپنے شوہر حضرت عباسؓ کو بتایا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ حضرت عباسؓ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی

Marfat.com

کہ ام الفضل نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیشک تمہارا یہ بیٹا کئی خلیفوں کا باپ ہوگا۔ ان کی نسل میں جو خلفاء پیدا ہوئے تھے ان میں سے چند کے نام بھی بتائے سفاح، مہدی، خاندانِ عباسیہ وغیرہ۔

۲۲۔ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ:

ابن عساکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حالت کفر میں، اسلام قبول کرنے سے پہلے، ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے صخر نامی ایک انصاری کو شہید کیا تھا۔ یہ اطلاع حضور ﷺ کو سنائی گئی۔ حضور ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے۔ انصار کو بڑی حیرت ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ کی قوم کے ایک آدمی نے ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور حضور ﷺ ہنس رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس چیز کیلئے نہیں ہنسا لیکن میرے ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ

"اس شخص نے اس کو قتل کیا ہے جس کا درجہ جنت میں اس شہید کے برابر ہوگا۔"

پھر دنیا نے دیکھا عکرمہ نے اسلام قبول کیا اور خلعت شہادت سے سرفراز کیا گیا۔ اس طرح دونوں اسلام کے شہید اور دونوں کا جنت میں درجہ یکساں۔

نبی کریم ﷺ کو یہ ساری باتیں معلوم تھیں کہ ایسا ہوگا۔ حضور ﷺ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ ایک جنتی دوسرے جنتی کو قتل کر رہا ہے۔ انصار کو

Marfat.com

اس راز پر آگاہی نہ تھی اس لئے انہیں رنج بھی ہوا اور افسوس بھی۔

۲۳۔ عثمان بن طلحہ ؓ:

عثمان بن طلحہ ؓ کہتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے ایک روز مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی۔ حضور ﷺ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ مَیں نے کہا بڑی حیرت کی بات ہے کہ آپ ﷺ مجھ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کا تابعدار بن جاؤں حالانکہ آپ ﷺ نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی اور ایک نئے دین کو لے کر آئے ہو اس لئے میں کسی قیمت پر آپ ﷺ کا دین قبول نہیں کروں گا۔

عثمانؓ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم دو دن سوموار اور جمعرات کو کعبہ شریف کا دروازہ کھولا کرتے تھے، ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ارادہ کیا کہ لوگوں کے ساتھ کعبہ کے اندر تشریف لے جائیں۔ مجھے بڑا غصہ آیا میں نے بڑے غصے سے چند سخت باتیں آپ ﷺ کے ساتھ کیں اور کچھ گستاخیوں کا ارتکاب کیا لیکن حضور ﷺ کے حلم کے سمندر میں کوئی لہر نہ اُٹھی۔ حضور ﷺ نے بڑے صبر و بردباری کے ساتھ میرے اس ہرزہ سرائی کو سنا۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے فرمایا:

''اے عثمانؓ! عنقریب تو دیکھے گا یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی جس کو چاہوں گا عطا فرماؤں گا۔''

میں سراپا حیرت بن کر بولا: ''جس انقلاب کی آپ ﷺ بات کر

Marfat.com

رہے ہیں کیا اس دن قریش خاک میں مل جائیں گے اور ان کے جاہ و جلال کا آفتاب غروب ہو چکا ہو گا؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''نہیں جس دن چابی میرے ہاتھ میں ہو گی وہ قریش کی خوشحالی اور عزت و سرفرازی کا دن ہو گا۔'' اتنی بات ہوئی، حضور ﷺ کعبہ کے اندر چلے گئے لیکن حضور ﷺ کی یہ باتیں میرے دل میں پیوست ہو کر رہ گئیں۔ میں نے یہ خیال کیا کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکلا ایسے ضرور ہو کر رہے گا، چنانچہ مَیں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن جب میری قوم کو میرے ارادہ کا علم ہوا تو انہوں نے طعن و تشنیع کے تیروں کی مجھ پر بھر مار کر دی۔ مجھے دھمکیاں دیں چنانچہ مجھے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

جس روز مکہ فتح ہوا حضور ﷺ نے مجھے یاد فرمایا حاضر ہوا مجھے حکم دیا۔ جاؤ چابی لے آؤ۔ گھر گیا کعبہ شریف کی چابی لے آیا اور بڑے ادب و احترام سے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ چابی حضرت ﷺ نے لے لی اور پھر حضور ﷺ نے وہ چابی مجھے عطا فرمائی اور ساتھ فرمایا۔

''یہ چابی لے لو اور میں تمہیں یہ چابی ہمیشہ کیلئے دے رہا ہوں کوئی شخص تم سے یہ چابی نہیں لے گا جو لے گا وہ ظالم ہو گا۔''

جب میں چابی لے کر واپس لوٹا تو حضور ﷺ نے پھر مجھے آواز دی اور میں لوٹ کر واپس آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہجرت سے پہلے جو بات میں نے تمہیں کہی تھی وہ پوری ہو گئی یا نہیں۔ مَیں نے تمہیں کہا تھا تو دیکھے گا ایک روز یہ چابی میرے پاس ہو گی اور جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔ عثمانؓ کو اب

Marfat.com

رائے ضبط نہ رہا بلند آواز سے کہنے لگا: ''اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ میں گواہی دیتا ہوں بیشک آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔''

۲۴۔ شہد کی مکھی کا حضور ﷺ سے گفتگو کرنا:

ایک روز آقائے دو جہاں ﷺ اسلامی لشکر کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا اور حکم دیا کہ یہیں پر جو کچھ کھانا ہے کھالو!

جب کھانا کھانے لگے تو صحابہ کرام ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! روٹی کے ساتھ (نان خورش) سالن نہیں۔ پھر صحابہ کرام ؓ نے دیکھا کہ ایک شہد کی مکھی ہے اور بڑے زور زور سے بھنبھناتی ہے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ''یہ مکھی کیوں شور مچاتی ہے؟'' فرمایا: ''یہ کہہ رہی ہے کہ مکھیاں بے قرار ہیں اس وجہ سے کہ صحابہ کرامؓ کے پاس سالن نہیں حالانکہ یہاں قریب ہی غار میں ہم نے شہد کا چھتہ لگایا ہوا ہے وہ کون لائے کیونکہ ہم تو اسے لا نہیں سکتیں۔''

پھر فرمایا: ''پیارے علیؓ! اس مکھی کے پیچھے پیچھے جاؤ اور شہد لے آؤ۔''

چنانچہ حضرت حیدر کرار ؓ ایک چوبی پیالہ پکڑ کر اس کے پیچھے ہو لیے وہ مکھی آگے آگے اس غار میں پہنچ گئی اور آپؓ نے وہاں جا کر شہد صاف مصفا نچوڑ لیا اور دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہو گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے وہ شہد تقسیم فرما دیا۔ جب صحابہ کرامؓ کھانا کھانے لگے تو مکھی پھر آ گئی اور بھنبھنانا شروع کر دیا۔

صحابہ کرام ؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مکھی اسی طرح شور کر رہی ہے تو فرمایا: ''میں نے اس سے ایک سوال کیا ہے اور یہ اس کا جواب دے

Marfat.com

رہی ہے۔ مَیں نے اس سے پوچھا ہے کہ ''تمہاری خوراک کیا ہے؟'' مکھی کہتی ہے کہ پہاڑوں اور بیابانوں میں جو پھول ہوتے ہیں وہ ہماری خوراک ہے۔''

مَیں نے پوچھا: ''پھول تو کڑوے بھی ہوتے ہیں، پھیکے بھی، بدمزہ بھی ہوتے ہیں تو تیرے منہ میں جا کر نہایت شیریں اور صاف شہد کیسے بن جاتا ہے؟'' تو مجھے جواب دیا: ''یا رسول اللہ ﷺ ہمارا ایک امیر اور سردار ہے اور ہم اس کے تابع ہیں۔ جب ہم پھولوں کا رس چوستی ہیں تو ہمارا امیر آپؐ کی ذات مقدسہ پر درود پاک پڑھنا شروع کرتا ہے اور ہم بھی اس کے ساتھ مل کر درود پاک پڑھتی ہیں تو وہ بدمزہ اور کڑوے پھولوں کا رس درود پاک کی برکت سے میٹھا ہو جاتا ہے اور اسی کی برکت و رحمت کی وجہ سے وہ شہد شفا بن جاتا ہے۔

گفت چوں خوانیم بر احمدؐ درود
میشود شیریں و تلخی راز بود

اگر درود پاک کی برکت سے کڑوے اور بدمزہ پھولوں کا رس نہایت میٹھا شہد بن سکتا ہے۔ تلخی شیرینی میں بدل سکتی ہے تو درود پاک کی برکت سے گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ (مقاصد السالکین ۵۳)

یوں ہی درود پاک کی برکت سے ہماری ناکمل نمازیں اور ناتمام سجدے و دیگر عبادتیں بھی قبول ہو سکتی ہیں۔ ابوسعید غفرلہ

آپؐ کا نام نامی اے صل علےٰ!
ہر جگہ ہر مصیبت میں کام آگیا

❁❁❁❁

Marfat.com

باب دہم

قیام مکہ مکرمہ/ واپسی

حاضری کے بعد اپنے ہوٹل مرکز الشاعر پہنچے۔ سامان کی پیکنگ رات ہی کو مکمل کر لی تھی۔ ناشتہ کیا اور اعجاز خالد اور اُن کے بچوں کا انتظار کرنے لگے۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد بھی جب اعجاز خالد بمع بچوں کے نہ آئے تو میں نے اعجاز خالد کو ان کے موبائل پر بات کی تو انہوں نے بتلایا کہ ٹیکسی کے نہ ملنے کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ اب ٹیکسی مل گئی ہے لہٰذا آپ اپنا سامان اٹھوا کر ہوٹل کے باہر ہمارا انتظار کریں دس منٹ تک پہنچنے والے ہیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ ٹھیک نو بجے برخوردار ذیشان اور اعجاز خالد بمع بچوں کے آ گئے۔ دو ٹیکسیاں کروائیں کیونکہ ایک ٹیکسی تو دو بڑے قالینوں کے لیے ہی مختص تھی۔ اپنا سامان بڑی ٹیکسی میں رکھا جس کو برخوردار ذیشان چلا رہے تھے۔ احرام کی دو چادریں اپنے ہاتھ میں ہی سنبھال لیں۔

مدینہ منورہ سے روانہ ہوتے ہوئے گنبد خضریٰ پر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ دل میں معاً خیال آیا:

ع تو سلامت روی و باز آئی

Marfat.com

آنکھیں اشکبار اور روضۂ رسول ﷺ کی جدائی میں دل بے قرار۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ذوالحلفہ (بئر علی) کا مقام آ گیا۔ یہاں پر حضور اکرم ﷺ نے عمرہ کے لیے احرام باندھا تھا۔ سعودی عرب نے اس مقام پر ایک خوبصورت اور وسیع مسجد تعمیر کر دی ہے اور مسجد سے ملحق نہایت عمدہ اور صاف ستھرے غسل خانے مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ بنے ہوئے ہیں۔ ہر وقت ٹھنڈا اور گرم پانی دستیاب ہے۔ اس وقت تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ میں نے غسل خانے میں جا کر وضو کیا اور احرام باندھا اور مسجد میں نفل ادا کیے اور دوبارہ ٹیکسی میں سوار ہو گیا۔ اب ہماری ٹیکسی جسے برخوردار ذیشان چلا رہے تھے مکہ مکرمہ کی طرف رواں دواں تھی۔ دوسری ٹیکسی اعجاز خالد کا دوست محمد طارق چلا رہا تھا۔ اعجاز خالد اور طارق کا رابطہ بذریعہ موبائل تمام سفر کے دوران رہا۔ ڈیرہ بکھا سے دو سال پہلے آنے والا برخوردار ذیشان بڑے اعتماد سے ٹیکسی چلا رہا تھا۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد ان کے کسی دوست کا ٹیلی فون آ جاتا ان کے موبائل پر یا یہ اپنے کسی استاد کو موبائل پر بات کرتے ہوئے جاتے۔ میں حیران تھا کہ اتنی جلدی ذیشان نے عربی بولنا سیکھ لی۔ گاڑی بھی بڑی تیز رفتاری سے چلا رہے تھے اور راستے بھر نیند بھی کرتے رہے۔ میں نے اعجاز خالد کو کہا کہ ذیشان کو نیند آ رہی ہے۔ کچھ دیر وہ ٹیکسی چلائے۔ چنانچہ اعجاز خالد نے تقریباً چالیس پچاس کلومیٹر سفر خود ٹیکسی چلائی۔ ہمارا پہلا پڑاؤ سا سیکو نامی گاؤں میں ہوا جہاں ٹیکسی کچھ دیر کے لیے رکی۔ اسی اثناء میں پیچھے سے ٹیکسی چلاتے ہوئے طارق صاحب بھی پہنچ گئے۔ یہاں پر

Marfat.com

بوتلیں نوش کیں اور روانہ ہوگئے۔ ظہر کی نماز ہم نے الفلاح قصبہ میں پڑھی۔ ہوا بدستور تیز چل رہی تھی۔ یہاں کے قیام کے دوران برخوردار ذیشان فوٹو کی ریل لے کر آئے اور ہماری اور بچوں کی فوٹو بنائیں۔ یہاں سے روانہ ہوئے تو ٹھیک سوا تین بجے مکہ مکرمہ داخل ہوئے۔ دور سے بیت اللہ کے مینار نظر آئے تو طبیعت خوش ہوگئی۔ یہاں پر ہم نے مسنون دعائیں مانگنا شروع کیں۔ جس ہوٹل میں مختار ملک کلیار صاحب نے ہماری بکنگ کرائی تھی اُس کا نام ابونائف تھا۔ ابونائف کے مینیجر عاشق کلیار صاحب سے موبائل پر رابطہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ابونائف جبل کعبہ پر واقع ہے اب ہمیں جلدی تھی نماز باجماعت حاصل کرنے کی۔ ہم بہت جلد ابونائف ہوٹل پہنچنے کے متمنی تھے تاکہ وہاں سامان رکھ کر نماز عصر باجماعت ادا کر کے عمرہ کی ادائیگی بیت اللہ شریف کے طواف سے شروع کی جائے۔ آخر کافی تلاش بسیار کے بعد ہوٹل ابونائف مل ہی گیا اور جلدی جلدی سامان رکھا اور میں اور اہلیہ بھاگے بھاگے بیت اللہ شریف پہنچے۔ نمازِ عصر شروع ہو چکی تھی۔ الحمد للہ نمازِ عصر باجماعت مل گئی اور نماز عصر پڑھ چکنے کے بعد مطاف میں آ گئے۔ حجر اسود کو سلام کر کے طواف شروع کیا۔ طواف کے دوران مسنون دعائیں یعنی حجر اسود سے رکن یمانی تک تیسرا کلمہ تمجید اور رکن یمانی سے حجر اسود تک ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ وادخلنا الجنة مع الابرار یاعزیز یاغفار یارب العالمین پڑھیں۔ اسی طرح اپنے سات چکر مکمل کیے۔ آٹھواں استلام کرنے کے بعد مقام ملتزم پر آگئے اور غلاف کعبہ سے لپٹ

Marfat.com

کر خوب دعائیں مانگیں اور دو نفل واجب الطواف کے پڑھے کیونکہ عصر کے بعد یہ نفل بلکہ کوئی نفل بھی نہیں پڑھے جاتے۔ ایسے واجب الطواف نفل کا حکم ہے کہ مغرب کی نماز فرض کے فوراً بعد سنتوں سے پہلے ادا کرنے چاہئیں۔ ہم نے بھی یہ دو نفل واجب الطواف نمازِ مغرب کے فرضوں کے بعد ادا کیے۔ نویں مرتبہ استلام کرنے کے بعد مقام صفا پر پہنچے اور سعی شروع کی۔ آخری ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوا اور الحمدللہ مغرب کی نماز سے پندرہ منٹ پہلے سعی مکمل کی اور حجام کی دکان سے سر پر استرہ پھرایا اور احرام سے باہر آ گئے۔ الحمدللہ ہمارا دوسرا عمرہ مکمل ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھایا اور اپنے ہوٹل ابونائف پر پہنچ گئے۔ اسی دوران اعجاز ہمارے پاسپورٹ لے کر سعودیہ ایئرلائن کے دفتر میں گئے اور ٹکٹیں جو جدہ میں پہلے ہی دن سے ضبط کر لی گئی تھیں واپس لے آئے اور وہ بھی بمعہ فیملی اس ہوٹل میں ایک علیحدہ کمرہ لے کر رہائش پذیر ہو گئے۔ ٹکٹیں بھی ری کنفرم ہو گئیں۔ اب ہماری واپسی ۷ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز اتوار علی الصبح ۴:۵۵ بجے بذریعہ السعودیہ ایئرلائن سے تھی۔ عشاء کی نماز پڑھ کر سکون سے سو گئے کیونکہ سفر کی وجہ سے کافی تھکان ہو گئی تھی۔

۴ دسمبر ۲۰۰۳ء/ ۱۰ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز جمعرات، صبح کی نماز کے لیے صبح چار بجے اٹھے۔ ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کر کے حرم شریف پہنچے۔ اب کے ہمارا داخلہ باب الفہد سے ہوتا تھا۔ باب الفہد چونکہ موجودہ فرمانروائے سعودیہ کے نام سے موسوم ہے اس لیے اس باب کی شان ہی نرالی

Marfat.com

ہے۔ یہ باب مکمل طور پر ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ اس عالی شان تعمیر کو دیکھ کر ہماری آنکھیں متحیر ہو رہی تھیں جسے اس کے بنانے والوں نے کمال مہارت سے تعمیر کیا تھا کہ شاید ہی اس قسم کی کوئی دوسری تعمیر روئے زمین پر موجود ہو۔ یہ سنگ مرمر کی تعمیر، چھت کی مینا کاری، فانوس اور ایئر کنڈیشنگ سسٹم ہر شے عدیم المثال وعدیم النظیر تھی کہ انسانی آنکھ اس کے تصور سے ہی قاصر ہے۔ اس سارے منظر نے باب الفہد ملک کو چار چاند لگا دیے تھے۔

نمازِ تہجد کے فوراً بعد میں نے ایک طواف کیا اور دوسرا طواف فجر کی نماز کے بعد کیا۔ آٹھ بجے تک بیت اللہ شریف میں حاضری دی اور نفلی طواف ہی کرتے رہے۔ اب ہمارا ہر لمحہ ہر پل اس جستجو میں بسر ہوتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ طواف کیے جائیں۔ کیونکہ دنیا کے کسی کونے میں یہ عبادت حاصل نہیں۔ طواف تو بیت اللہ شریف میں ہی ہو سکتے ہیں۔ آٹھ بجے کے بعد عطاء اللہ ہوٹل پہنچے۔ اس ہوٹل میں ہم ہر دفعہ آتے رہے ہیں اور کھانا کھاتے رہے ہیں۔ یہاں کے منیجر حافظ نذیر احمد صاحب ملتان کے رہنے والے ہیں انہوں نے ہمارے ساتھ بہت ہی اچھا برتاؤ کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ خوش وخرم رکھے آمین۔ صرف ایک گھنٹہ ابو نائف ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد ہم دوبارہ ساڑھے گیارہ بجے حرم شریف میں آ گئے اور عشاء تک وہیں پر عبادت میں مشغول رہے۔ صرف مغرب کے بعد عطاء اللہ ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے گئے تھے۔ عشاء کی نماز تک میں نے الحمدللہ گیارہ طواف مکمل کر لیے تھے۔

ہم تقریباً چار دن مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور متواتر اپنے پروردگار کے

Marfat.com

قرب اور ہمسائیگی کا لطف اٹھاتے رہے کیونکہ مسجد الحرام کی نمازیں (ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر) بیت اللہ شریف کا طواف، حجر اسود کا بوسہ۔ ملتزم کی دعائیں، رکن یمانی، مقام ابراہیم، صفا و مروہ، رحمت کا پرنالہ (میزابِ رحمت)، حطیم کے نوافل اور آب زم زم تک ہمیں رسائی حاصل تھی جو دنیا کے کسی کونے میں دستیاب نہیں تھی اور ہم لوگ مکہ مکرمہ کی اس پر کیف فضا سے گزر رہے تھے جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ الحمد للہ میں نے اپنے وقت کا صحیح صحیح استعمال کیا اور اپنے پروردگار کو راضی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ پاکستانی ہوٹل عطاء اللہ میں ناشتہ اور کھانا کھاتے اور باب الفہد ملک سے داخل ہوتے۔

۵ دسمبر ۲۰۰۳ء / ۱۱ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز جمعۃ المبارک، علی الصبح پونے پانچ بجے آنکھ کھلی۔ جلدی جلدی حرم شریف پہنچے تہجد کی نماز کے فوراً بعد ایک طواف کیا اور فجر کی نماز کے بعد مسلسل تین طواف کیے۔ ہوٹل عطاء اللہ پر آکر ناشتہ کیا اور ہوٹل ابو نائف سے ہوتے ہوئے نماز جمعہ کے لیے حرم شریف پہنچ گئے۔ یہ حرم شریف میں ہمارا آخری جمعہ تھا۔ ہم لوگ سوا دس بجے جمعہ کیلئے بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔ نماز جمعہ سے پہلے کئی طواف کیے جب اذان شروع ہونے والی تھی اور جمعہ کیلئے صفیں باندھی جا رہی تھیں تو میں باب صفاء سے ملحق مطاف کے اندر ہی ایک جگہ صف میں بیٹھ گیا۔ صلوٰۃ التسبیح پڑھی اور نماز جمعہ تسلی سے ادا کی۔

آج عصر کی نماز کے بعد میں شرکت المکہ کی بلڈنگ میں گیا جو باب

Marfat.com

العزیز کے سامنے واقع ہے۔ چوتھی منزل پر السعودیہ ایئرلائن کا دفتر واقع ہے۔ اپنی ٹکٹیں اور پاسپورٹ دکھا کر بورڈنگ پاس جاری کروانے تھے۔ یہ کام خوش اسلوبی سے سرانجام ہوا۔

یہ بات بتاتا چلوں کہ ابونائف ہوٹل میں تیسری منزل پر ہمارا قیام تھا۔ یہ ہوٹل جبل کعبہ پر واقع ہے۔ یہاں پر بڑا شوروغل ہوتا تھا۔ میں نے کمرہ کی کھڑکی کھول کر دیکھا تو سامنے پہاڑوں پر مشینیں چل رہی تھیں اور مشینیں پہاڑوں کو گرینڈر سے توڑتی تھیں۔ جب پہاڑوں کے پتھر ٹوٹ کر نیچے گرتے تھے تو بڑا زبردست شور ہوتا تھا جیسا کہ زلزلہ آ گیا ہو۔ یہ نظارہ بھی دیدنی تھا۔ آج رات دس بجے برخوردار نعیم اقبال سے اُس کے موبائل پر بات ہوئی اور اپنی آمد کے بارے میں اُسے اطلاع دی۔

۶ دسمبر ۲۰۰۳ء/۱۲ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز ہفتہ، آج مکہ مکرمہ بلکہ حجاز مقدس میں قیام کا ہمارا آخری دن تھا۔ صبح جلدی سو کر اٹھے اور بیت اللہ شریف حاضری ہوئی۔ تہجد کی نماز کے بعد دو طواف کیئے۔ پچھلے دو دنوں سے طواف اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام سے کر رہا تھا۔ کیونکہ جناب رسول ﷺ کا احسان ہم پر ہمارے والدین سے بھی زیادہ ہے۔ کہ والدین ہماری اس دنیا کی صحت و سلامتی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں جو بالکل عارضی اور فانی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے ہماری آخرت کے لیے جدوجہد فرمائی جو یقینی اور جاودانی ہے۔ جس طرح اس دنیا اور فانی گھر کو بہتر بنانے پر والدین کی خدمت ہم پر فرض کردی گئی تو آخرت اور ہمیشہ کی زندگی کو بہتر

Marfat.com

بنانے والے آقا ﷺ کی خدمت ہم پر کیوں فرض نہیں اور ضروری نہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حج اور عمرہ کرنے والے کو چاہیئے کہ کم از کم ایک عمرہ اور روزانہ طواف کرے تو ایک طواف اپنے آقا و مولا ﷺ کی طرف سے ضرور کر لینا چاہیے۔ بلکہ محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم جس قدر طواف روزانہ کرتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہی کریں۔ اس طرح الحمدللہ آخرت میں اپنے نامۂ اعمال بہت عمدہ طریقے سے پائیں گے اور انشاء اللہ حضور اکرم ﷺ کا قرب حاصل ہوگا۔

ایک امتی پر حضور سرورِ کون و مکاں، راحت انس و جاں، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے ۸ حقوق ہیں جس کی تفصیل اس طرح سے ہے:

۱۔ درود شریف: آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود شریف پڑھنا۔

۲۔ ایمان: آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا۔

۳۔ اتباع۔

۴۔ اطاعت۔

۵۔ محبت۔

۶۔ تعظیم۔

۷۔ مدح رسول ﷺ۔

۸۔ آقا ﷺ کی قبر انور کی زیارت کرنا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

مندرجہ بالا حقوق کی تفصیل و تشریح آپ نے اس کتاب میں بالعموم

Marfat.com

اور ''مقدمہ'' میں بالخصوص پڑھ لی ہوگی۔

آج دوران طواف ہمارے محلے دار محترم جناب ظفر احسن زیدی اور ان کی اہلیہ محترمہ مل گئے۔اُن سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ آج کئی مرتبہ ان سے ملاقات ہوتی رہی۔ عشاء کی نماز کے بعد جب ہم جدہ کے لیے روانہ ہورہے تھے تو وہ باب الفہد کے اندر احرام باندھے مع اپنی اہلیہ محترمہ مل گئے۔

عشاء کی نماز کے بعد ہوٹل آ گئے۔ سامان کی پیکنگ آج دن میں ہی کر رکھی تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے جدہ کے لیے روانہ ہو گئے۔اس مرتبہ بھی دو ٹیکسیاں کروائیں۔طارق صاحب بھی مدینہ منورہ سے آ گئے۔ میں بمع سامان طارق صاحب کی ٹیکسی میں بیٹھا جبکہ میری اہلیہ اور طارق اور بچے دوسری ٹیکسی میں جدہ پہنچے۔ ساڑھے دس بجے جدہ شریف پہنچ گئے اور تمام رات سامان اٹھاتے کسٹم اور امیگریشن کے مراحل طے کرتے گزر گئی۔ طارق اور اعجاز ہمارے ساتھ ہی رہے حتیٰ کہ دو گھنٹے پہلے ہم جہاز میں سوار ہونے کیلئے اندر گئے۔تو اعجاز اور طارق نے الوداعی سلام کیا۔ اعجاز صاحب کی حالت نہایت قابل رحم تھی جوکہ بچوں کی جدائی کے خیال سے نڈھال ہو رہے تھے۔ اُن کی حالت دیکھ کر ہم بھی اس کی اداسی میں اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔

صبح پانچ بج کر پانچ منٹ پر ہوائی جہاز **SV3721** چل پڑا۔ گھنٹہ بعد کھانا دیا گیا جو بہت پرتعیش تھا۔ دن ساڑھے گیارہ بجے الحمدللہ ہمارا جہاز کراچی ایئرپورٹ پر اُتر گیا۔ منزہ حبیب کے بھائی راشد حبیب ایئرپورٹ پر موجود تھے۔ سامان ویگن میں رکھا اور کراچی کینٹ پہنچ گئے۔ کراچی کینٹ سے

Marfat.com

تیز گام میں جگہ مل گئی۔ فصیح اطہر الوداع کہنے کیلئے حسب سابق اسٹیشن پر آئے۔ ملاقات ہوئی تبرکات دیئے اور ہماری گاڑی ۸ دسمبر ۲۰۰۲ء بروز سوموار علی الصبح ساڑھے پانچ بجے بہاول پور پر پہنچی۔

الحمد للہ رب العالمین۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

Marfat.com

Marfat.com

تعارف مصنف

جناب محمد اخلاق قریشی نے ابتدائی تعلیم بہاولپور سے حاصل کی۔ ایس ڈی ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ ایس ای
بہاولپور سے سال **1961**ء میں بی۔اے کیا۔ تقریباً **2** سال محکمہ ریلوے ملتان ڈویژن میں بطور سپیشل ٹکٹ ا
فرائض سرانجام دیئے۔ سال **1964**ء میں محکمہ لوکل فنڈ آڈٹ بہاولپور میں بطور آڈیٹر اپنی نئی سروس کا آغاز کیا۔ تین
مختصر عرصہ میں ایس اے ایس کا امتحان پاس کرلیا اور سال **1968**ء میں بحیثیت آڈٹ آفیسر مقرر ہوئے۔ ترقی کی منازل
کرتے ہوئے محکمہ کی سب سے بڑی پوسٹ پراونشل ڈائریکٹر لوکل فنڈ آڈٹ پنجاب حاصل کی جو کہ کسی بھی بہاولپور سے تعلق
والے آفیسر کا منفرد اعزاز ہے۔

افسری کی اور خوب کی۔ کام بھی کیا اور نام بھی کمایا۔ ان کا شمار محکمے کے نمایاں افراد

1998ء میں ریٹائر ہونے کے بعد قائداعظم میڈیکل کالج و بہاول وکٹوریہ ہسپتال
ڈائریکٹر فنانس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اب پچھلے چار سالوں سے ڈسٹرکٹ آفیسر فنانس ا
خوش اسلوبی وایمانداری سے سرانجام دے رہے ہیں

Marfat.com